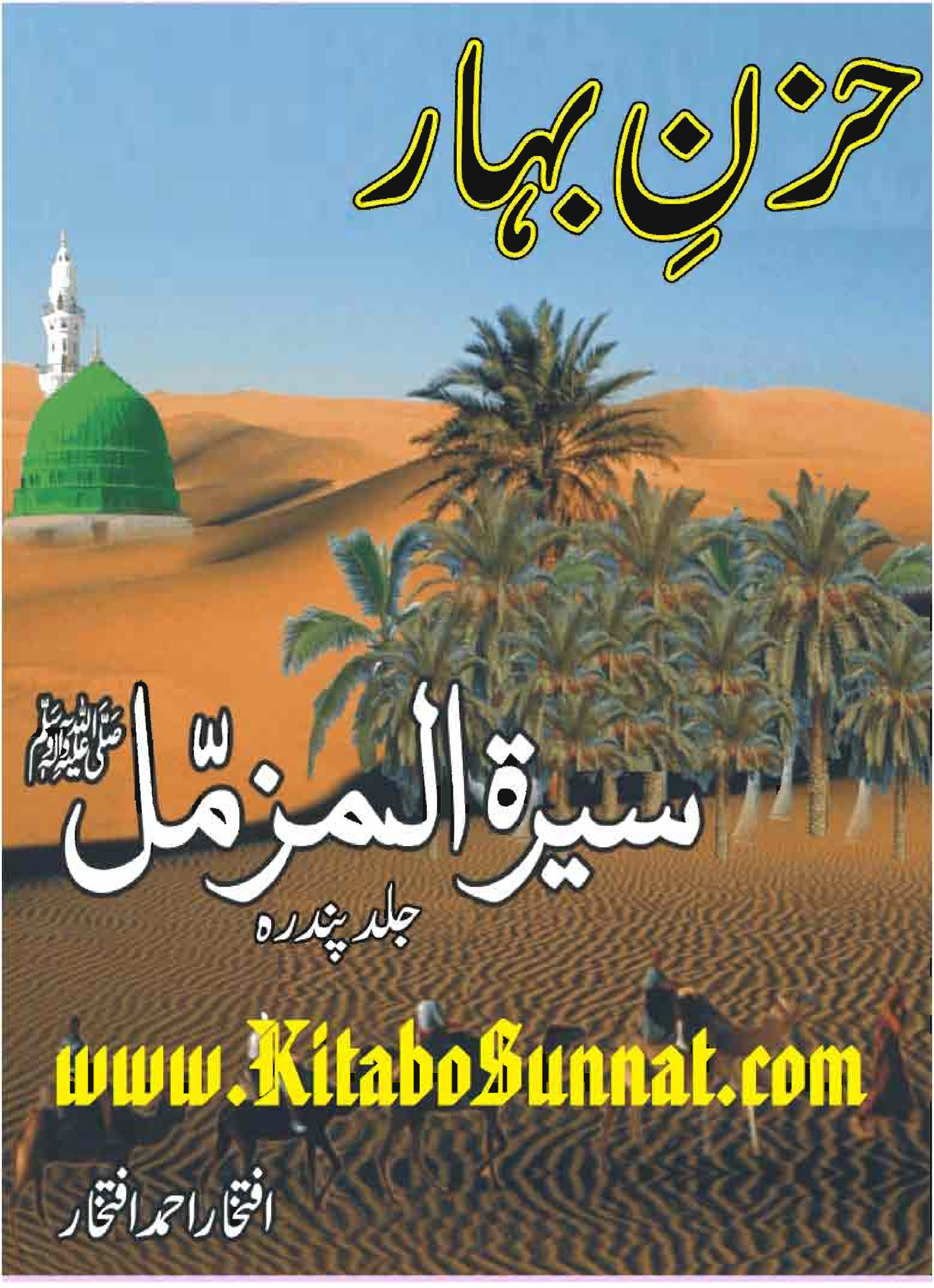

حزنِ بہار
سیرۃ المزمل ﷺ
جلد پندرہ
www.KitaboSunnat.com
افتخار احمد افتخار

افتخار احمد افتخار



رہائش: ڈنگہ ضلع گجرات، تحصیل کھاریاں

فون: 03006281898

میل ایڈریس: ift1167@gmail.com

نام کتاب: سیرۃ المزمل ﷺ

جلد نمبر: جلد پندرہ (حزنِ بہار)

سنہ تحریر: جولائی 2014ء

کمپوزر: افتخار احمد افتخار

اہتمام: kitabosunnat.com

مطالعہ: https://kitabosunnat.com (محدث لائبریری)

بسم الله الرحمن الرحيم

حرفِ آخر

رسـول الله ﷺ کی سیرت پاك پر جب میں نے یه کتاب لکهنی شروع کی تو میں نے کبهی اس بات کا تصور بهی نهیں کیا تها که میں رسول الله ﷺ کی حیات مبارکه پر اس قدر ضخیم کتاب لکهنے کا اهل هوں۔ میں بس لکهتا رها اور کوئی مجهے لکهواتا رها ۔ میں تو بس آله کار هی بنا، اسباب میری سمجه میں بهی نهیں آئے تو آپ کو کیا سمجهاؤں ۔ وسائل تو بالکل بهی نهیں تهے ،علم واجبی سا بهی نه تها ، عربی مجهے نه آتی تهی اردو تب آئی جب یه کتاب لکهنا

شروع کی ، انگیریزی سے مجھے دلچسپی ھی نہ تھی، ایک ارادہ ضرور تھا ، ایک جذبہ ضرور تھا ، ایک محبت ضرور تھی ، ایک کسک ضرور تھی اور ایک آھٹ سی تھی جو کبھی کبھی مجھے اپنی اُس نشست کے پیچھے سے سنائی دے جاتی جس پر بیٹھ کر میں کام کرتا تھا ۔ شاید میری نگرانی ھورھی تھی یا شاید میری مدد ھو رھی تھی ۔ غیبی امور مشتھبات سے ھوتے ھیں اس لیے اُن کو کوئی نام نہیں دیا جا سکتا ۔ مگر جب ان غیبی امور سے کوئی واضح اور ٹھوس مادی نتیجہ ظاھر ھو جائے تو اسے پھر نام بھی دینا پڑتا ھے۔ چنانچہ یہ کتاب جب صفحہ در صفحہ جلد در جلد وجود پذیر ھونے لگی تو اس کانام سیرۃ المزمل رکھا گیا ۔ اس سفر میں حیرت کے کتنے ھی در مجھ پہ وا ھوئے جن کا تذکرہ اس لیے مناسب نہیں کہ اس سے لوک پھلے محبت کا احساس اجاگر کرتے ھیں پھر عقیدت اور اُس کے عقیدت کے بطن سے جو کچھ برآمد ھوتا ھے میں اُس سے خود کو اللہ کی پناہ میں دیتا ھوں اس لیے صرف اتنا جان لیں گے زندگی کے یہ بھت سے سال جو میں نے سیرۃ المزمل لکھتے ھوئے بسر کیے یہ ایک دوھری زندگی تھی جس کی تفصیلات میں جانا کچھ دشوار سا محسوس ھوتا ھے یوں سمجھ لیں کہ میری ایک آنکھ تو اُس فوجی مھم کو نھایت واضح طور پر دیکھ رھی ھے جس کو رسول اللہ ﷺ نے کسی بدوی عرب

قبیلے کی اصلاح کے لیے روانہ کیا ھے تو میری دوسری آنکھ
میری اس حیات کے معاملات کو دیکھ رہی ھے جس میں
میں اپنے بچوں سے مخاطب ھوں اپنے گھر اپنے شھر اور
اپنے لوگوں میں مشغول ھو ں ، کبھی کبھی رات کی تنھائی
اور سناٹے میں اس دنیا سے رابطہ تقریباً معدوم ھو جاتا
اور میں عرب صحراؤں کا باسی ھو جاتا ، مسجد نبوی میں
صحابہ کے ھمراہ رسول اللہﷺ کے سامنے بیٹھا ھوتا ،
جنگوں میں گھوڑے دوڑاھا رھا ھوتا ،میرے قدم مدینہ کی
گلیوں سے اڑنے والی راکھ کو محسوس کرتے اور میں بالکل
اُدھر کا ھی ھوجاتا کہ کوئی آھٹ ،کمرے میں گرنے والا
کوئی برتن یا دروازہ کھلنے کی آواز سے میں واپس آجاتا اور
حیرت زدہ ر ہ جاتا ھے میں تب کھاں تھا اور اب کھاں ھوں !!!

حقیر
افتخار احمد افتخار

حسن ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شوال 9ہجری ،بمطابق.... جنوری 631ء

قافلے اترتے ہیں!

وحشی رسموں سے اکتائے ہوئے ،شبِ ظلمت سے گھبرائے ہوئے ،بھیانک خوابوں سے جگائے ہوئے ،تشنہ زبانوں کولٹکائے ہوئے ،وحشتِ دہر سے اکتائے ہوئے ،پتھر کے بتوں کے ستائے ہوئے،صحرا کی مسافتوں سے گھبرائے ہوئے،آرزؤں کے دریدہ پیرہن لٹکائے ہوئے،موسموں کی شدت سے جھلسائے ہوئے،عسرت ودرماندگی سے گھبرائے ہوئے،جھوٹے خداؤں کے ٹھکرائے ہوئے ،نا آسودگی سے مرجھائے ہوئے،آنکھوں میں امید سجائے ہوئے،خالی دامن لٹکائے ہوئے قافلے درقافلے شہرمدینہ میں اترنے لگے کہ لوگوں نے جان لیا تھا آسودگی یہیں ہے،آسائش یہیں ہے،راحت یہیں ہے،سکون یہیں ہے،فلاح یہیں ہے،علم یہیں ہے،امن یہیں ہے،ایمان یہیں ہے،قرآن یہیں ہے،ایقان یہیں ہے،اذان یہیں ہے،فرمان یہیں ہے،عرفان یہیں ہے،فرقان یہیں ہے، درمان یہیں ہے، یقین یہیں ہے، چمن یہیں ہے، گل یہیں ہے،خوشبو یہیں ہے، صبا یہیں ہے، دُعا یہیں ہے، وفا یہیں ہے، وسعت یہیں ہے، رفعت یہیں ہے، رحمت یہیں ہے

امانت یہیں ہے ، دیانت یہیں ہے ، متانت یہیں ہے، فطانت یہیں ہے،ذہانت یہیں ہے سلطنت یہیں ہے، حکومت یہیں ہے ، حکمت یہیں ہے، عقیدت یہیں ہے، محبت یہیں ہے اطاعت یہیں ہے، واحدانیت یہیں ہے، دعوت یہیں ہے، نبوت یہیں ہے، رسالت یہیں ہے نکہت یہیں ہے، بصیرت یہیں ہے، حقیقت یہیں ہے۔

مغفرت یہیں ہے جنت یہیں ہے، رستے یہیں ہیں، منزل یہیں ہے، خواہش یہیں ہے، مداوا یہیں ہے، دانش یہیں ہے، فراوانی یہیں ہے کامرانی یہیں ہے، شادمانی یہیں ہے، جہانبانی یہیں ہے، گُل فشانی یہیں ہے ، مہربانی یہیں ہے دانائی یہیں ہے، راعنائی یہیں ہے ، راہنمائی یہیں ہے ، فرمانروائی یہیں ہے، اشک روائی یہیں ہے، شناسائی یہیں ہے، پذیرائی یہیں ہے، دلربائی یہیں ہے، لب کشائی یہیں ہے، مسیحائی یہیں ہے اور انھی سب امور کی تشنگی لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے در پہ لے آئی تھی۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ اہل عرب کے ایک سو سے زائد وفود نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے تھے۔اِن وفود کا تذکرہ تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔اگرچہ مختلف مورخین نے مختلف وفود کا تذکرہ کیا ہے۔ابن سعد نے سب سے زیادہ بہتر وفود کا ذکر کیا ہے۔سب سے زیادہ وفود نو ہجری میں اترے تھے جن کی تعداد پچاس کے قریب ہے اور اس کثرت سے وفود کی آمد کی وجہ یہ تھی کہ خطہ عرب میں اب عملاً رسول اللہ ﷺ کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔اس لیے اہل عرب کے سامنے اب دو ہی صورتیں تھیں یا تو وہ اسلامی قوت کا مقابلہ کرتے یا اسلام قبول کر لیتے، مقابلے کی قوت اب وہ کھو چکے تھے جس کے بعد اُن کے سامنے صرف یہی ایک راستہ بچا تھا کہ وہ اسلام قبول کر لیں اور اہل عرب کے یہ قافلے اسلام قبول کرنے کے لیے ہی مدینہ میں اتر رہے تھے۔ذیل میں نو ہجری میں اسلام قبول کرنے والے قبائل کی تفصیلات تحریر کی جا رہی ہیں اللہ ہماری راہنمائی فرمائے ۔آمین

9 ہجری، بمطابق جنوری، 631ء

اہل نجران کی آمد

متعدد مورخین کا کہنا یہ ہے کہ نو ہجری میں جو سب سے پہلا وفد مدینہ میں اترا وہ اہل نجران کا وفد تھا۔ نجران ایک وسیع وعریض علاقے کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے یمن کی طرف سات منزل کے فاصلہ پہ واقعہ ہے۔ یہ بہت بڑی آبادی تھی۔ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ نجران کے اردگرد رہنے والے عیسائی اور عرب قبائل کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ تھی اور وہاں درجنوں شہر اور قصبات تھے جن میں گھنی آبادیاں تھیں یمن کے یہ قبائل نہایت جنگجو واقعہ ہوئے تھے۔ شہر مدینہ پہ نبی اکرم ﷺ کا اقتدار مستحکم ہو چکا تھا۔ تب نبی اکرم ﷺ کے مختلف وفود دور دور تک اہل عرب کو اسلام کی دعوت دینے میں مصروف تھے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا قاصد اہل نجران کی بستیوں میں بھی اترا اور اُس نے نبی اکرم ﷺ کا گرامی نامہ اہل نجران کے اسقف اعظم ابو حارثہ بن علقمہ کو پیش کیا۔ ابو حارثہ کا تعلق ایک عرب قبیلے بکر بن وائل سے تھا جنھوں نے عیسایت قبول کر لی تھی۔ ابو حارثہ بن علقمہ کو اہل روم نے بہت عزت بخشی تھی اور اُس کے لیے نجران کے علاقے میں بڑے بڑے گرجے تعمیر کرائے

تھے ابو حارثہ اہل نجران کا پادری اعلیٰ تھا اور رومی سلاطین اُس کی صلابت اور علمی پختگی سے بہت متاثر تھے۔انھوں نے اس کے لیے زرو جواہر کے خزانوں کے منہ کھول رکھے تھے۔ابو حارثہ بن علقمہ کو رسول اللہ ﷺ کا جو خط پیش گیا اُس کے متن کا ترجمہ یہاں تحریر کیا جارہا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امابعد؛ یہ نامہ نامی ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب (علیہ السلام) کے نام سے اس خط کا آغاز کیا جاتا ہے۔ازاں بعد میں (محمد رسول اللہ ﷺ) تمھیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ بندوں کی پرستش چھوڑ کر اللہ کی عبادت کیا کرو اور بندوں کی دوستی ترک کر کے اللہ کی دوستی اختیار کرلو۔اگر تم اس دعوت کو قبول کرنے سے انکاری ہو تو ہمیں جزیہ دو اور اگر تم جزیہ دینے سے بھی انکاری ہو تو پھر جنگ کی تیاری کرلو۔والسلام [*1]

****

ابو حارثہ اسقف اعظم نجران نے نبی اکرم ﷺ کا یہ خط پڑھا تو وہ گھبرا گیا اُس نے اپنے لوگوں سے کہا؛

قبیلہ بنو ہمدان سے فوری طور پہ شرجیل بن وداعہ کو بلاؤ۔اور شرجیل بن وداعہ اُن کا ایک صاحب دانش شخص تھا قوم کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو مشاورت کے لیے سب سے پہلے اُسی کو طلب کیا جاتا۔شرجیل بن وداعہ حاضر ہوا تو نجران کے اسقف اعظم نے نبی اکرم ﷺ کا خط اُس کے حوالے کرتے ہوئے کہا اس خط کو پڑھو اور مجھے اس کے متعلق اپنی رائے دو۔

شرجیل بن وداعہ نے خط پڑھا اس کے بعد اپنی رائے پیش کرتے ہوئے کہا؛

ہم نے اپنی کتابوں میں اس بات کا ذکر تو پایا ہے کہ بنو اسماعیل میں ایک نبی معبوث ہونے والا ہے تاہم میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ وہی ہیں۔دراصل یہ ایک نازک

معاملہ ہے آج تک آپ لوگ مجھ سے دنیوی معاملات میں رائے طلب کرتے رہے ہیں اور میں بے دھڑک اپنی رائے دیتا رہا مگر یہ معاملہ چونکہ نبوت اور رسالت کا معاملہ ہے اس لیے میں اس بارے میں بے دھڑک رائے دینا مناسب خیال نہیں کرتا بلکہ سکوت کو مناسب سمجھتا ہوں۔

اہل نجران کے اسقف اعظم نے شرجیل بن وداعہ سے کہا؛

تم نے عمدہ رائے دی ہے تمھاری بات ہم تک پہنچ گئی آپ ایک طرف بیٹھ جائیں۔اس کے بعد اسقف اعظم ابو حارثہ نے حمیری قبیلے سے عبداللہ بن شرجیل اصجی کو طلب کیا اور اُس سے رائے طلب کی۔

عبداللہ نے شرجیل نے کہا؛

یہ نبوت اور رسالت کا معاملہ ہے اور میں اس معاملے میں سکوت اختیار کرتا ہوں۔

ازاں بعد نجران اسقف ابو حارثہ نے بنی حماس کے ایک اور نجرانی فیض بن حارث بن کعب کو طلب کیا اور اُس سے نبی اکرم ﷺ کے خط کے بارے میں رائے طلب کی اِس کو جبار بن فیض حارثی بھی کہا جاتا تھا۔اُس نے بھی اپنے پیشروؤں کی طرح اس معاملے میں خاموش رہنا ہی مناسب جانا اور اپنی رائے دینے سے گریز کیا۔

ابو حارثہ بن علقمہ اسقف اعظم اہل نجران اب مزید گھبراہٹ کا شکار تھا اُس نے اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ ناقوس بجایا جائے،آگ روشن کی جائے اور گرجوں پہ سیاہ کمبل چڑھا دیئے جائیں تا کہ لوگ معاملے کی نزاکت سمجھتے ہوئے جلدی کریں۔اہل نجران اِن امور کو تب اپناتے جب کوئی قومی نوعیت کا معاملہ درپیش ہوتا جس سے تمام آبادی کو آگاہ کیا جاتا اور اُن سے رائے طلب کی جاتی۔جلد ہی نجران کے بڑے گرجے کے نیچے لوگوں کی بھیڑ جمع ہونے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں ہزاروں لوگ جمع ہو چکے تھے۔وادی نجران کا طول اتنا تھا کہ ایک تیز رفتار گھوڑا سارا دن دوڑتا رہے تب بھی وہ اسے پار نہ کر سکتا تھا اور اِن علاقوں میں اُن کے صرف مردان جنگ کی

تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بیان کی گئی ہے اور وہاں اُن کی 73 بستیاں تھیں۔لوگ جمع ہو گئے تو اسقف اعظم ابوحارثہ بن علقمہ نے اپنی قوم کو نبی اکرم ﷺ کے خط سے آگاہ کیا۔

لوگوں نے اسقف کو مشورہ دیا کہ اہل نجران کا وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو اس کے بعد وفد جو فیصلہ کرے گا قوم اُس کو قبول کرے گی۔

قوم نے اسقف اعظم ابوحارثہ بن علقمہ، سید الایہم اور عاقب عبدالمسیح پہ اعتماد کا اظہار کیا اور کہا یہ لوگ جو فیصلہ کریں قوم اس کو قبول کرے گی۔

یاد رہے کہ اسقف اُن کے سب سے بڑے پادری کو کہا جاتا تھا۔

سید بھی ایک عہدہ تھا جو قوم کے نظم و نسق کا ذمہ دار تھا۔

اور اس کے بعد عاقب کا عہدہ تھا جو اسقف کا مشیر اعلیٰ تھا۔

چنانچہ ساٹھ سواروں پہ مشتمل ایک قافلہ نجران سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا جس میں اُن کے چودہ سردار تھے ابن اکثیر نے اِن کے نام لکھے ہیں۔

عاقب عبدالمسیح ، سید الایہم ، اسقف ابوحارثہ، اوس بن حارث، زید، قیس ، یزید، نبیہ، خویلد، عمرو، خالد، عبداللہ اور یحنس اُن کے اہم لوگوں میں شامل تھے[2*] ۔

وہ مدینہ پہنچے اور عام لباس اتار کے خاص لباس پہن لیا جن پہ سونے چاندی سے کام کیا گیا تھا انھوں نے سونے کی انگوٹھیاں بھی پہن لیں۔جب وہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو مسلمان عصر کی نماز ادا کر چکے تھے انھوں نے بھی بیت المقدس (مشرق) کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی۔

کچھ مسلمانوں نے جب اِن کو روکنا چاہا تو آنحضرت محمد ﷺ نے اُن کو منع کر دیا؛

اپنی عبادت کے بعد وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا؛

ہم اہل نجران ہیں اور آپ کے خط کا جواب دینے آئے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لباس کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تاہم آپ ﷺ اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے انھوں نے رد کر دیا اور کہا: ہم تو پہلے ہی مسلمان ہیں ہمارے پاس رسالت ہے کتاب ہے شریعت ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو۔

صلیب کی عبادت، سود کھانا اور مسیح کو اللہ کا بیٹا بنانا تمھیں مسلم ہونے سے روک رہا ہے اور اب تمھارے اسلام کی تکمیل اسی میں ہے کہ کتاب اللہ پہ ایمان لاؤ اور مجھے اللہ کا رسول تسلیم کرو۔

نبی اکرم ﷺ نے اہل نجران کے سامنے قرآن حکیم کی یہ آیات پڑھیں۔

”قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَO

(القرآن الحکیم سورۃ آل عمران ۳ ؛ آیات ؛ ٦٣)

ترجمہ؛

”اے نبی اُن سے کہو؛ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے اور وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں گے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے گا اور اگر وہ اس سے بھی انکار کریں تو اُن سے کہہ دے کہ ہم تو مسلم ہیں“۔

****

مگر اہل نجران نے انکار کیا اور اپنے آبائی دین کو چھوڑنے سے انکاری ہو گئے۔

بیان کیا گیا کہ اس وفد کے کسی شخص نے نبی اکرم ﷺ سے کہا؛

مسیح اللہ کے بیٹے ہیں کیونکہ اُن کا کوئی باپ نہیں۔
حضرت جبرائیل فوراً ہی یہ آیات لے کے حاضر ہوئے۔

" لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَالْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِ يْلَ اعْبُدُ اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰئهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ o لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْآ اِنَّ اللّٰه ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ O

(القرآن الحکیم سورۃ المائدہ۵ ؛ آیات ؛۷۳-۷۱)

ترجمہ؛

"یقیناً کفر کیا اُن لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے حالانکہ مسیحؑ نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی رب ہے ۔اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اُس پہ اللہ نے جنت حرام کردی اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ۔یقیناً انھوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک، حالانکہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔اگر یہ لوگ اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو اِن میں سے جس جس نے کفر کیا اُس کو دردناک سزادی جائے گی، پھر کیا یہ اللہ سے توبہ نہ کریں گے اور اُس سے معافی نہ مانگیں گے کہ اللہ بہت ہی درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے"۔

****

اگر چہ اہل نجران کے سامنے یہ آیات پیش کی گئیں مگر انھوں نے قرآن حکیم کے اس ابدی فیصلے

پہ چنداں غور نہ کیا اور اپنی کج روی پہ قائم رہے۔

اس کے بعد انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا:

جب ہم واپس جائیں تو اپنی قوم کو کیا جواب دیں کہ حضرت مسیح کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے نبی اکرم ﷺ نے اُن کے سامنے سورۃ آل عمران کی یہ آیات پڑھیں۔

"اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَاللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنَO اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَاتَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَO

(القرآن الحکیم سورۃ آل عمران ۳ ؛ آیات ؛۶۰۔۵۹)

ترجمہ؛

"اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے کہ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہوجا اور وہ ہوگیا یہ اصل حقیقت ہے جو تمھارے رب کی طرف سے بتائی جا رہی ہے اور تم اُن لوگوں میں شامل نہ ہو جو اس میں شک کرتے ہیں"۔

****

نبی اکرم ﷺ نے جب دیکھا کہ اہل نجران ہدایت کی کوئی بات قبول کرنے کو تیار نہیں تو نبی اکرم ﷺ کو یہ حکم دیا گیا۔

"فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَاجَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ كُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ كُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَO

(القرآن الحکیم سورۃ آل عمران ۳ ؛ آیات ؛۶۱۔۶۰)

ترجمہ؛

"علم آجانے کے بعد اب جو کوئی اِس معاملے میں تم سے جھگڑا کرے تو اے نبی اُس سے کہو کہ "آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دُعا کریں ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہو اُس پہ خدا کی لعنت ہو۔ اور اللہ ہی وہ ہستی ہے جس کی طاقت سب سے بالا اور جس کی حکمت نظام عالم میں کارفرما ہے پس اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو اللہ مفسدوں کے حال سے خوب واقف ہے"۔

****

نبی اکرم ﷺ نے جب اُن کو مباہلہ کی دعوت دی تو انھوں نے مشاورت کے لیے کچھ وقت مانگا نبی اکرم ﷺ نے اعتراض نہ کیا۔ اگلے روز نبی اکرم ﷺ نکلے اور آپ ﷺ کے ساتھ کمسن حضرت حسن رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھے نبی اکرم ﷺ نے انھیں ایک کمبل دے رکھا تھا اُن کے پیچھے حضرت فاطمہؓ چلی آتی تھیں۔

اُن کے سیّد شرجیل بن وداعہ نے یہ منظر دیکھا تو اپنے لوگوں سے کہا؛

رُک جاؤ؛ خدا کی قسم میں اُس مصیبت کو دیکھ رہا ہوں جو ہم پہ ٹوٹ پڑتی ہے اس شخص سے رُک جاؤ کیونکہ اگر یہ اللہ کا رسول ہوا تو اس مباہلے کے نتیجے میں روئے زمین پہ ہم میں سے کوئی زندہ نہ رہے گا بلکہ ہماری نسل تک مٹادی جائے گی۔

اُن کی قوم نے اُن سے کہا؛

پھر تم کیا کہتے ہو؛

شرجیل نے کہا؛ میری رائے یہ ہے کہ میں اُن کو حکم تسلیم کرلوں میرا خیال یہ ہے کہ ایسا آدمی ظالمانہ فیصلہ کبھی نہیں کرتا۔ چنانچہ وہ مباہلے سے رُک گئے اور شرجیل بن وداعہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ؛ ہم اس بات سے رُک گئے ہیں جس کی طرف آپ ﷺ نے ہمیں بلایا

میں آپ کو اس سے بہتر بات پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ کہو کیا کہتے ہو۔

شرجیل بن وداعہ نے کہا کہ؛

یا رسول اللہ ﷺ؛ میں اپنی قوم کے بارے میں آپ کو حکم تسلیم کرتا ہوں ہم کل صبح تک آپ کے تابع ہیں آپ جو فیصلہ کریں گے ہم اسے قبول کریں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ سوچ لو شاید کوئی تم پہ اعتراض کرے۔

شرجیل نے کہا؛

میرے اِن ساتھیوں سے پوچھ لیں قوم مجھ پہ اعتماد کرتی ہے۔

شرجیل کے ساتھیوں نے اس بات کی تصدیق کی؛

دوسرے روز وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے اپنا تحریری فیصلہ اُن کے سامنے رکھ دیا انھوں نے اسے قبول کیا اور واپس روانہ ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ مکتوب پیش خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اگر چہ اب وادیٔ نجران کے ہر پھل، تمام سونے چاندی اور غلاموں میں رسول اللہ ﷺ کا حکم نافذ ہو چکا ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے اِن پہ احسان فرمایا اور دو ہزار ”حلہ“ کے عوض سب کچھ ترک کر دیا ہے اُن کو ہر ماہ رجب کو ایک ہزار حلہ دینا ہو گا اور ہر ماہ صفر میں ایک ہزار حلہ دینا ہو گا اس تحریر کے شاہد موجود ہیں۔

****

نبی اکرم ﷺ کے اس فیصلے پہ ابوسفیان بن حرب، غیلان بن عمرو، مالک بن عوف اور اقرع بن حابس رضی اللہ عنہم نے بطور گواہ دستخط کیے۔

حضرت مغیرہؓ نے یہ مکتوب تحریر کیا۔

اہل نجران نے جزیہ دینا منظور کیا اور اپنے وطن کی طرف لوٹ گئے۔ راستے میں ابوحارث بن علقمہ اپنے بھائی کرز بن علقمہ کے ساتھ واپسی کے سفر پہ تھا تو ابوحارث کے خچر نے ٹھوکر کھائی کرز پہ بن علقمہ کے منہ سے نکلا ''محمد ہلاک ہوں'' تو ابوحارثہ نے چیختے ہوئے کہا؛

بلکہ تو ہلاک ہو۔

کرز بن علقمہ نے حیرت سے اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور کہا؛

یہ کیا ہے اگر تم کو اُن سے اتنی ہی محبت ہے تو اُن پہ ایمان کیوں نہیں لاتے۔

ابوحارثہ نے کہا؛

میں جانتا ہوں وہ اللہ کے سچے رسول ہیں مگر اُن کی اطاعت سے ہماری ساری عزت تمام تکریم تمام مناصب جاتے رہیں گے اس لیے میں رُک گیا ہوں۔

کرز بن علقمہ رُک گیا اور حیرت سے اپنے بھائی کی طرف دیکھنے لگا پھر کہا؛

خدا کی قسم؛ اب میں اپنا کجاوہ محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں جا کے ہی کھولوں گا۔

اور وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کے مسلمان ہو گیا۔

تاہم بنو نجران دیر تک اسلام سے دور رہے اور انھیں طاقت سے زیر کیا گیا جب اُن کے علاقے فتح ہو گئے اور اسلامی فوجیں اُن پر غالب آ گئیں تو رفتہ رفتہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

''اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا''

فتح مکہ کے بعد اب مدینہ کی گلیوں میں رونق تھی
اُس کے بازاروں میں دور دراز سے آئے
مہمانوں کا شور تھا اور ہر طرف خوشیاں ہی
خوشیاں تھیں جو اُن کے دامن میں اسلام نے
ڈالیں تھیں ۔عرب اب خوف سے نہیں بلکہ دل
کی رضا سے اسلام قبول کر رہے تھے

9 ہجری، بمطابق جنوری، 631ء

بنو تمیم کے سردار

بنو تمیم کے اکثر لوگ اسلام قبول کر چکے تھے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے بنو تمیم کے قیدیوں کو لونڈی غلام قرار نہ دیا تھا بلکہ اُن کو رملہ بنت حارث کے گھر میں قید کر دیا گیا تھا۔ چند دن گزرے کہ بنو تمیم کے اشراف مدینہ پہنچے تا کہ اپنے قیدیوں کے سلسلے میں نبی اکرم ﷺ سے بات چیت کر سکیں۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ اس وفد میں عطارد بن حاجب، اقرع بن حابس، زبرقان بن بدر، عمرو بن اہتم، حتحاب بن یزید، قیس بن حارث، قیس بن عاصم شامل تھے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب بنو تمیم کا وفد مدینہ پہنچا تو عینیہ بن حصن فزاری اور اقرع بن حابس بھی اُن کے ساتھ ہو لیے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے حجروں کے پیچھے سے بلند آواز سے پکارنا شروع کیا جو رسول اللہ ﷺ کو ناگوار گزرا۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو انھوں نے کہا؛ اے محمد ﷺ؛ ہم آپ کے پاس فخر و کبر اور خود ستائی کے لیے تشریف لائے ہیں چنانچہ آپ ہمارے شاعر اور خطیب کو اظہار مدعا کی

اجازت عطا فرمائیں۔نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛اجازت ہے

چنانچہ عطارد بن حاجب کھڑا ہوا اور کہا؛

”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ عَلَیْنَا الْفَضْلُ وَ الْمَنّ وَ هُوَ اَهْلُهٗ الَّذِیْ جَعَلْنَا مَلُوْکًا وَهَبْ لَنَا اَمَوَالاً عِظَا مًا نَفْضِل ُفِیْهَا الْمَعْرُوْفِ وَجَعَلْنَا اَعَزَّ اَهْلِ الْمَشْرِقِ وَ اَکْثَرَهٗ عَدَوًا وَ الْیَسَرهٗ عُدَّةً فَمَنْ مِثْلُنَا فِے النَّاس؟ اَلَسْنَا بِرُؤُسِ النَّاسِ وَ اَوْلٰی فَضْلِهِمْ ؟ فَمَنْ فَاخَرَنَا فَلْیَعَدّ وَمِثْلِ مَا عَدَّوَنَا ،وَاِنَّا لَوْ نَشَآءُ لَاَکْثَرْنَا الْکَلَامِ وَلٰکِنَّا نَحْیَا مِنَ الْاَکْثَارِ فِیْمَا اَعْطَانَا وَلَنَا نُعْرَفُ بِذَالِكَ اَقُولُ هٰذَا الْاٰنَ تَاتُوْا بِمِثْلِ قَوْلِنَا وَ اَمْرٍ اَفْضَلَ مِنْ اَمْرِنَا ۔

ترجمہ؛

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کا ہم پہ فضل و کرم ہے اور اس حمد و ثنا کا مستحق وہی ہے جس نے ہمیں بادشاہ بنایا ہے اور بڑے بڑے اموال دئیے ہیں ،جن کے ذریعے سے ہم لوگوں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں ۔جس نے ہمیں تمام اہل مشرق میں غالب اور باعزت بنایا ، عددی اکثریت دی اور ان سب سے زیادہ ساز و سامان دیا ،آج لوگوں میں کون ہے جو ہم سے مقابلہ کر سکے کیا ہم سب کے سردار اور اُن سب میں فضیلت والے نہیں ہیں ؟ پس ہم میں سے فخر میں جو شخص مقابلہ کرنا چاہے اسے چاہیے کہ ہم نے جو چیزیں شمار کرائی ہیں وہ انھی جیسی چیزیں گنوائے اور اگر ہم چاہتے تو بات اور

بڑھاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کچھ دیا ہے اس کی فراوانی کے بیان سے ہم حیا محسوس کرتے ہیں اور اسی حیا سے ہم پہچانے جاتے ہیں ۔میں جو کہہ رہا ہوں تو اس مقصد سے کہہ رہا ہوں کہ تم ہم جیسا قول لاؤ اور ایسا امر لاؤ جو ہم سے افضل ہو ۔ [*3]

****

عطارد بن حاجب نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا تو بیٹھ گیا اور داد طلب نظروں سے اہل مجلس کو دیکھنے لگا۔نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کی طرف سے حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ کو حکم دیا کہ وہ کھڑے ہو کر اس شخص کے خطاب کا جواب دیں۔حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ رسول اللہ ﷺ کا اشارہ پاتے ہی کھڑے ہو گئے اور بیان شروع کیا۔

انھوں نے کہا؛

”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ خَلْقُهٗ قَضٰی فِیْهِنَّ اَمْرَهٗ وَوَسِعَ كُرْسِیَّهٗ عِلْمُهٗ وَلَمْ یَكُ شَیْءٌ قَطُّ اِلَّا مِنْ فَضْلِهٖ ثُمَّ كَانَ مِنْ قُدْرَتِهٖ اَنَّ جَعَلْنَا مُلُوْكًا وَاصْطَفٰی مِنْ خَیْرِ خَلْقِهٖ رَسُوْلًا ، اَكْرَمَهٗ نَسَبًا وَاَصْدَقَهٗ حَدِیْثًا ،وَاَفْضَلَهٗ حَسَبًا ، فَاَنْزَلَ عَلَیْهِ كِتَابَهٗ وَاتمنه عَلٰی خَلْقِهٖ فَكَانَ خِیْرَةً مِنَ الْعَالَمِیْنَ ثُمَّ دَعَا النَّاسَ اِلَی الْاِیْمَانِ بِهٖ فَاٰمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ الْمُهَاجِرِیْنَ مِنْ قَوْمِهٖ وَذَوِی رَحْمَةٍ ۔اَكْرَمُ النَّاسَ حُسْبًا وَاَحْسَنَ النَّاسَ وُجُوهًا وَخَیْرَ النَّاسَ فَعَالًا ثُمَّ كَانَ اَوَّلَ الْخَلْقِ اَجَابَةً وَاَسْتَجَابَ اللّٰهُ حِیْنَ دَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

نَحۡنُ فَنَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ وَوُزَرَاءُ رَسُوۡلَہٗ نُقَاتِلُ النَّاسَ حَتّٰی یُؤ مِنُوۡا
بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ مَنَعَ مِنَّا مَازَ وَدَمَہٗ وَمَنۡ کَفَرَ جَاھِدۡنَا ہُ فِیۡ اللّٰہِ اَبَدًا
وَکَانَ قَتۡلَہٗ عَلَیۡنَا یَسِیۡرًا اَقُوۡلُ قَوۡلِیۡ ھٰذَا وَاَسۡتَغۡفِرُاللّٰہَ لِی
وَلِلمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنَاتِ ،وَالسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ "

ترجمہ؛

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ھیں جس کی مخلوق یہ زمین و آسمان ھیں جس کے اندر اُس کا حکم چلتا ھے اور وہ اپنے تخت پہ بیٹھا حکم چلاتا ھے علم کو اس تخت نے اپنے اندر لے لیا ھے اور کوئی چیز بغیر اس کے فضل کے نہیں ھو تی ، پھر اُس کی قدرت سے یہ بات ھوئی کہ اس نے ھمیں بادشاہ بنایا اور اپنی بہترین مخلوق میں سے رسول اللہ ﷺ کا انتخاب کیا جو نسب کے اعتبار سے سب سے زیادہ شریف اور حسب کے لحاظ سے سب سے زیادہ سچے اور اخلاق کی حیثیت سے سب سے زیادہ افضل ھیں ،پھر اُس نے اپنے رسول ﷺ پہ کتاب نازل فرمائی اور انھیں اپنی ساری مخلوق پہ امین بنایا چنانچہ رسول اللہ ﷺ تمام عالم میں اللہ کے برگزیدہ بندے ھیں ،پھر انھوں نے اللہ پہ ایمان لانے کے لیے تمام انسانوں کو دعوت دی چنانچہ رسول اللہ ﷺ پہ پہلے اُن کے قوم یعنی مہاجرین ایمان لائے جو اخلاق میں سب سے زیادہ افضل ھیں اور جو چہروں کے لحاظ سے سب سے زیادہ وجیہ ھیں اور عمل و کردار میں بھی سب سے اعلیٰ وھی ھیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت پہ لبیك کہنے میں انھیں

دوسری ساری مخلوق پہ اولیت حاصل ھے ۔جس وقت رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا تو ھم نے بھی اُن کی آواز پہ لبیك کہا ۔پس ھم اللہ کے انصار اور اللہ کے رسول کے وزیر ھیں ۔ھم لوگوں سے اُس وقت تك جہاد کرتے ھیں جب تك وہ اللہ پہ ایمان نہ لے آئیں پھر جو اللہ اور اُس کے رسول پہ ایمان لے آتا ھے تو وہ اپنی جان و مال کو ھم سے محفوظ بنا لیتا ھے اور جو کفر کرتا ھے ھم اس سے جہاد کرتے ھیں اور اس کا قتل ھمارے لیے آسان ھو تا ھے ۔میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمام مسلمان مرد عورتوں کے لیے مغفرت کا طلبگار ھوں ۔ والسلام وعلیکم۔ [*4]

****

حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ اپنے اس شاندار خطبے کے بعد بیٹھ گئے جس کے بعد بنوتمیم کے لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کی اجازت سے اپنے شاعر کو دعوت دی کہ وہ اپنا مدعا بیان کرے۔ چنانچہ بنوتمیم کی طرف سے زبرقان بن بدر کھڑا ہوا اور یہ اشعار کہے۔

نحن الکرام فلاحی یعا دلنا

منا الملوك وفینا تنصب البیع

ہم معزز لوگ ہیں کوئی قبیلہ ہمارے برابر نہیں ہوسکتا بادشاہ ہمارے قبیلے سے ہیں اور ہم ہی گرجے تعمیر کرتے ہیں۔

وكم قسرنا من الأحياء كلهم

عند الضهاب وفضل العزيتبع

کتنے ہی قبیلے ہیں جن کو ہم نے لوٹ کر تاراج کر دیا ہے۔اور معزز شخص کی خوبی قابل اتباع ہوتی ہے۔

ونحن يطعم عند القحط مطمعنا

من اشواء إذلم يؤنس الفزع

ہم قحط کے وقت بھنا ہوا گوشت کھلاتے ہیں تب ہمارے ہاں مفلسی کا خوف نہیں ہوتا۔

بما ترى الناس تأتينا سراتهم

من كل أرض هو يائم نصطنع

لوگ ہمارے اونچے مقام کو دیکھ کر جلدی جلدی آتے ہیں اور ہم اُن سے حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

فننحر الكوم عبطا فی ارومتنا

للسئازلین اذا ما أنزلو شبعوا

ہم اپنے مہمانوں کے لیے فربہ اور کوہانوں والے اونٹ ذبح کرتے ہیں جنھیں لوگ شکم سیر ہو کے کھاتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فما ترانا الی حی نفاخرهم

الا استفادوا وكانوا الرأس تقطقع

جس قبیلے سے بھی ہم نے مفاخرت کی وہ ہم سے قصاص کی درخواست کرتے نظر آئیں گے جبکہ اُن کے سر کاٹے گئے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فمن يفاخرنا فی ذاك نعرفه

فیر جمع القوم والا خبار تستمع

جو ہم سے تفاخر کرتا ہے اُس کی خبریں مدتوں گونجتی رہتی ہیں جب قوم واپس لوٹتی ہے تو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

انا أبینا ولم یأبی لنا احد

انا کذلک عند الفخر نرتفع

جب ہم کسی بات کورد کردیتے ہیں تو کوئی اس کی تردید نہیں کرتا چنانچہ ہم فخر ومباہت میں ہمیشہ غالب ہی رہے۔ [*5]

۞۞۞۞۞۞۞۞

بنوتمیم کی طرف سے زبرقان بن بدر اپنے اشعار پڑھ چکا تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو اشارہ کیا حسان کھڑا ہوا اور اس شخص کے فخر ومباہت کا جواب دے۔

حضرت حسان بن ثابتؓ کے اشعار یہ ہیں۔

اِن الذوائب من فھر وأخواتھم

قد بینوا سنتہ للناس تتبع

قبیلہ فہر کے شرفاء اور اُن کے بھائیوں کے لوگوں کو وہ راستہ بتادیا ہے جس کی وہ پیروی کرتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

یرضی بھا کل من کانت سریرتہ

تقوی الالہ وکل الخیر یصطنع

جس کا باطن اللہ سے ڈرتا ہو وہ اس کو پسند کرتا ہے اور اُس سے ہر کار خیر سرزد ہوتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

قوم إذا حاربوا ضروا عدوهم

اؤ حاولوا النفع فى أشيا عهم نفعوا

وہ لوگ دشمن سے برسرِ پیکار ہوں تو اُن کے لیے ضرررساں ہوتے ہیں یا وہ اپنے گروہ کو نفع پہنچانے کا عزم کرتے ہیں۔

سجية تلك منهم غير محد ثة

ان الخلاق فاعلم شرها البدع

یہ عادات اُن کی سرشت میں ودیعت ہیں اور واضح رہے کہ سب سے بری عادت تو بدعت پیدا کرنا ہے۔

إن كان فى الناس سبا قون بعد هم

فكل سبق لأدنى سبقهم نبع

اُن میں اگر کوئی نیکی کا رجحان رکھنے والا ہے تو نیکی کی طرف میلان رکھنے والا ہر شخص اِن کے ادنیٰ شخص کا تابع ہوگا۔

لا یرفع الناس ما ادھت اکفھم

عند الدفاع ولا یوھون ما رفعوا

دفاع کے وقت جب کوئی اُن کے ہاتھوں مغلوب ہوجائے تب کوئی طاقت اسے غالب نہیں کرسکتی۔

ان سابقواالناس یوما فازسبقھم

أو وازنوا أھل مجد بالندی منعوا

اگروہ مسابقت میں مقابلہ کریں تب بھی وہ غالب رہیں گےاور سخاوت میں تو کوئی اُن کا ثانی ہے ہی نہیں۔

أعفۃ ذکرت فی الوحی عفتھم

لا یطمعون ولا یردیھم طمع

وہ پاک دامن ہیں عفیف ہیں وہ حرص وطمع سے پاک ہیں وحی اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔

لا یبخلون علی جاز بفضلھم

ولا یمسنھم من مطمع طبع

وہ ہمسایے کو اپنے احسان سے محروم نہیں رکھتے اور نہ اُن کی طبع میں حرص و طمع کا کوئی شائبہ ہے۔

کما یدب الی الوحیشیۃ الذرع

جب ہم کسی دشمن کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں تو نیل گاؤ کے بچے کی طرح آہستہ آہستہ نہیں چلتے۔

نسموا اِذا الحرب نالتنا مخالبھا

اِذا الزعانف من اطفارھا خشعوا

جب لڑائی ہمیں اپنے ناخنوں سے زخمی کرتی ہے تب بھی ہم پیش قدمی جاری رکھتے ہیں جبکہ بزدل دہل کے رہ جاتے ہیں۔

لا یفبخرون إذا نالوا عدوھم

وإن أصیبوا فلا خورولا ھلع

جب ہم دشمن پہ قابو پالیں تو فخر نہیں کرتے اور نہ ہی مصیبت میں واویلا کرتے ہیں۔

کأ نھم فی الوغی والموت مکتنع

اسد بجلیتۃٍ فی أرساعھا فدع

جنگ میں جب موت کا سامنا ہو تو وہ گویا شیر ہیں گھوڑوں کے ایک دستہ میں جو پاؤں کے تلوے زمین پہ نہیں لگاتے۔

خذمنھم ما أ توا عفوا إذا غضبوا

ولا یکن ھمک الأ مرالذی منعوا

جب وہ غضبناک ہوں تو لے لو جو وہ تمھیں دیں اور جس چیز کو وہ روک لیں اُس کا ارادہ نہ کر۔

فان فی حربھم فاترك عداوتھم

شراً یخاض علیه السم والسلع

ہماری عداوت کا خیال ترک کردو کیونکہ ہم سے لڑنے کا مزہ زہر سے کڑوا اور بدمزہ اور تلخ ہے۔

أکرم بقوم رسول اللّٰہ شیعتھم

إذا تفاوتت الأ ھواء والشیع

رسول اللہ ﷺ کی قوم اور اُن کا گروہ نہایت محترم و مکرم ہیں یہاں تک کہ لوگ اُس کی خواہش کریں۔

أھدی لھم مدحتی قبل یؤازرہ

فیما أحب لسان حائک صنع

میں نے فصیح و بلیغ زبان میں اُن کی مدح کی ہے اپنے دل کی خواہش کے عین مطابق۔

فا نهم أ فضل الاحیاء کلهم

ان جد فی الناس جد القول او شموا

وہ سب قبائل سے افضل ہیں سنجیدگی میں بھی اور ہنسی مذاق میں بھی کوئی اُن سے مسابقت نہیں کرسکتا۔ [*6]

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اشعار پڑھ چکے تو بنو تمیم کے سردار نے اقرع حابس سے کہا؛ بخدا؛ تمھارے شعر تو الہام جیسے ہیں۔

اقرع بن حابس نے اقرار کیا کہ مسلمانوں کا شاعر اُن کے شاعر سے اعلیٰ ہے اور رسول اللہ ﷺ کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ خوش بیان ہے اِن کا لب ولہجہ اور آوازیں ہم سے بہتر اور بلند ہیں اور اُن کا تخیل ہم سے عمدہ ہے۔ ہم رسول اللہ ﷺ سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگتے ہیں اور قیدیوں کی رہائی کی درخواست کرتے ہیں۔ اس کے بعد اُن میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا انھوں نے اسلام قبول کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف اُن کے قیدیوں کو رہا کیا بلکہ بنی تمیم کے اِن اشراف کو انعام و اکرام سے بھی نوازا۔

9 ہجری، بمطابق جنوری، 631ء

تمیم الداری

تمیم الداری فلسطین کا ایک راہب تھا جب اہل مکہ پوری شدت کے ساتھ دعوت اسلامی سے انکار کر رہے تھے تب وہ مکہ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔تمیم الداری بہت دنوں تک نبی اکرم ﷺ کے پاس رُکے رہے۔اُن دنوں جب مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور مسلمان قریش کی شدید مخالفت کا سامنا کرے رہے تھے۔تب بھی حضرت تمیم الداری کو پورا یقین تھا کہ اسلام عرب و عجم پہ غالب آجائے گا۔اس لیے ایک دن جب وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ صحن حرم میں بیٹھے تھے اور اس مجلس میں قریش کے بہت سے وہ لوگ بھی شامل تھے جو اسلام قبول کرنے سے گریزاں تھے تب حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ نے کہا؛

یا رسول اللہ ﷺ ؛ آپ مجھے ملک شام کے علاقے بیت جبرون اور بیت عینون عطا فرمادیں۔

اور اہل قریش حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کے اس مطالبے پہ حیران رہ گئے اور اُن کا مذاق اڑانے

لگے۔حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ نے اہل قریش کی اس جاہلیت کو بالکل نظر انداز کیا اور نبی اکرم سے دوبارہ مطالبہ کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛

میں تمھیں وہ خطہ زمین دیا۔

حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا؛

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؛ مجھے تحریر لکھ دیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر تمیم الداری کے لیے تحریر لکھ دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں ملک شام میں جاگیر عطا فرمائی ہے۔ اس خط کا متن مجھے مکتوبات نبوی نامی کتاب سے دستیاب ہوا جو مولانا سید محبوب رضوی کی لکھی ہوئی ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام خطوط کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ہم اسے ذیل میں تحریر کر رہے ہیں اس کے بعد ہم وہ خط تحریر کریں گے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کو نو ہجری میں عطا فرمایا؛

مکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمیم الداری کو جو خط عطا فرمایا پہلے اسے تحریر کیا جاتا ہے؛

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”یہ وہ تحریر ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے تمیم الداری کو ملک شام میں جاگیر عطا فرمائی ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ آنحضرت محمد ﷺ کو اس زمین پہ تصرف عطا فرمائے گا تو بیت عینون، بیت جیرون بیت مرطوم اور بیت ابراھیم کے علاقے دارین کو عطا ہوں گے یہ عطیہ تا ابد ہو گا ۔

****

نو ہجری میں جب نبی اکرم ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے تو حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ اپنے بھائی نعیم الداری رضی اللہ عنہ اور قبیلے کے دیگر کئی اہم لوگوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جہاں اُن کے ساتھ آئے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ تب حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ نے تجدید کے لیے نبی اکرم ﷺ کو وہ خط پیش کیا جو آپ ﷺ نے مکہ میں اسے عطا کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے وہ خط لے لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اِن کے لیے نیا خط لکھ دو۔

اس خط کا متن یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ ﷺ نے تمیم الداری کے لیے بیت عینون ، بیت المرطوم ، بیت جبرون اور بیت ابراھیم عطا کر دئیے ھیں ان میں جو کچھ ھے وہ سب اِن کا ھوگا اور جو کوئی انھیں اس سے بے دخل کرنے کی کوشش کرے اس پہ اللہ اور اُس کے فرشتوں کی لعنت ھو۔ [*7]

****

یادرہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد جلد ہی ملک شام فتح ہوگیا تھا اور تمیم الداری کو وہ علاقے عطا فرما دیئے گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق خلیفۃ المسلمین نے اس فرمان رسالت کی تنفیذ کے بارے میں سخت احکامات جاری کیے تھے اور فاتح شام حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو لکھا وہ علاقے جو رسول اللہ ﷺ نے تمیم الداری رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائے تھے فوراً اُن کو منتقل کر دیئے جائیں اور مسلمانوں کو سمجھا دیا جائے کہ کوئی تمیم الداری رضی اللہ عنہ کے خاندان سے

تعرض نہ کرے اور اگر وہ لوگ تمھیں نہ ملیں تو انھیں تلاش کرو اور یہ علاقے اُن کے حوالے کرو۔ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ نے یہ علاقے حاصل کر لیے تھے جبرون بیت المقدس سے اٹھارہ میل کے فاصلے پہ ایک گاؤں تھا اور اس گاؤں کی عظمت کا یہ حال تھا کہ وہاں حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوبؑ جیسے بلند پایہ انبیاء ورسل دفن تھے۔

9 ہجری، بمطابق... جنوری، 631ء

بنوثقیف سرنگوں ہوئے

فتح مکہ کے بعد جب نبی اکرم ابھی مدینہ نہ پہنچے تھے تب حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کے اسلام قبول کیا تھا اس کے بعد وہ اپنے لوگوں کی طرف گئے اور طائف پہنچ کے بنوثقیف کو اسلام کی دعوت دی جس کے جواب میں بنوثقیف نے اُن کو بہیمانہ انداز میں شہید کر دیا تھا اس واقعہ کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے بڑے سردار کو قتل کرنے کے بعد بنوثقیف اب پچھتاوے کا شکار تھے۔حصار طائف کے اردگرد بسنے والے اکثر قبائل اسلام قبول کر چکے تھے اور بنوثقیف اس بات سے آگاہ تھے کہ وہ مسلمانوں کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔اُن کی شہر پناہ نے مسلم افواج کا راستہ روک لیا تھا ورنہ اُن کا حشر بنوہوازن سے بھی برا ہوتا۔دوسری طرف مالک بن عوف نصریؓ نے اُن کی ناک میں دم کیا ہوا تھا وہ طائف کے ہر اُس قافلے کو لوٹ لیتے جو تجارت کی غرض سے قلعے سے نکلتا وہ اِن کے چرواہوں سے اونٹ اور بکریاں چھین لیتے اور اُن کے لوگوں پہ تیز اندازی کرتے اور اُن کا ایک اور دردسر حضرت صخر بن عیلہ الاحمسیؓ

تھے جنھوں نے اپنے قبیلے کے جوانوں کے ساتھ طائف کا محاصرہ کر رکھا تھا اور اُن کا عہد یہ تھا کہ وہ اس وقت تک اِن لوگوں کا محاصرہ جاری رکھیں گے جب تک کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے لیے اپنے قلعوں سے نیچے نہیں اترتے۔ چنانچہ گاہے بگاہے اُن کے تیز انداز قلعے پہ تیز اندازی کرتے رہتے جو اہل طائف کے لیے اذیت کا باعث تھی۔ طائف کے لوگ اب گھبرائے ہوئے تھے وہ دیکھ رہے تھے کہ اسلام کا سورج خطہ عرب پہ پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا صرف اُن کے گھر میں جہالت کا اندھیرا تھا اور نہ اُن کے اردگرد کے بہت سے قبائل کے آنگن بھی اسلام کی روشنی سے مہک رہے تھے۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شہادت کے کئی ماہ بعد جب انھوں نے دیکھا کہ اُن کے پاس صرف ایک راستہ بچا ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں تب انھوں نے اپنی قوم کے صاحب عزت لوگوں کو اکٹھا کیا اور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت قبول کرنے کے لیے مدینہ روانہ کیا۔ ابن کثیر نے بنو ثقیف کے شرفاء کی تعداد پندرہ لکھی ہے۔ امام حلبی نے انیس لکھی ہے جبکہ دوسرے کئی مورخین نے بنو ثقیف کے اُس وفد کی تعداد پانچ بیان کی ہے جو نبی اکرم ﷺ کے پاس مدینہ پہنچے۔ پانچ افراد کے وفد والی روایت حالات و واقعات سے مطابقت نہیں رکھتی اس لیے کہ بنو ثقیف عربوں کا ایک بڑا اور طاقتور قبیلہ تھا چنانچہ ہم نے دوسری روایت کو ترجیح دی ہے اور سات فراد کے نام تو مورخین نے تحریر بھی کیے ہیں۔ مورخین نے بنو ثقیف کے وفد سے جن لوگوں کے نام تحریر کیے ہیں اُن میں عبد یا لیل، شرجیل بن غیلان، کنانہ بن عبد یا لیل، عثمان بن ابی العاص، حکم بن عمرو، وہب بن معتب، سلمہ بن معتب شامل ہیں۔ جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو اُن کی ملاقات اپنے قبیلے کے ایک شخص حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو مدینہ سے باہر اونٹ چرا رہے تھے انھوں نے دیکھا کہ آخر اللہ نے اُن کے قبیلے کو ہدایت بخشی ہے اور وہ اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ آ پہنچے ہیں تو وہ ایک تیز رفتار اونٹ پہ سوار ہو کے مدینہ کی طرف بھاگے تا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خوشخبری سنا سکیں کہ بنو ثقیف آ رہے ہیں۔ حضرت ابو

بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اس قدر تیزی سے مدینہ کی طرف جاتے دیکھا تو انھیں روک لیا اور پوچھا اتنی عجلت کی وجہ کیا ہے؟

انھوں نے جواب دیا اللہ نے میرے قبیلے کو ہدایت بخشی ہے اور وہ آ پہنچا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا؛

میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں نبی اکرم ﷺ تک یہ خوشخبری پہنچانے کا موقع مجھے دو۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مان گئے اور اپنے قبیلے کی طرف لوٹ گئے ۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کی طرف روانہ ہو گئے جہاں نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو بنو ثقیف کی آمد کی خوشخبری سنائی تو نبی اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے۔قبل ازیں کئی مواقع پہ صحابہ نبی اکرم ﷺ سے بنو ثقیف کے خلاف بددُعا کی درخواست کر چکے تھے تاہم نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ بنو ثقیف کے لیے دُعا ہی کی۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کے لوگوں سے ملے اور انھیں دربار رسالت میں حاضری کے آداب سے آگاہ کیا۔مگر بنو ثقیف بدستور جاہلیت کے طریق اپنائے ہوئے تھے۔بنو ثقیف مدینہ میں اترے تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا اِن کے لیے مسجد کے ایک کونے میں ہی خیمہ نصب کر دو تاکہ یہ مسلمانوں کا طریقہ سیکھ لیں۔بنو ثقیف کا وفد مسجد میں ہی ٹھہرا اُن کے لیے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے کھانا لاتے تھے کہ اُن کی بنو ثقیف سے قربت تھی۔

حضرت عثمان بن ابی العاص اُن میں سب سے کم سن تھے اس لیے انھوں نے حضرت عثمان بن ابی العاص کو اپنے سامان کی رکھوالی کے چھوڑ دیا حالانکہ سارے وفد میں صرف عثمان بن ابی العاص ہی کو دین اسلام سیکھنے کا شوق تھا اس لیے انھوں نے اپنی مصروفیت کے باوجود تھوڑے ہی دنوں میں پوری سورۃ بقرہ یاد کر لی تھی اُن کے شوق کا یہ عالم تھا کہ جب وہ دیکھتے کہ نبی اکرم ﷺ کسی کام میں مصروف ہیں یا آرام فرما رہے ہیں تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ جاتے اور اُن سے قرآن سیکھتے رہتے۔بنو ثقیف کئی روز سے نبی اکرم ﷺ کے ہاں

مقیم تھے وہ مسلمانوں کو مسجد نبوی میں عبادت کرتا دیکھتے تھے قرآن حکیم کی آیات اُن کی سماعتوں میں تھیں اس کے باوجود یہ اس قدر کرخت لوگ تھے کہ اُن کے دل نرم نہ ہوسکے اور انھوں نے اسلام قبول کرنے کی درج ذیل شرائط نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیں۔

انھوں نے کہا؛

ہم کو نماز پڑھنے سے رخصت عطا کی جائے۔

ہم سے زکواۃ کو موقوف کردیا جائے۔

ہم کو زنا کرنے کی اجازت دی جائے۔

ہم کو شراب پینے کی اجازت دی جائے۔

ہمارے بت ''لات'' کو تین سال تک مسمار نہ کیا جائے۔

ہم پہ کسی اور قبیلے کا امیر نہ بنایا جائے۔

ہم کو جہاد سے رخصت عطا فرمائی جائے۔

ہم سے عشر اور جزیہ وصول نہ کیا جائے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اُن کی تمام شرائط کو مسترد کردیا اگرچہ وہ برابر اس پہ اصرار کرتے رہے، آخر اُن کے سرداروں نے خود کو رسول اللہ ﷺ کے سپرد کردیا اور تمام شرائط کو ختم کردیا تب نبی اکرم ﷺ نے اُن پہ احسان کیا اور اُن کا یہ مطالبہ مان لیا کہ وہ اپنے بت کو مسمار نہ کریں یہ کام دوسرے مسلمان خود کرلیں گے۔ دراصل اہل طائف نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا تھا کہ ہمیں اپنے بت کو مسمار کرنے سے خوف آتا ہے اس لیے آپ چاہیں تو اس کو مسمار کرادیں ہم کوئی اعتراض نہ کریں گے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اُن کے ساتھ روانہ کیا جنھوں نے اُن کے بت کو مسمار کیا اور اسے زمین کے برابر کردیا۔ جب وہ واپس ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان بن ابی العاص کو اُن کا امیر مقرر کیا اور اُن کو نصیحت کرتے ہوئے کہا؛

عثمان اللہ کا خوف کرنا اور نماز کو ہلکی رکھنا۔

بنو ثقیف یہ وفد واپس پہنچا اور انھوں نے اپنے قبیلے کو اسلام کی دعوت دی فوری طور پہ قبیلے نے اس حکم کو ماننے سے انکار کیا تاہم جب اُن کے سرداروں نے اِن سے کہا کہ اگر تم اسلام قبول کرنے پہ راضی نہیں ہو تو جنگ کی تیاری کرو عنقریب تمھیں مہیب اسلامی لشکروں کا سامنا کرنا پڑے گا اور تم جانتے ہو کہ اب تم اسلامی افواج کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے چنانچہ رفتہ رفتہ بنو ثقیف کے تمام لوگ اسلام لے آئے اور یوں اسلام کو اُن سے تقویت حاصل ہوئی اور اُن کے دلوں میں اسلام کی روشنی پھیل گئی۔

9 ہجری، بمطابق جنوری، 631ء

بنو عدی ایمان لائے

قبیلہ طے عربوں کا نہایت مقبول قبیلہ تھا۔حاتم طائی اسی قبیلے کا فرزند تھا جس کی سخاوت کے چرچے چار دانگ عالم میں پھیلے ہوئے تھے۔حاتم رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے وفات پا چکا تھا تاہم نبی اکرم ﷺ نے اُسے اچھے الفاظ میں یاد کیا ہے۔حاتم طائی کے بیٹے عدی بن طائی نے اسلام قبول کیا جس کے ساتھ اُن کی قوم کے لوگ تھے۔رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ عدی بن حاتم کی خوب تکریم کیا کرتے تھے۔ایک بار کسی وفد کے ساتھ حضرت عدی بن حاتم ؓ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو انھوں نے محسوس کیا کہ حضرت عمرؓ نے اُن کو نظر انداز کیا ہے۔تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا؟ اے امیر المومنین؛ کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا؛ عدی میں تم کو کیسے بھول سکتا ہوں کہ جب تم نے اسلام قبول کیا تب یہ لوگ کافر تھے تم اس وقت آئے جب یہ لوگ غیر حاضر تھے تم نے تب وفا کی جب یہ لوگ دغا پہ اترے ہوئے تھے۔اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ بٹھایا اور اُن کی

خوب تکریم کی۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اور سفانہ بنت حاتم سے جو روایات درج کی ہیں اُن کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے ہم نے اس واقعہ کو بیان کرنے میں سیرت ابن ہشام سے بھی مدد لی ہے۔

سفانہ بنت حاتم کی یہ روایت ہم نے سیرت ابن کثیر سے تحریر کی ہے۔

چنانچہ حضرت کمیل بن زیاد نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بنو طے کے بت کو تباہ کرنے کے بعد واپس آئے تو اُن کے ساتھ بنو طے کے قیدی بھی تھے۔اُن میں ایک لڑکی تھی جس کا حسن چمکتے چاند کی طرح تھا اور اُس کا سراپا لوگوں کو حیران کرتا تھا۔میں نے دل میں سوچا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس لڑکی کو اپنے لیے مانگ لوں گا تبھی وہ لڑکی کھڑی ہوئی اور اُس نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا؛اے محمد (ﷺ)؛

اگر آپ مجھے آزاد کر دیں اور دیگر عرب قبائل کو ہم پہ خوش ہونے کا موقع نہ دیں تو یہ آپ کا احسان ہوگا اور ہم احسان بھولنے والے لوگوں میں سے نہیں ہیں میں اپنی قوم کے رئیس کی بیٹی ہوں میرا والد ذمہ داری کا احساس کرتا تھا اسیروں کو رہا کرتا تھا،بھوکے کو کھانا کھلاتا تھا،ننگے کو لباس پہناتا تھا،مہمان نوازی کرتا تھا،ضرورت مند کو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتا تھا،لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا اور سلام کو عام رواج دیتا تھا میرے والد کا نام حاتم طائی تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اے لڑکی؛تو نے اپنے والد کی جو صفات بیان کی ہیں وہ یقیناً ارفع ہیں اگر وہ زندہ ہوتا تو ہم یقیناً اس کے لیے دُعا کرتے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا اس لڑکی کو آزاد کر دو۔

نبی اکرم ﷺ نے سفانہ بنت حاتم سے فرمایا؛

اے لڑکی جلدی نہ کرنا جب تمھیں ایسے لوگ مل جائیں جن پہ تم اعتماد کر سکو تب مجھے بتانا ہم تمھیں اُن کے ساتھ بھیج دیں گے۔سفانہ بنت حاتم نے کہا کہ ہم کو مسجد نبوی کے ساتھ متصل

ایک حجرے میں رکھا گیا تھا اور لوگ ہم سے عزت کے ساتھ پیش آتے تھے۔اُن دنوں مدینہ میں کثرت سے قافلے اترتے رہتے تھے تھوڑے دنوں بعد میں نے قبیلہ بلی اور بنو قضاعہ کے لوگوں کو دیکھا اور اُن سے درخواست کی کہ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں انھوں نے حامی بھر لی۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع کی۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے سواری بھی عطا فرمائی اور زادِراہ بھی دیا اور مجھے اِن لوگوں کے ساتھ رخصت کیا اگرچہ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اِن کے دین کو قبول کر لوں مگر میں جھجک گئی اور تھوڑے عرصے بعد اسلام قبول کیا جب میرے سارے قبیلے نے اسلام قبول کیا تھا میں بنو قضاعہ کے لوگوں ساتھ سفر کرتی رہی حتیٰ کہ میں اپنے بھائی تک پہنچ گئی۔

اب عدی بن حاتم کی زبانی اُن کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے انھوں نے کہا؛

میں اسلام کی بڑھتی ہوئی ریاست سے آشنا تھا اور مجھے دیگر بہت سے عربوں کی طرح مسلمانوں سے نفرت تھی اس لیے کہ مجھے شک تھا جلد یا بدیر مسلمان مجھ سے میری ریاست چھین لیں گے ۔میں نے مذہب نصرانیت قبول کر رکھا تھا اور میرے قبیلے کے بہت سے لوگ میرے دین پہ تھے حقیقت میں مَیں اُن کا بادشاہ تھا وہ اپنی آمدنی کا چوتھا حصہ مجھے دیتے جو اس قدر گراں بہا ہوتا کہ میں ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا۔

اس لیے میں ایک ایسی زندگی بسر کر رہا تھا جس میں کسی قسم کی تبدیلی میرے لیے ناگوار تھی مگر میں جانتا تھا کہ میرے اطراف مسلمانوں کی افواج مختلف علاقے فتح کر رہی ہیں اس لیے میں نے اپنے ایک عربی غلام سے کہہ رکھا تھا کہ وہ چند ایسے گھوڑے تیار رکھے جو طاقتور ہوں اور اکھڑ نہ ہوں اور جب وہ مسلمانوں کے لشکر کو دیکھے تو مجھے اطلاع کرے۔

پھر ایک روز وہی ہوا جس کا مجھے کافی عرصے سے خدشہ تھا۔

میرا عربی غلام بھاگا ہوا آیا اور اُس نے کہا؛

محمد (ﷺ) کا لشکر آ پہنچا ہے میں نے اُن کے لہراتے ہوئے پرچم دیکھے ہیں زیادہ دیر نہیں کہ

وہ آ پہنچیں گے۔

عدی بن حاتم نے کہا؛ تم نے جو گھوڑے تیار کرر کھے ہیں انھیں لے آؤ۔

وہ گھوڑے لے آیا جس پہ میں نے اپنی بیوی اور بچوں کو سوار کیا اور ملک شام کی طرف بھاگ گیا جہاں میرے ہم مذہب کثرت سے تھے۔

اور میں جلدی میں اپنی بہن کو بھی پیچھے چھوڑ گیا۔

میرے بعد مسلمانوں کا لشکر پہنچا اور انھوں نے اسے گرفتار کر لیا۔

میں ملک شام میں سکونت پذیر تھا اور اپنی بہن کے لیے کسی قدر پریشان بھی تھا ایک روز میں نے دیکھا کہ ہمارے خیمے سے دور صحرا سے ایک قافلہ گزرا ہے جس سے ایک شتر سوار الگ ہوا اور میرے خیمے کی طرف آنے لگا۔

میرے دل میں خواہش جاگی کہ کاش یہ میری بہن ہو۔

اور تھوڑی دیر بعد جب فاصلہ قدرے کم ہوا تو میں نے جانا کہ وہ میری بہن ہی تھی میں خوشی سے نہال ہو گیا۔

میری بہن میرے قریب پہنچی اور ہودج سے اترنے سے قبل ہی مجھے طعنے دینے لگی؛ تجھے اپنی بیوی اور بیٹے تو یاد رہے مگر تو حاتم کی بیٹی اور اپنی بہن کو غیروں کے رحم و کرم پہ چھوڑ کے چلتا بنا تجھے ذرا بھی شرم نہ آئی کہ تو اپنی بہن کو دشمن کے لیے چھوڑ آیا۔

میں نے اپنی بہن سے کہا؛

میری بہن یہ اِن باتوں کا وقت نہیں میں مانتا ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے اور میں شرمندہ ہوں۔

تم نیچے اترو اور اچھی باتیں کرو۔

میری بہن میرے ہاں اتر آئی جب ایک دو روز گزرے تو میں نے اپنی بہن سے پوچھا؟

تم نے اُن لوگوں کو کیسا پایا ہے اور محمد ﷺ کس بات کی دعوت دیتے ہیں۔

میری بہن نے جواب دیا۔

بھائی؛ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ جس قدر جلدی ہو سکے تم اُن کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ کیونکہ مجھے پختہ یقین ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات تو یقینی ہے یا تو وہ تو اللہ کے سچے رسول ہیں تب اُن کی اطاعت قبول کرنے میں تمھارے لیے خیر کے سوا کچھ نہیں اور یا وہ بادشاہ ہیں تو اگر وہ بادشاہ ہوئے تو بادشاہوں کو تجھ جیسے زیرک اور دانا مصاحبین کی ضرورت رہتی ہیں اس لیے میں سمجھتی ہوں کہ وہاں تمھاری تعظیم کی جائے گی۔

عدی بن حاتم نے کہا؛

بہن؛ میں نے تمھاری بات سن لی ہے اور اس فیصلے پہ پہنچا ہوں کہ مجھے مدینہ میں حاضر ہو جانا چاہیے تاکہ میں بھی اُس فلاح میں حصہ پاسکوں جس سے اب عرب بھر میں شاید ہی کوئی محروم ہو۔

چنانچہ میں شام سے روانہ ہوا اور مدینہ جا پہنچا۔

رسول اکرم ﷺ اُس وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے میں آپ ﷺ کے سامنے گیا اور اپنا تعارف کرایا۔

میں نے کہا؛

اے اللہ کے رسول؛ میں عدی بن حاتم ہوں اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ بٹھایا اور میری تکریم کی۔

کچھ دیر بعد نبی اکرم ﷺ نے میرا بازو پکڑا اور مجھے اپنے ساتھ لے کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے، راستے میں ایک بوڑھی خاتون نے نبی اکرم ﷺ کو روکا اور کہا؛

اے محمد (ﷺ)؛ میری بات سنو۔

اور نبی اکرم ﷺ کتنی ہی دیر اُس بوڑھی عورت کے سامنے کھڑے رہے اور توجہ سے اُس کی بات سنتے رہے۔

میں نے قیصر و کسریٰ کے دربار دیکھے تھے اُن بادشاہوں کی رعونت اور کروفر کا قریب سے مطالعہ کیا تھا چنانچہ میں نے دل میں کہا؛ بخدا یہ شخص بادشاہ نہیں ہوسکتا اس لیے کہ اس میں بادشاہوں والی کوئی بات نہیں بلکہ پیغمبروں کی سی سادگی اور عجز ہے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ مجھے لے کر اپنے گھر پہنچے جہاں کی سادگی میں وہ سکوت اور رعب تھا جس سے قیصر و کسریٰ کے آراستہ دربار عاری تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا ایک تکیہ اٹھایا اور مجھے پیش کیا کہ اس پہ بیٹھو۔

میں نے ذرا تکلف کیا اور کہا؛ نہیں اس پہ آپ بیٹھیں۔

مگر نبی اکرم ﷺ نے اصرار کیا اور فرمایا؛

نہیں اس پہ تم ہی بیٹھو گے کیونکہ تم مہمان ہو۔

میں اُس تکیے پہ بیٹھ گیا تو نبی اکرم ﷺ میرے سامنے ہی ننگے فرش پہ بیٹھ گئے۔

میں آپ ﷺ کی اس سادگی اور مہمان نوازی سے شدید متاثر تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ شخص بادشاہ تو کسی صورت نہیں ہوسکتا البتہ اللہ کا رسول ضرور ہوسکتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا اور مخاطب کرتے ہوئے فرمایا؛

اے حاتم کے بیٹے؛ کیا تم عیسائیوں کے فرقے رکوسی سے تعلق نہیں رکھتے۔

عدی بن حاتم نے جواب دیا؛

جی یارسول اللہ؛

نبی اکرم ﷺ نے کہا؛

کیا تم اپنی قوم سے چوتھا وصول نہیں کرتے۔

عدی بن حاتم نے کہا؛

ہاں یارسول اللہ ﷺ؛

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

کیا تم نہیں جانتے کہ تمھارے مذہب میں چوتھا حرام ہے۔

اور میں ششدر رہ گیا کیونکہ حقیقت یہی تھی مگر لوگ اس بات کو بھول چکے تھے اور ہم جو اُن کے سردار تھے انھیں یہ بات یاد نہیں دلانا چاہتے تھے ورنہ ہم کنگال ہو جاتے۔

عدی بن حاتم نے آہستہ سے کہا؛

حقیقت وہی ہے جو آپ نے بیان کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا؛

تم شاید اس لیے اسلام قبول نہیں کرنا چاہتے کہ ہم لوگ غریب ہیں۔

پھر خود ہی فرمایا؛ مگر یاد رکھو کہ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب مسلمانوں کے پاس اس قدر مال و دولت ہوگا کہ وہ ضرورت مند کو تلاش کرتے پھریں گے تا کہ وہ اسے اپنے صدقات دے سکیں مگر انھیں کوئی ضرورت مند نظر نہ آئے گا۔

اس کے بعد فرمایا؛

اے حاتم کے بیٹے ؛ یا شاید تم یہ سوچ کے اسلام سے گریزاں ہو کہ مسلمان کم ہیں اور اُن کے دشمن بہت زیادہ مگر یاد رکھ عنقریب یہ سب لوگ اس طرح میرے مطیع و تابع فرمان ہو جائیں گے کہ تو دیکھے گا کہ ایک عورت اپنے اونٹ پہ سوار ہو کے تنہا قادسیہ سے نکلے گی اور مکہ پہنچ کے حج کرے گی اور راستے میں اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔

یا پھر تو اس لیے اسلام قبول کرنے سے ہچکچا رہا ہے کہ تو دیکھتا ہے کہ ملک اور سلطنت تو غیروں کے قبضے میں ہے مگر یاد رکھ عنقریب تو دیکھے گا کہ اسلامی لشکر قیصر و کسریٰ کے محلوں میں داخل ہوں گے اور بابل کے قصر ابیض پہ اسلامی پرچم کو لہرائیں گے۔

میں غور سے رسول اللہ ﷺ کی بشارتیں سن رہا تھا اور میرے دل سے ایک ایک کر کے پردے سرک رہے تھے آخر میں نے رسول اللہ ﷺ کو روک دیا اور کہا؛

بس کیجیئے یا رسول اللہ ﷺ میں اس امر پہ ایمان لایا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

اور محمد ﷺ اُس کے سچے رسول ہیں۔

عدی بن حاتم کے حکم سے بعد میں اُن کی ساری قوم نے اسلام قبول کر لیا۔

عدی بن حاتم کہا کرتے۔

اُس روز نبی اکرم ﷺ نے مجھے جو بشارتیں سنائیں تھیں اُن میں سے دو پوری ہو چکیں ہیں کہ میں اُن لشکروں میں شامل تھا جنھوں نے قیصر و کسریٰ کے محل اجاڑے اور بابل کے قصر ابیض پہ ہلالی پرچم لہرایا اور میں نے قادسیہ کی اُس شترسوار عورت کو بھی دیکھا جو تن تنہا اپنے وطن سے نکلی اور بیت اللہ کا حج کیا۔

تیسری بشارت ابھی پوری ہونی باقی ہے اگر میری عمر نے وفا کی تو میں دیکھوں گا مسلمانوں کو اپنے صدقات اور زکواۃ دینے کے لیے ضرورت مند کی تلاش ہے اور یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں پوری ہوئی کہ اسلامی خزانے دولت سے لبریز ہو چکے تھے اور لوگ اس قدر مستحکم معاشی حیثیت اختیار کر گئے تھے کہ انھیں اپنی زکواۃ و صدقات ادا کرنے کے لیے ضرورت مند کی کھوج کرنا پڑتی۔

الحمد و للہ۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

"اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا"

مجموعی طور پر تو اہل عرب اب اسلام کو اپنا دین قرار دینے کے لیے تیار ہو چکے تھے مگر انفرادی طور پر متعدد عرب سردار تھے جو اہل مدینہ کی عزت و مقام سے حسد کرتے تھے جیسا کہ بنو عامر کے یہ سردار جن کا تذکرہ ذیل کے صفحات میں کیا گیا ہے۔

9 ہجری، بمطابق جنوری، 631ء

بنی عامر بن صعصعہ

بنی عامر کے اکثر لوگ اسلام قبول کر چکے تھے اور پختگی سے اپنے ایمان پہ قائم تھے۔ تاہم اُن کے کچھ بدسرشت لوگ ابھی تک اسلام سے گریزاں تھے جن میں عامر بن طفیل اربد بن مقیس بن ربیعہ اور جعفر بن خالد وغیرہ شامل تھے۔ یہ لوگ اپنے دل میں برائی کی پرورش کرتے رہے۔ عامر بن طفیل نہایت متکبر شخص تھا جب لوگ اُس سے کہتے کہ سارا قبیلہ محمد رسول اللہ ﷺ کی صداقت پہ ایمان لے آیا تو تم کیوں اس سے گریزاں ہو تو وہ تکبر سے کہتا میں اس قریشی نوجوان کا تابعدار بن جاؤں حالانکہ نجد کے تمام گھوڑوں کی لگامیں میری مطیع ہیں۔ پھر عامر بن طفیل اور اربد بن مقیس نے نبی اکرم ﷺ کو قتل کرنے کی سازش تیار کی اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

عامر بن طفیل نے اپنے ساتھی اربد سے کہا؛

میں اُس شخص کو باتوں میں لگاؤں گا تم اُس پہ تلوار سے وار کر دینا۔

وہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے آ بیٹھے۔

عامر بن طفیل نے کہا؛

اے محمد؛ مجھ سے دوستی کر لیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ تم اسلام قبول کر لو اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔

عامر بن طفیل نے کہا؛

اسلام قبول کر لینے کی صورت میں مجھے کیا ملے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ جو دیگر مسلمانوں کو ملے گا وہی تجھ کو بھی ملے گا جو فرائض دوسرے مسلمانوں کے ذمہ ہوں گے وہ تیرے ذمہ بھی ہوں گے۔

عامر بن طفیل نے کہا؛

میں اسلام قبول کر لیتا ہوں آپ اس بات کا اعلان کر دیں کہ آپ نے مجھے اپنے بعد حکمران بنایا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

یہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ وہ کس کو حکمرانی عطا کرتا ہے اور کس کے ہاتھ محض ذلت آتی ہے۔

عامر بن طفیل نے کہا؛

اچھا اگر آپ اس بات پہ بھی راضی نہیں تو میں اسلام قبول کر لیتا ہوں شہری علاقوں پہ آپ حکمران رہیں اور دیہی علاقوں کی حکمرانی مجھے سونپ دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

میں تمھیں فوج میں مقام دیتا ہوں میں گھوڑوں کی لگامیں تیرے تابع کر دوں گا عامر بن طفیل نے کہا؛

اہل نجد کے گھوڑوں کی لگامیں تو اب بھی میرے پاس ہیں پھر وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا؛

آپ نے میری کوئی بات نہیں مانی میں عنقریب بے شمار فوجوں کے ساتھ یہاں اتروں گا میرے ساتھ نجد کے نوجوانوں کا لشکر ہو گا جو مدینے کی ہر کھجور کے ساتھ اپنا گھوڑا باندھیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور اس کے لیے بددُعا کی۔
اے میرے اللہ؛ مجھے اس شخص کے شر سے محفوظ رکھ جس طرح تو چاہے۔
عامر بن طفیل اور اربد بن مقیس نبی اکرم ﷺ سے رخصت ہوئے تو باہر آ کے عامر بن طفیل نے اربد سے کہا؛
میں تجھے کس مقصد کے لیے اپنے ساتھ لایا تھا تو نے حملہ کیوں نہیں کیا۔
اربد نے کہا؛
خدا کی قسم؛ میں نے جب بھی تلوار نکالنے کا ارادہ کیا تو ہی میرے اور اُن کے مابین حائل ہوا مجھے صرف تو ہی دکھائی دیتا تھا اور میں حملہ کرنے سے رُک گیا کہ مبادا تلوار تجھے جا لگے۔
عامر بن طفیل نے کہا؛
میں تجھے ایک بہادر آدمی سمجھتا تھا مگر تو پرلے درجے کا بزدل ہے آج سے میرا تجھ سے کوئی تعلق نہیں مجھ سے الگ ہو جا۔
چنانچہ اربد اپنی راہ چل دیا اور عامر بن طفیل اپنے قبیلے کی طرف لوٹا راستے میں وہ بنی سلول کی ایک عورت کے ہاں اترا تو اُس نے جانا کہ اُس کے گلے میں گلٹی نکل آئی ہے اللہ تعالیٰ نے اُس کو طاعون میں مبتلا کر دیا تھا۔
وہ بنی سلول کی اس عورت کے گھر سے نکلا اور شعر پڑھتا ہوا سوار ہو گیا۔
اُس کی موت اُس گھوڑے پہ ہی ہوئی۔
دوسری طرف اربد تھا جو عربوں کے مشہور شاعر اور صحابی رسول ابن لبید کا بھائی تھا اپنے قبیلے میں پہنچا تو لوگوں نے اُس سے دریافت کیا تم نے اسلام قبول کر لیا ہے۔
اربد نے جواب دیا۔
تم اسلام کی بات کرتے ہو خدا کی قسم میں اُس شخص کو پاؤں تو قتل دوں۔
لوگوں نے اسے اللہ کے عذاب سے ڈرایا مگر وہ نہ ڈرا۔

چند روز بعد وہ اپنا اونٹ فروخت کرنے کو نکلا تو بیچ صحرا اللہ تعالیٰ نے آسمانی بجلی کو حکم دیا کہ اس شخص کو چاٹ لے چنانچہ وہ آسمانی بجلی کا شکار ہوا اور اسی دنیا میں جل مرا۔ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سورۃ رعد کی یہ آیات اسی موقع پہ نازل کی گئیں تھیں۔

" هُوَالَّذِىْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنْشِئُى السَّحَابَ الثِّقَالَ o
وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ
فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِى اللّٰهِ وَ هُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ O

(القرآن الحکیم سورۃ آلرعد ۱۳ ؛ آیات ؛۱۳)

ترجمہ؛

"وہی ہے جو تمھارے سامنے بجلیاں چمکاتا ہے جنہیں دیکھ کر تمھیں اندیشے لاحق ہوتے ہیں اور امیدیں بھی بندھتی ہیں ،وہی ہے جو پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھاتا ہے اور بادلوں کی گرج اُس کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتی ہے اور فرشتے اُن کی ہیبت سے لرزتے ہوئے اُس کی تسبیح بیان کرتے ہیں وہ کڑکتی ہوئی بجلیوں کو بھیجتا ہے اور بسا اوقات انھیں جس پہ چاہتا ہے عین اس حالت میں گرا دیتا ہے جب کہ وہ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں فی الواقع اُس کی چال بڑی زبردست ہے"۔

9 ہجری، بمطابق جنوری، 631ء

عروۃ المرادی

اسلام کا آفتاب پوری آب وتاب کے ساتھ طلوع ہو چکا تھا اور اُس کی کرنیں جہاں اہل عرب کے آنگن روشن کر رہی تھیں وہیں اب دور دراز عرب سے بھی قبائل کے وفود مدینہ میں اترنا شروع ہو چکے تھے۔ چنانچہ قبیلہ مراد کا ایک وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا رئیس عروہ المرادی تھے۔ وہ اپنے علاقے کے بہت اہم شخص تھے وہ شاہ کندہ کے دربار سے وابستہ تھے جب انھوں نے حق کو جانا تب اُن کے سامنے دو ہی راستے تھے یا تو وہ جاہ وحشمت کی اس زندگی کو جاری رکھیں اور اپنے ضمیر کی آواز کو دبا دیں یا پھر جہالت کی اس زندگی کو خیر باد کہہ دیں اور اسلام قبول کر لیں۔ اور انھوں نے دوسری صورت کو ترجیح دی شاہانِ کندہ کو جواب دیا اور چند لوگوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ عروہ المرادی کا دل دکھا ہوا تھا اس لیے کہ اس بات کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا جب اُن کے قبیلے کو قبیلہ ہمدان کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا اس جنگ میں اُن کے بہت سے آدمی مارے گئے تھے اور قبیلہ مراد ابھی تک اس صدمے میں تھا۔ چنانچہ عروہ المرادی جو آتے جاتے

قافلوں سے اسلام کی حقانیت کو جان چکے تھے اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے بھی آگاہ تھے انھوں نے اپنے قبیلے کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی قبیلے نے باہم مشاورت سے اپنے اہم لوگوں کو عروہ المرادی کے ہمراہ مدینے روانہ کیا تا کہ وہ اسلام کو جاننے کے بعد باہمی مشاورت سے فیصلہ کر لیں۔

قبیلہ مراد اور قبیلہ ہمدان کے مابین ہونے والے اس معرکے کو تاریخ عرب میں یوم روم کے نام سے یاد کیا جاتا۔

عروہ المرادی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عروہ المرادی رضی اللہ عنہ سے جنگ روم میں اُن کی شکست پہ افسوس کا اظہار کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے عروہ بن مرادی رضی اللہ عنہ کو ہی قبیلہ مراد کا امیر مقرر کیا اور صدقات کی وصولی میں اُن کی معاونت کے لیے حضرت خالد بن سعید العاص رضی اللہ عنہ کو اُن کے ساتھ روانہ کیا ۔حضرت خالد بن سعید العاص رضی اللہ عنہ حضرت عروہ المرادی کی محبت کی وجہ سے ایک عرصہ تک وہیں مقیم رہے اور اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہے حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا۔

بنو حنیفہ

اسلام کی جڑیں اہلِ عرب کے اندر بار پارہی تھیں اور وہ ذوق وشوق سے اسلام کی طرف بڑھ رہے تھے ایسے میں کچھ قبیح کرداروں کا بھی پتا چلتا ہے جن کو اس دنیا کی ہوس نے دیوانہ بنا رکھا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کی شان دیکھتے اور کڑھتے رہتے کہ یہ شان وعزت اُن کو کیوں نہیں عطا کی گئی۔ دراصل وہ خالق سے اس بات کے شاکی تھے کہ اُن کی اخلاقی پستیوں کے باوجود اُن کو عزت وسربلندی کے مناصب کیوں نہ عطا کیے گئے۔ دوسرے لفظوں میں انھیں اللہ تعالیٰ کی تقسیم پہ اعتراض تھا۔ چنانچہ اہلِ عرب میں کتنے ہی سردار تھے جن کے دل رسول اللہ ﷺ کی عظمت وسطوت دیکھ کے کڑھتے تھے اِن میں سے کچھ کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمائی اور کچھ کو خائب وخاسر کیا۔ اُن خائب وخاسر ہونے والوں میں مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا جس کا تعلق نجد کے علاقے یمامہ سے تھا اور اُس کا قبیلہ بنو حنیفہ تھا۔ بنو حنیفہ نے جب دیکھا کہ عزت تو اب صرف مدینہ کے دیوار ودر سے وابستہ ہونے میں ہے تو اُن کا سترہ رکنی وفد مدینے میں حاضر ہوا جس میں مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا۔ بنو حنیفہ کا وفد جب مسجد نبوی میں داخل ہوا تو بنو حنیفہ نے اپنے رئیس مسیلمہ کذاب پہ ایک چادر ڈال رکھی تھی اور یہ عرب میں کوئی اجنبی منظر نہ تھا بہت سے لوگ اپنے سرداروں کی تکریم اور ہیبت کو قائم رکھنے کے لیے اُن کے سر پہ چادر ڈال دیا کرتے تھے۔ مسیلمہ کے پیروکار جب اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اس وقت

نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی جس پہ کچھ پتے بھی تھے۔ مسیلمہ کذاب نے نبی اکرم ﷺ سے مطالبہ کیا مجھے اپنی نبوت میں شریک کرلیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بلکہ میں تو تجھے کھجور کی یہ ٹہنی بھی نہ دوں۔ جب مسیلمہ کذاب نے نبی اکرم ﷺ سے نبوت میں شرکت کی فرمائش کی تو نبی اکرم ﷺ کو کچھ راتیں اِدھر دیکھا ہوا ایک خواب یاد آ گیا اور آپ ﷺ نے خیال کیا کہ یہ اُن میں سے ایک ہے جن کی طرف اُس خواب میں اشارہ کیا گیا تھا۔

امام مسلم اور امام بخاری نے اپنی صحاح میں اُس خواب کو مستحکم روایت سے بیان کیا ہے۔

کہا گیا کہ بنو حنیفہ کے مدینہ میں اترنے سے چند راتیں قبل ایک رات جب نبی اکرم ﷺ محو استراحت تھے تب آپ ﷺ نے دیکھا کہ اُن کے پاس ساری دنیا کے خزانے لائے گئے اور اُن کے ہاتھوں میں دو کنگن پہنا دیئے گئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ امر مجھ پہ گراں گزرا تو مجھ پہ وحی کی گئی کہ اِن دونوں کنگنوں کو پھونک ماریں تو یہ اڑ جائیں گے چنانچہ میں نے اُن کو پھونکا تو وہ غائب ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی کہ عنقریب یعنی میری زندگی میں ہی دو جھوٹے نبی ظاہر ہوں گے اور میں اُن دونوں کے درمیان ہوں گا۔ اور نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ہی یمامہ کے مسیلمہ کذاب اور صنعا کے اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ نبی اکرم ﷺ جب مسیلمہ کذاب اور اُس کے وفد کے مطالبے کو حقارت سے ٹھکرا دیا تو وہ اپنے وطن کو لوٹ گئے جہاں پہنچ کے مسیلمہ کذاب نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو جمع کیا اور اُن سے کہا؛ جب میں چادر کے اندر سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بات چیت کر رہا تھا تب انھوں نے مجھے اپنی نبوت میں شریک کر لیا چنانچہ اب تم پہ صرف میرا حکم ماننا واجب ہے۔ قبیلہ بنو حنیفہ میں اگرچہ بہت سے مسلمان تھے مگر اسلام ابھی اُن کی رگوں میں گہرا نہ اترا تھا اس لیے وہ مسیلمہ کذاب کی عیاری میں آ گئے اور قبیلے کے بہت سے نوجوان قبائلی عصبیت کی بنا پہ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے رفتہ رفتہ اُس کا سارا قبیلہ مرتد ہو گیا اور مسیلمہ کذاب کے ماننے والوں کی تعداد

بہت بڑھ گئی۔ مسیلمہ کذاب نے اپنے لوگوں کی آسانی کے لیے ایک نئی شریعت وضع کی جس میں نماز شامل نہ تھی اور زنا اور شراب حلال تھی۔ چنانچہ وہ لوگ جو اسلام کی پابندیوں کو قبول نہ کرتے تھے اور جن کے دل میں خالق سے بے اعتنائی کی بیماری تھی اُن لوگوں نے مسیلمہ کے بارے میں محیر العقول باتیں کرنا شروع کر دیں جس کی وجہ سے بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ دس ہجری میں اس بد بخت کے اندر اس قدر جرأت پیدا ہو گئی تھی کہ اس نے اپنا قاصد نبی اکرم ﷺ کی طرف روانہ کیا جنھوں نے مسیلمہ کا خط رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا۔ نبی اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے جب مسیلمہ کذاب کے قاصد نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور انھوں نے کہا ہم اللہ کے رسول مسیلمہ کی طرف سے حاضر ہوئے ہیں جنہیں آپ کے ساتھ نبوت میں شریک کار بنایا گیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تمھارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو نبوت میں میرا شریک بنایا ہے۔

قاصدوں نے کہا' ہمارا یہی خیال ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر قاصدوں کو قتل کرنے کی روایت موجود ہوتی تو میں تمھیں یقیناً قتل کرا دیتا۔

مسیلمہ کے خط کا متن یہ تھا۔

''یہ خط مسیلمہ کی طرف سے ہے جو اللہ کا رسول ہے بنام محمد (ﷺ) جو اللہ کے رسول ہیں۔ مجھے امر نبوت میں آپ کے ساتھ شریک کر دیا گیا ہے پس آدھی چیز ہمارے لیے ہو گی خیال رہے قریش ایسا قبیلہ ہے جو عدل و انصاف نہیں کرتا''۔

****

نبی اکرم ﷺ نے مسیلمہ کو یہ جوابی خط بھجوایا۔

یہ گرامہ نامی محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسیلمہ جھوٹے کی طرف ہے اس شخص پہ اللہ کی سلامتی ہو جو ہدایت کو قبول کرے اما بعد؛ زمین و آسمان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور متقین ہی کے لیے بہتر انجام ہے۔

****

مسیلمہ کذاب کی پیروی کرنے والے اگرچہ بہت لوگ تھے مگر یاد رہے کہ اُس کا اثر و نفوذ اپنے قبیلے اور علاقے تک ہی محدود رہا اُس کی طاقت بنو حنیفہ کے وہ نوجوان تھے جو اُس کی چکنی چپڑی باتوں میں آ گئے تھے آنحضرت محمد ﷺ کے وصال مبارک کے بعد خلیفۃ المسلمین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جلد ہی بنو حنیفہ پہ فوج کشی کی اور مسیلمہ کذاب کو قتل کر دیا جس کے بعد اُس کی نبوت کو قبول کرنے والے بہت سے لوگ تو دین اسلام میں واپس آ گئے کچھ کو قتل کر دیا گیا اور کچھ دوسرے علاقوں کی طرف بھاگ گئے مسیلمہ کذاب کو وحشی ابن حرب نے قتل کیا جس نے عم رسول اللہ ﷺ اسد اللہ حمزہ کو شہید کیا تھا۔

بنو طے کا وفد

مدینہ میں اب رونقیں تھی دن رات مسافروں کے قافلے اتر رہے تھے جن کے چہروں کی تھکن اُن کے شوق میں دبی جاتی تھی۔ منافقین کے دل آتش حسد سے دہک رہے تھے اور وہ اسلام کی روزافزوں ترقی سے حیران و ششدر تھے۔ تاہم اب وہ مسلمانوں کی قوت سے خائف بھی تھے اس لیے بڑی احتیاط کرتے تھے کیونکہ اُن میں سے بیشتر کا خیال یہ تھا کہ مسلمان اُن کے نفاق سے واقف نہیں ہیں اگرچہ یہ اُن کی خوش فہمی تھی اس لیے صحابہ میں سے اکثر و بیشتر لوگ منافقین کے اعمال سے آگاہ تھے۔

مدینہ میں اترنے والے بڑے وفود کو رملہ بنت حارث کے گھر ٹھہرایا جاتا کیونکہ اُن کا گھر بہت بڑا تھا چھوٹے وفود کے لیے مسجد نبوی میں خیمہ لگایا جاتا۔ انھی دنوں قبیلہ بنو طے کا ایک وفد حاضر ہوا جن کے رئیس زید الخیل بن مہلہل تھے جن کا تعلق بنو نبہان سے تھا وہ عربوں میں اپنے شاندار اور اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کی وجہ سے مقبول تھے۔

اُن کے ساتھ آئے لوگوں کی تعداد چودہ بیان کی گئی ہے۔ اُن میں دزر بن جابر بن سدوس اور قبیصہ بن الاسود تھے جو قبیلہ بنو طے کی ایک شاخ بنو جرم سے تعلق رکھتے تھے۔ مالک بن عبداللہ اور قعین بن جدیلہ تھے جن کا تعلق بنی معن سے تھا۔ بنی بولان کا یک شخص بھی زید الخیل کے ہمراہ تھا جس کا نام مجھ تک نہیں پہنچا۔ بنو طے کا یہ قافلہ مدینہ پہنچا اور اُنہوں نے مسجد نبوی کے

سامنے اپنی سواریاں بٹھائیں پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو اسلام کی دعوت دی۔

زید الخیل نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم نے دشوار گزار گھاٹیاں اور وسیع صحرا کا تکلیف دہ سفر اسی غرض سے کیا ہے کہ ہم ہدایت حاصل کریں۔

اُن لوگوں نے اپنے دل کی خوشی سے اسلام قبول کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے زید الخیل سے کہا؛

میرے صحابہ نے جب مجھ سے کسی عرب کا حال بیان کیا تو ملاقات ہونے پہ میں نے اُس شخص کو اس سے کچھ کم ہی پایا جتنا مجھے اُس کے متعلق بتایا گیا تھا مگر تو وہ شخص ہے جو اپنے تذکرے سے بڑھ گیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے زید الخیل سے فرمایا آج سے تمھارا نام زید الخیر ہے۔

جسے حضرت زید نے خوشی سے قبول کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے زید الخیر کو جاگیر بھی عطا کی اور تحریر لکھ کے دی۔

اس کے بعد جب وہ لوگ واپسی کے لیے تیار ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا اِن لوگوں کی خدمت کرو۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وفد میں شامل ہر شخص کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی دی جبکہ حضرت زید الخیل رضی اللہ عنہ کو بارہ اوقیہ چاندی دی۔

پھر حضرت زید الخیل رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے رخصت ہوئے جب وہ نجد کے علاقے میں فروہ نامی چشمے پہ پہنچے تو انھیں بخار نے آلیا اور اسی بخار میں انھوں نے انتقال کیا۔

اُن کے ساتھ آئے لوگ وطن واپس پہنچے تو انھوں نے وہ وثیقے زید الخیر کی بیوی کو دیئے جو اُس نے جہالت کی بنا پہ پھاڑ دیئے۔

از دشنودہ

مدینہ میں اترنے والے قافلوں میں یمن کے دور دراز پہاڑی علاقے سے ایک قافلہ اترا جو بنو ازد سے تھا۔ اُن کے رئیس صرد بن عبداللہ الازدی بھی ساتھ تھے۔ انھوں نے اسلام قبول کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اُن کے سردار صرد بن عبداللہ الازدی کو ہی اُن کا امیر مقرر کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ اسلامی فوجوں کے ساتھ مل کے اُن لوگوں کے ساتھ جہاد کریں جو اُن کے علاقوں میں ابھی تک کفر سے چمٹے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت صرد بن عبداللہ الازدی اپنے وفد کے ساتھ واپس ہوئے تو اُن کے ساتھ مجاہدین کی ایک جماعت بھی تھی جو جہاد کے لیے اُن کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔

اہل ایمان کی اس جماعت نے ملک یمن میں کفار کے ایک شہر جرش کا محاصرہ کر لیا جو اپنے آبائی مذہب کو ترک کرنے پہ آمادہ نہ تھے۔ تاہم یمنی بلندی پہ تھے اور اُن کو چٹانوں کی پناہ بھی حاصل تھی اس لیے مسلمانوں کو کامیابی حاصل نہ ہو رہی تھی اگرچہ انھیں اہل جرش کا محاصرہ کیے ہوئے ایک ماہ سے زیادہ گزر گیا تھا۔ پھر مسلمانوں نے اُن کا محاصرہ اٹھایا اور وہاں سے رخصت ہو گئے اہل جرش نے اسے مسلمانوں کی شکست خیال کیا اور مسلمانوں کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے حالانکہ محاصرہ اٹھانا محض ایک جنگی چال تھی۔ اہل جرش کو معلوم نہ تھا کہ مسلمان

اونچی نیچی گھاٹیوں میں اُن کے منتظر ہیں چنانچہ جب اہل جرش مسلمانوں کی زد میں آئے تو مسلمانوں نے اِن پہ حملہ بول دیا اہل جرش اس کی توقع نہ کر رہے تھے اس لیے بے دریغ قتل ہونے لگے۔ادھر مدینے میں اہل جرش کے دو لوگ تھے جو شاید جاسوسی کے لیے مدینہ میں موجود تھے وہ اُس وقت نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں موجود تھے جب نبی اکرم ﷺ نے اُن سے پوچھا؟

شکر نامی پہاڑ تمھارے علاقے میں ہے؟

انھوں نے جواب دیا؛ جی اس پہاڑ کے دامن میں ہماری کی قوم بستی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اس پہاڑ کے دامن میں تمھاری قوم کو بے دریغ قتل کیا جا رہا ہے۔

وہ شخص گھبرا گئے اور مسجد نبوی سے باہر نکل آئے۔

اُن کی ملاقات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا؛ بدبختوں اب اِن گلیوں میں کیا کر رہے ہو جاؤ اور رسول اللہ ﷺ سے اپنی قوم کی بھلائی کے لیے دُعا کراؤ۔چنانچہ وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی قوم کے لیے دھائی دی۔نبی اکرم ﷺ نے اُن کی قوم کی سلامتی کے لیے دُعا کی۔اس کے بعد وہ اپنی قوم کی پاس لوٹ گئے انھوں نے اپنی قوم سے کہا فلاں دن رات کے وقت شکر پہاڑی کے دامن میں تم میں سے لوگ قتل ہوئے ہیں اُن کی قوم نے اعتراف کیا اور کہا؛

ہاں اُس روز ہم مسلمانوں کی جنگی چال کی وجہ سے دھوکا کھا گئے تھے انھوں نے ہمیں گھیر لیا اور چن چن کے ہمارے لوگوں کو قتل کیا۔

مدینہ سے آنے والے لوگ ششدر رہ گئے اور اونچی آواز میں رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی گواہی دینے لگے۔

اس کے بعد انھوں نے اپنی قوم سے کہا؛

خدا کی قسم یہاں سے سینکڑوں کلومیٹر دور تب ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں مدینہ میں موجود تھے تب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تمھاری اس جنگ کی خبر دی اور ہمیں بتایا تھا شکر نامی پہاڑ کے دامن میں تمھاری قوم کو قتل کیا جا رہا ہے۔اس کے بعد اِن دونوں نے اپنی قوم کو اس بات پہ آمادہ کیا کہ انھیں اسلام قبول کر لینا چاہیے۔چنانچہ اہل جرش کا وفد بھی مدینہ میں اترا۔نبی اکرم ﷺ نے انھیں دیکھ کے خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا مرحبا؛ اے لوگوں سے زیادہ خوبصورت چہرے والو؛خوش آمدید تم مجھ سے ہو اور میں تم میں سے ہوں۔

بنو ہمدان

شہر مدینہ ریاست اسلامی کا دارالسلطنت تھا لوگ ہدایت اور اطاعت کے لیے مدینہ میں تشریف لا رہے تھے جہاں اِن کو عزت و تکریم بخشی جاتی اور اُن کے دامن اسلام کی دولت سے مالا مال ہو جاتے۔ ابن سعد نے طبقات ابن سعد میں لکھا کہ بنو ہمدان کے ایک خاندان بنو ارحب سے قیس بن مالک الارجبی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے قیس بن مالک کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کی طرف جائیں اور انھیں اسلام کی دعوت دیں۔ قیس بن مالکؓ نے دعویٰ کیا کہ قوم اُن کی تکریم کرتی ہے اس لیے اُن کی قوم ضرور اسلام لے آئے گی۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

جب تمھاری قوم اسلام لے آئے تب واپس آنا۔

قیس بن مالک اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور انھیں اسلام کی دعوت دی اُن کی قوم نے اسلام قبول کر لیا۔

قیس بن مالک نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق پھر سے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اپنی قوم کے اسلام لانے کی خوشخبری سنائی۔

نبی اکرم ﷺ قیس بن مالک کی اس خبر سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا؛

قیس اچھے قاصد ہیں اُن کے پاس اچھی خبریں ہیں قیس تم نے ہم سے وفا کی اللہ تم سے وفا کرے گا۔

قیس بن مالک نے نبی اکرم ﷺ نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ میری قوم نے اسلام قبول کرلیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ ﷺ سے اخذ کروں یعنی دین سیکھوں۔

نبی اکرم ﷺ نے قیس بن مالک اور اُن کی قوم کے لیے دُعا کی اور فرمایا؛

اے اللہ؛ اِن لوگوں کو ہدایت پہ استحکام عطا فرما؛

اس کے بعد آپ ﷺ قیس بن مالک کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا؛

میں نے تمھیں قوم ہمدان، اُن کے خالص ونجیب، اُن کے بیرونی اُن کے لواحق اور اُن کے موالی سب پہ امیر مقرر کیا ہے تا کہ سب تمھاری امارت کو تسلیم کریں اور تمھارے حکم کی اطاعت کریں۔

اللہ اور اُس کے رسول اب تمھارے ضامن ہیں جب تک کہ تم لوگ زکواۃ ادا کرتے رہو گے اور نماز پڑھتے رہو گے۔

نبی اکرم ﷺ نے بنو ہمدان کے لیے بیت المال سے کشمش گیہوں اور جوار کی کچھ مقدار اُن کو دی اور اِن امور سے متعلق تحریر لکھ دی جسے لے کر حضرت قیس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے وطن کو لوٹ گئے۔

بنو نجیب

بنو نجیب کا تعلق کندہ قبائل سے تھا وہاں سے بنو نجیب کا تیرہ رکنی وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔انھوں نے اس سے قبل ہی اسلام قبول کر لیا تھا اس لیے جب وہ مدینہ پہنچے تو مسلمان تھے۔وہ صرف رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لیے تشریف لائے تھے۔انھوں نے آتے ہی نبی اکرم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم پہ جو صداقات وزکوٰۃ واجب تھے وہ ہم اپنے ساتھ لے کے آئے ہیں۔اُن کی اس ادا سے نبی اکرم ﷺ کو بہت خوشی ہوئی حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیت المال اور دیگر مالی معاملات کی نگرانی کرتے تھے اس لیے جب وہ صدقات وصول کرنے کے لیے آگے بڑھے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا رُک جاؤ۔اِس مال پہ خود اِن کے قبیلے کے مساکین اور فقراء کا حق ہے اس لیے اِن سے کہوا اپنا مال واپس لے جائیں اور اپنے غرباء میں تقسیم کر دیں۔بنو نجیب کے سردار نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے پہلے اپنے غربا اور مساکین میں مال تقسیم کیا جو بچ رہا وہی آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے اُن کا وہ مال قبول کر لیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس میں موجود تھے انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ عربوں کے وفود ہدایت قبول کرنے کے لیے آتے ہی رہتے ہیں مگر میں نے

اِس وفد سے عمدہ لوگوں کا وفد نہیں دیکھا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہے ہدایت عطا کرے۔

بنو نجیب کے لوگ کچھ دن مدینہ ٹھہرے تا کہ دین اسلام کو سیکھ سکیں اس کے بعد انھوں نے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے دریافت کیا اس قدر جلدی کیا ہے۔

انھوں نے کہا جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں وہ بھی مدینہ آنے کے لیے بے قرار ہیں اس لیے انھوں نے ہم سے تاکید کی تھی کہ ہم جلدی لوٹیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو واپسی کی اجازت عطا فرما دی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا اِن لوگوں کو اس قدر مال دو جس قدر تم نے اس سے قبل کسی وفد کو نہ دیا ہو۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بنو نجیب کے لوگوں کو مال سے لاد دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا تم میں سے کوئی رہ تو نہیں گیا؟

انھوں نے جواب دیا صرف ایک نوجوان ہے جو سامان کی حفاظت پہ متعین ہے نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کہا؛

اُسے بلاؤ ہم یہ بات پسند نہیں کرتے کہ ہمارے در سے کوئی خالی جائے۔

چنانچہ بنو نجیب کے لوگوں نے اُس نوجوان کو پیش کر دیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اُس کو مال دیا تو اُس نے کہا؛

مجھے نبی اکرم ﷺ کے پاس لے چلو۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اُس نوجوان کو نبی اکرم ﷺ کے پاس لے گئے اور کہا؛

یارسول اللہ ﷺ؛ یہ نوجوان مال لینے سے انکاری ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، بتاؤ تمھیں کیا چاہیے۔

اُس نوجوان نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپ نے لوگوں کی جھولیاں بھر دی ہیں میری بھی ایک خواہش ہے اسے بھی پورا کردیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ بولو

اُس نوجوان نے کہا؛ یارسول اللہ ﷺ

میری حاجت میرے ساتھیوں سے کچھ مختلف ہے میں نے اتنی طویل مسافت صرف اس خواہش میں طے کی ہے کہ میں اپنے دل کی بات اللہ کے رسول تک پہنچا سکوں۔

یارسول اللہ ﷺ؛

میرے لیے دُعا فرمائیں اللہ تعالیٰ میرے دل کو غنی کردے۔

نبی اکرم ﷺ اس نوجوان کی خواہش پہ بہت خوش ہوئے اور دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا' اے رب العزت اس نوجوان کی مغفرت فرما اس پہ اپنی رحمت نازل کر اور اس کے دل کو غنی بنادے۔

وہ نوجوان خوش ہوگیا اور اپنے قبیلے کے ساتھ اپنے وطن کو لوٹ گیا۔ اگلے سال حج کے موقع پہ بنونجیب کے لوگ نبی اکرم ﷺ سے ملے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن سے اُس نوجوان کی بابت استفسار کیا؟

انھوں نے جواب دیا؛ یارسول اللہ ﷺ ہم نے اس کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ بہت مطمئن اور مسرور ہے وہ بلا کا سخی ہے اگر اسے کچھ مال حاصل ہوجائے تو اسے فوراً ہی لوگوں میں بانٹ دیتا ہے وہ غنی ہے اور اس کی یہ صفت مشہور ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد جب ارتداد کی لہر چلی تو بہت سے لوگوں کے قدم پھسل گئے مگر وہ نوجوان ثابت قدم رہا۔ چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کو اس نوجوان سے محبت تھی اس لیے آپ ﷺ اُس کا خصوصی خیال کیا کرتے اور اپنے گورنر زیاد بن ولید کو لکھا کہ اس نوجوان کا خاص خیال رکھنا اسے عام آدمی خیال مت کرنا کیونکہ جس

سے رسول اللہ ﷺ کو محبت ہو وہ عام آدمی کس طرح ہو سکتا ہے۔

بنوسعد بن حزیم

مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کی مصروفیات بہت بڑھ گئی تھیں۔نو ہجری کے ایام خاص وفود کے لیے مختص ہو کے رہ گئے تھے۔اسلام کی روشنی اب دور دور تک پھیل رہی تھی۔لوگ جوق در جوق اسلام کی طرف راغب ہو رہے تھے یہ سچ اور حق کی فتح تھی جو ایک فطری عمل تھا۔اہل عرب اپنے دل کی خوشی سے اسلام قبول کر رہے تھے کیونکہ مسلمانوں کی طویل جہد وسعی نے اُن کے لیے اسلام قبول کرنے کا راستہ ہموار کر دیا تھا۔چنانچہ مدینہ کے شب وروز اُن مہمانوں کی خبر گیری میں صرف ہو رہے تھے جو اسلام قبول کرنے کی غرض سے مدینہ اتر رہے تھے۔

چنانچہ انھی ایام میں بنوقضاعہ کی ایک شاخ سعد بن ہزیم کا ایک وفد مدینے میں اترا۔بنوقضاعہ کے لوگ اگرچہ اس سے قبل اسلام قبول کر چکے تھے مگر اُن میں ابھی کچھ لوگ تھے جو اسلام سے گریزاں تھے۔تاہم بنوسعد بن ہزیم کا جو وفد مدینے میں اترا تھا وہ مسلمانوں کا وفد تھا وہ دین اسلام کی تعلیمات حاصل کرنے کے لیے اور نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ابن سعد نے طبقات ابن سعد میں اُن کے بارے میں لکھا ہے کہ نعمانؓ نے اپنے والد سے روایت کیا جو اُس وفد میں شامل تھا جو مدینے میں اترا تھا انھوں نے کہا میں اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ مدینہ کے نواح میں اترا۔ہم نے اپنی سواریاں وہاں چھوڑیں اور مسجد نبوی کی طرف روانہ ہو گئے۔نبی اکرم ﷺ وہاں موجود نہ تھے چنانچہ ہم نبی اکرم ﷺ کی تلاش

میں نکلے تو انھیں جنت البقیع کے قبرستان میں پایا جہاں وہ ایک مسلمان کی نماز جنازہ پڑھانے میں مصروف تھے۔ہم لوگ ایک طرف کھڑے ہو گئے اور نماز جنازہ میں شامل نہ ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ نماز پڑھا کے فارغ ہوئے تو اُن کی نظر ہم پہ پڑی۔

نبی اکرم ﷺ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور دریافت کیا تم کون لوگ ہو اور کہاں سے آئے ہو۔

ہم نے عرض کی؛ یارسول اللہ ﷺ

ہم لوگ بنو قضاعہ سے ہیں ہمارا قبیلہ سعد بن ہزیم ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا؛

اسلام قبول کرنے مدینے آئے ہو؟

ہم نے کہا؛ یارسول اللہ ﷺ ہم پہلے سے مسلمان ہیں صرف دین سیکھنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کہا؛

اگر تم لوگ مسلمان ہو تو اپنے بھائی کی نماز جنازہ میں کیوں شریک نہ ہوئے۔

ابونعمان نے کہا؛ یارسول اللہ ﷺ؛

ہم نے آپ ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کرنے سے پہلے اس کو مناسب نہ جانا۔

نبی اکرم ﷺ فرمایا؛

نہیں اس کی ضرورت نہ تھی جب تم لوگوں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا تو تم مسلمان ہو گئے اس کے بعد تم لوگوں پہ وہی فرائض وواجبات ہیں جو دوسرے لوگوں پہ ہیں۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے اُن سے بیعت لی۔

اس کے بعد اُن لوگوں نے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کہا ابھی رکو ہمیں اپنی میزبانی کا موقع دو۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق ہم لوگ تین دن تک مدینہ میں رُکے رہے اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ہم کو واپسی کی اجازت دے دی۔

جب ہم لوگ نبی اکرم ﷺ سے الوداعی ملاقات کے لیے مسجد نبوی گئے تو نبی اکرم ﷺ نے ہمیں پھر روک لیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اِن مہمانوں کی خدمت کرو اور انھیں رخصت کرو۔ہم لوگ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے انھوں نے ہم میں سے ہر شخص کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی دی۔

بنوواثلہ

حضرت واثلہ بن اَثقع اسلام لانے کے لیے مدینہ تشریف لائے تو نبی اکرم ﷺ تبوک کی تیاری کرر ہے تھے۔واثلہ بن اَثقع نے اپنے اسلام قبول کرنے کی روایت خود بیان کی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ میں صبح صبح مدینہ پہنچا تو مسلمان اُس وقت رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز فجر ادا کرر ہے تھے۔اُسی صبح اسلامی لشکر نے تبوک کی طرف کوچ کرنا تھا میں اسلام قبول کر چکا تھا اوراب صرف رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کرنا باقی تھی اس لیے میں نماز میں شامل ہو گیا اگرچہ مجھے آخری صف میں جگہ ملی تھی۔

نبی اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اس سے قبل کہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لیے آگے بڑھتا نبی اکرم ﷺ نے خود مجھے دیکھا اور میری طرف تشریف لے آئے اور مجھ سے دریافت کیا تم کون ہو اور کس مقصد سے مدینہ آئے ہو۔میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ:

میرا نام واثلہ بن اَثقع ہے اور میں اسلام قبول کر چکا ہوں اور آپ کے ہاتھ پہ بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے بیعت لی اور کہا اسلام قبول کرنا ہی تیرے حق میں بہتر تھا اور اگر تو ہجرت کرتا اور جہاد کرتا تو اس سے بھی بہتر ہوتا۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ دیگر معاملات میں مشغول ہو گئے کہ اُسی روز اسلامی لشکر نے تبوک کی طرف نکلنا تھا ۔میرے پاس جہاد پہ نکلنے کے لیے سواری نہ تھی میں اپنے ایک دوست کعب بن عجرہ کے پاس

پہنچا اور اُس کی منت کی کہ وہ مجھے سواری دے تاکہ میں بھی جہاد میں شامل ہوسکوں اس کے بدلے میں اُسے حاصل ہونے والا تمام مالِ غنیمت دے دوں گا۔

حضرت کعب بن عجرہ نے حضرت واثلہ بن اثقع سے کہا:

دیکھو میرے پاس ایک ہی سواری ہے مگر میرا اونٹ طاقتور ہے تم میرے پیچھے سوار ہو جاؤ۔ حضرت واثلہ بن اثقع کہتے ہیں کہ کعب بن عجرہ کے اِن الفاظ نے مجھے وہ خوشی بخشی کہ میری زندگی میں شاید اس سے بڑی خوشی نہ اتری ہوگی اور یقیناً وہ سب سے عمدہ الفاظ تھے جو میری سماعتوں سے ٹکرائے۔

اور میں لشکر تبوک میں شامل ہوگیا۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے تبوک کے مقام پہ دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔

آپ ﷺ نے مجھے حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ اکیدر کی جانب روانہ کر دیا جہاں سے مجھے مالِ غنیمت بھی حاصل ہوا میں نے وہ مالِ غنیمت حضرت کعب بن عجرہ کو پیش کیا مگر انھوں نے نکار کر دیا اور کہا میں نے تمھیں کسی لالچ کی بنا پہ سوار نہیں کیا تھا بلکہ صرف اللہ کے لیے سوار کیا تھا۔

بنوفزارہ

لوگوں نے دیکھا کہ مدینہ میں ایک قافلہ اترا ہے جس کے اونٹ لاغر ہیں اور سواروں کے چہروں کی ہڈیاں اُن کی عسرت کی طرف اشارہ کررہی تھیں ۔یہ بنوفزارہ کا وفد تھا اس وفد میں خارجہ بن حصین تھا، جوعینیہ بن حصن فزاری کا بھتیجا تھا اور حر بن قیس تھا جو قبیلے کے اہم لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا یہ لوگ اس سے قبل اسلام قبول کر چکے تھے اُن کے مدینہ آنے کی غرض و غایت یہ تھی کہ وہ بدترین قحط کا شکار تھے اور چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں تاکہ انھیں اس ابتلاء سے نجات ملے۔

اور لب مصطفیٰ سے نکلی دُعا قبول کی جاتی تھی اس بات کا ہر مسلمان کو راسخ یقین تھا

چنانچہ انھیں خاموش بیٹھے دیکھ کر نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

اپنی قوم کا حال بیان کرو۔

انھوں نے کہا؛ یارسول اللہ ﷺ

ہم تباہ ہوگئے مال مویشی ہلاک ہوگئے ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں بچا ہمارے لیے بارش کی دُعا کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور بنوفزارہ کے لیے دُعا کی۔

" اللھم اسق بلادك و بھائمك و انشر رحمتك و احی بلدك المیت اللھم

اسقنا غیثا مغیثا مریحاً و مریعاً عاجلا غیر اجل نافعا غیر ضار ، اللھم اسقنا سقیا رحمۃ لا سقیا عذاب و لاھدم و لاغرق و لامحق اللھم اسقناالغیث و انصرنا علی الاعداء۔

ترجمہ؛

اے اللّٰہ ؛ اپنے بندوں اور چوپائیوں کوسیراب کردے،اپنی رحمت کوعام اوراپنے ملک کوزندہ کردے،اے اللہ ہمیں سیراب کرنے والی ہمہ گیرخوشگواراورفرحت بخش بارش عطافرما۔ایسی بارش جونفع دے نقصان نہ پہنچائے ،اے اللہ؛ہمیں ایسی باران رحمت سے سیراب فرماجوعذاب کرنے والی نہ ہوتباہ وبربادکرنے والی نہ ہو،اے اللہ؛ ہمیں اپنی بارش سے سیراب فرمااوردشمن پہ غلبہ عطافرما۔

****

بنوفزارہ کے جولوگ مدینہ میں دُعا کرانے کے لیے حاضر ہوئے تھے اُن کی تعداد پندرہ تھی اُن میں سے کچھ صحابہ نے روایت کیا کہ جب وہ واپس اپنے وطن پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ اُن کے ملک میں خوب بارش ہوئی تھی ہرطرف سبزہ تھا ہریالی تھی اورخوشحالی تھی نبی اکرمﷺ کی دُعا نے انھیں بدترین صورت سے نکال لیا تھا۔

بنو بہرہ

حقیقت یہ ہے کہ اہل مکہ کے سرنگوں ہوتے ہی سارا ملک عرب سرنگوں ہو گیا تھا اور لوگ جوق در جوق اسلام کی طرف لپک رہے تھے۔ چنانچہ بہت سے قبائل اور خاندان ایسے تھے جو دور صحراؤں میں بستے تھے انھوں نے اگرچہ اسلام قبول کر لیا تھا مگر نہ تو اُن کی ملاقات اللہ کے رسول سے ہوئی تھی اور نہ ہی انھوں نے ٹھیک سے دین اسلام کے بنیادی ارکان سے واقفیت حاصل کی تھی۔ چنانچہ شہر مدینہ میں اترنے والے بہت سے قافلوں کی خواہش یہ تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کر سکیں اور صحابہ رسول سے دین اسلام کی تربیت حاصل کر سکیں۔

ایسا ہی ایک وفد اہل یمن کی طرف سے اترا تھا جن کا تعلق قبیلہ بہرہ سے تھا وہ اسلام قبول کر چکے تھے اور اب دین سیکھنے کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ قبیلہ بہرہ سے حاضر ہونے والے لوگ پندرہ تھے۔ ابن سعد نے اُن کی تعداد انیس لکھی ہے۔ وہ لوگ مدینہ اترے اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے گھر چلے گئے۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے اُس روز حلوہ پکایا تھا اور نبی اکرم ﷺ کو بھیجا تھا کہ نبی اکرم ﷺ میٹھا کھانا پسند کرتے تھے نبی اکرم ﷺ نے اس میٹھے میں سے کچھ کھایا اور باقی واپس کر دیا۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ اُن کے گھر بہت سے مہمان اتر آئے ہیں تو وہ کچھ پریشان ہوئے کہ کھانا کم تھا تاہم انھوں نے اُس پیالے میں مہمانوں کو حلوہ دینا شروع کیا جس پیالے سے نبی اکرم ﷺ نے کھانا کھایا تھا اور

انھوں نے دیکھا کہ مہمان حلوہ کھاتے رہے مگر حلوہ کم ہونے میں نہ آتا تھا اسی طرح کئی روز گزر گئے اور وہ مہمانوں کو وہی حلوہ پیش کرتے ہیں۔

اہل یمن مسلمانوں سے دین بھی سیکھتے رہے اور حلوہ بھی کھاتے رہے۔

ایک دن انھوں نے اپنے میزبان سے پوچھ ہی لیا؟

انھوں نے کہا؛ ہم نے سنا تھا اہل مدینہ بہت سادہ خوراک کھاتے ہیں اور اُن کو کھانے پینے کی اشیاء کی کمی ہے مگر ہم تو جب سے آئے ہیں آپ نے ہمیں عمدہ کھانا ہی کھلایا ہے۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے اُن کو جواب دیا۔

تم نے بالکل صحیح سنا تھا ہم لوگ سادہ خوراک ہی کھاتے ہیں اور جو حلوہ تم روز کھاتے ہو وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہے۔

اہل یمن اس بات کو سن کے حیران رہ گئے اور اُن کا ایمان مستحکم ہو گیا۔

بنو عذرہ

یمن کے دور دراز علاقوں سے ایک اور وفد اترا یہ وفد ملک شام سے تھا اُن کا تعلق بنو عذرہ سے تھا، ابن سعد نے لکھا ہے کہ اہل یمن کا یہ وفد صفر نو ہجری میں اترا تھا اور اس وفد میں بنو عذرہ کے بارہ لوگ شامل تھے۔ اہم لوگوں میں حمزہ بن نعمان، سلیم بن مالک بن ابی ریاح اور سعد بن مالک بن ابی ریاح شامل تھے۔ جب یہ وفد مدینہ میں اترا تو اِن لوگوں کو رملہ بنت حارث کے گھر اتارا گیا۔ جب اہل یمن کا یہ وفد نبی اکرم ﷺ سے ملا تو انھوں نے کہا؛

اے اللہ کے رسول ﷺ ہم تو آپ کے قریبی ہیں ہمارے آپ سے بہت رشتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے سوال کیا وہ کیسے؟

انھوں نے جواب دیا؛

وہ ایسے کہ ہم عذرہ نامی عورت کی اولاد ہیں جو قصی بن کلاب کی بہن تھی اور ہم ہی نے تو قصی کی مدد کی اور اُس نے بنو بکر اور بنو خزاعہ سے قبضے سے اللہ کا گھر چھڑایا تھا۔ نبی اکرم ﷺ یہ نسبت جان کے بہت خوش ہوئے اور اُن سے کہا؛

ہاں تم واقعی ہی میرے اقربا ہو میں تمھیں خوش آمدید کہتا ہوں اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

اہل یمن کے اس گروہ نے بخوشی اسلام قبول کیا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں واپس جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا ابھی رکو ہماری میزبانی سے لطف اندوز ہو اور دین اسلام کو سیکھنے کی کوشش کرو۔ چنانچہ اہل یمن کا یہ وفد کئی روز رکا رہا اور صحابہ سے دین اسلام کی تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اسی طرح بہت سے دن گزر گئے تب انھوں نے واپسی کا سوچا اور اجازت حاصل کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو واپسی کی اجازت دے دی۔

حضرت بلال کو رضی اللہ عنہ حکم دیا کہ اپنے مہمانوں کو عزت کے ساتھ رخصت کرو اور یاد رکھنا یہ ہمارے رشتے دار ہیں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حکم کو مدنظر رکھا اور اہل یمن کے اس وفد کو خوب انعام و اکرام سے نوازا۔



قبیلہ بلی کا یہ وفد مدینے میں اترا تو انھوں نے اس بات کو پسند کیا کہ پہلے وہ سفر کی تھکاوٹ اتاریں غسل کریں اور نئے کپڑے پہن کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ چنانچہ وہ ایک ایسے شخص کے گھر پہ اترے جو انھی کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا مگر ایک مدت سے مدینہ منورہ میں ہی مقیم تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں شامل تھا اور اُن کا نام مورخین نے حضرت ویفع ثابت البلوی تحریر کیا ہے۔ انھوں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کا اکرام کیا اور انھیں اپنے گھر میں ٹھہرایا۔

اگلے روز وہ قبیلہ بلی کے اس وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ میری قوم کے لوگ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا، ہم تمھیں بھی خوش آمدید کہتے ہیں اور تیری قوم کے لوگوں کو بھی خوش آمدید کہتے ہیں۔

قبیلہ بلی کی قوم سے ابوضبابہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے بیٹھے اور سوالات کیے اپنے سوالوں کے مناسب جواب پا کر انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔

تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

میں اُس اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس نے سیدھی راہ کی طرف تمھاری راہنمائی کی اس کے بعد

قبیلہ بلی کا ایک شخص ابوخبیب اٹھا اور نبی اکرم ﷺ سے سوال کیے۔

اُس نے کہا یارسول اللہ ﷺ؛

میں لوگوں کی ضیافت کرتا ہوں کیا اس کے بدلے مجھے ثواب عطا کیا جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ ضرور

اُس شخص نے پھر پوچھا؟

یارسول اللہ ﷺ؛ مہمانی کتنے روز ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

مہمانی تین روز ہے اس کے بعد صدقہ ہے۔

اُس شخص نے پوچھا؟

جنگل میں بھٹکتی بکری کے بارے میں کیا حکم ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا تو اس سے فائدہ اٹھایا تیرا کوئی بھائی اُس سے فائدہ اٹھالے ورنہ تو اُسے بھڑیا اُچک لے جائے گا۔

اُس شخص نے پھر سوال کیا؟

بھٹکے ہوئے اونٹ کا کیا حکم ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تجھے اُس سے کیا وہ بالآخر اپنے مالک سے جا ملے گا یا اُس کا مالک اُسے تلاش کر لے گا اُس سے دور رہ یہ تو آگ کی طرح ہے۔اس کے بعد اُن لوگوں نے دین اسلام کی بنیادی تعلیمات حاصل کیں اور رخصت ہو گئے۔



مورخین نے لکھا ہے کہ یہ وہ ایام تھے جن میں قافلے مدینہ میں اترتے تھے اور اپنے دامن حق سے سیراب کرتے تھے۔تب ذومرہ کا وفد بھی حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا نبی اکرم ﷺ نے اُن کو دین کی تعلیم دینے کے لیے چند صحابہ کو مقرر کیا۔ذومرہ سے پندرہ لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تھے ان لوگوں کی تکریم کی گئی اور انھیں حضرت رملہ بنت حارث کے گھر اتارا گیا ایک دن ذومرہ کے وفد نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ جانتے ہیں کہ ہم آپ کے اقرباء میں شامل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

نہیں مجھے اس بات کا علم نہیں تم اپنا نسب بیان کرو۔

انھوں نے اپنا نسب بیان کیا اور کہا ہمارا اور آپ کا نسب لوئی بن غالب پہ جا کے مل جاتا ہے۔نبی اکرم ﷺ کو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ وہ اُن کے اقرباء ہیں۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مجھ سے اپنی قوم کا حال بیان کرو جسے تم پیچھے چھوڑ آئے ہو۔

وفد کے رئیس حارث بن عوف نے جواب دیا۔

یارسول اللہ ﷺ؛ ہم نے انھیں بری حالت میں چھوڑا ہے ہمارے علاقے میں ایک مدت سے بارش نہیں ہوئی جس سے وہاں قحط کا سماں ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دُعا کی۔

اے اللہ؛ اِن لوگوں پہ اپنی رحمت کی بارش برسا اور اِن کو سیراب کر دے۔

کچھ روز بعد بنی مرہ کے اس وفد نے واپسی کی اجازت طلب کی۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور حکم دیا اِن لوگوں کو عزت کے ساتھ رخصت کرو اور خیال رہے کہ یہ میرے رشتے دار ہیں۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ ذومرہ کے لوگوں کو اپنے ساتھ لے گئے اور بیت المال سے اِن میں سے ہر شخص کو دس دس اوقیہ چاندی دی۔

اہل ذومرہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے اس عطیے سے ہماری تنگ دستی جاتی رہی اور جب ہم اپنے قبیلے میں پہنچے تو ہم دیکھا کہ ہمارا قبیلہ بھی خوشحال ہو چکا ہے ہر طرف سبزہ ہے کھانے کی چیزیں وافر ہیں نہ دودھ کی کمی ہے نہ گوشت کی ہم نے اُن سے دریافت کیا جب ہم لوگ گئے تھے تو تمھیں بہت بری حالت میں چھوڑا تھا تم میں یہ خوشحالی کیسے آئی۔

انھوں نے کہا؛

ہمارے میدانوں اور وادیوں پہ اس قدر خوبصورت اور بابرکت بارش ہوئی کہ ہم نہال ہو گئے۔

وفد کے ارکان نے اُن سے سوال کیا یہ بارش کب ہوئی تھی۔

انھوں نے جواب دیا؛

فلاں تاریخ کو،

اور وفد جان گیا کہ یہ وہی دن تھا جس دن رسول اللہ ﷺ نے اُن کے لیے دُعا کی تھی۔

بنوبکر بن وائل

ابن سعد نے کہا کہ بنی بکر بن وائل کا وفد نو ہجری میں مدینہ میں اترا اس وفد میں عبداللہ بن اسود، عبداللہ بن مرثد، بشیر بن خصامیہ جیسے اہم لوگ شامل تھے انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی اور دین اسلام کی بابت جانا اس کے بعد وہ سب اسلام لے آئے حضرت عبداللہ ابن اسود نے نبی اکرم ﷺ سے کہا' یارسول اللہ ﷺ میں اپنا سب کچھ بیچ کے ہجرت کر آیا ہوں۔ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے علاقے کی عمدہ کھجوروں سے بھرا ایک توشہ دان بھی پیش کیا جسے نبی اکرم ﷺ نے قبول فرمایا اور بنوبکر بن وائل کے لیے وفد کے لیے دُعا کی۔

وفد کے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا؟

یارسول اللہ ﷺ کیا آپ قس بن ساعدہ کو جانتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

وہ تم میں سے نہ تھا وہ قبیلہ ایاد کا ایک شخص تھا جو عہد جاہلیت میں ہی موحد ہو گیا تھا میں نے اُسے عکاظ کے میلے میں دیکھا تھا وہ لوگوں سے حکیمانہ باتیں کیا کرتا تھا۔

حضرت زباب

ابن سعد نے لکھا ہے کہ نو ہجری میں بہت سے ایسے لوگ بھی حاضر ہوئے تھے جو کسی وفد کی صورت نہ تھے بلکہ چونکہ اسلام کی روشن تعلیمات سے اُن کے اندر روشنی ہوگئی تھی اس لیے وہ اس شمع کی جستجو میں دیوانہ وار مدینہ میں اترے رہے تھے جہاں سے یہ کرنیں اُٹھ رہی تھیں اور انھی لوگوں میں سے ایک حضرت ذباب رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اسلام کی حقانیت جاننے کے بعد صدائے ضمیر کی انگلی تھامے کشاں کشاں مدینے کی طرف رواں تھے انھوں نے اسلام قبول کرتے ہی جہاد شروع کر دیا تھا کہ وہ اپنے قبیلے سے اپنے آباء کے بت کو آگ لگا کے نکلے تھے۔

نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ؛

میں اب واپس نہیں جاسکتا کہ میں اپنے قبیلے کے بت کو آگ لگا آیا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ اُن کی بات سن کے مسکرا دیئے اور انھیں اصحاب صفہ کے ساتھ شامل کر دیا۔

بنوازد کی آمد

نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے سارے وفود اگر چہ عرب تھے تاہم وہ اپنے خصائص عادات اور شمائل میں کافی کچھ مختلف بھی تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے تھے اور ایک دوسرے سے دور وسیع صحراؤں کے باسی تھے اگر چہ اُن کی طرز بود و باش اور بنیادی تخیل میں بعُد نہ تھا تاہم اس کے باوجود بعض اوقات اِن قبائل کی علمی اور عقلی سطح میں بین تفاوت محسوس کیا گیا جیسا کہ بنوالازد کے بارے میں مورخین نے تحریر کیا ہے کہ مدینہ اترنے والے قافلوں میں یہ بھی اپنی طرز کا واحد قافلہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے جن کی دانش کی تحسین کی تھی۔

بیان کیا گیا کہ بنوالازد جب مسجد نبوی میں اترے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خوش آمدید میرے سامنے بیٹھو اور مجھے بتاؤ تمھارا تعلق کس قوم سے ہے؟ وہ رسول اللہ ﷺ کے مقابل بیٹھ گئے تو اُن کے سردار نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ؛ ہم ایک ایماندار قوم ہیں۔

نبی اکرم ﷺ اُن کے اس جواب پہ مسکرائے اور فرمایا؛

ہر بات کی تہہ میں ایک بات ہوتی ہے تمھارے اس قول کی اصل کیا ہے۔

بنوالازد کے سردار نے جواب دیا؛

یارسول اللہ ﷺ؛ ہمارے اِس قول کی اصل وہ پندرہ خصلتیں ہیں جن پہ ہم عمل پیرا ہیں اُن

میں سے پانچ تو ہم آپ ﷺ کے اُس قاصد سے سیکھیں جو ہمیں دین اسلام کی دعوت دینے گیا تھا۔ پانچ خصلتیں ہم نے خود رسول اللہ ﷺ کی ذات سے اخذ کی ہیں اور آخری پانچ خصلتیں وہ ہیں جن پہ ہم عہد جاہلیت سے کار بند ہیں۔

نبی اکرم ﷺ پورے غور سے بنوالازد کے سردار کی بات سن رہے تھے چنانچہ جب اُس نے اپنا بیان مکمل کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

مجھے اپنی اُن پندرہ خصلتوں کے متعلق بتاؤ جن کا تم نے ذکر کیا ہے۔

بنوالازد کے سردار نے اپنی قوم کے خصائص نبی اکرم ﷺ کو گنوائے۔

جن کی ترتیب یہ ہے۔

اُس نے کہا؛ یارسول اللہ ﷺ جو پانچ خصلتیں ہم نے آپ ﷺ کے قاصد سے پائیں وہ تو یہ ہیں۔

۱۔ کہ ہم اللہ اور اُس کے رسول پہ ایمان لے آئیں۔

۲۔ ہم فرشتوں پہ یقین رکھیں۔

۳۔ ہم اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں پہ ایمان لائیں۔

۴۔ ہم یوم آخر پہ یقین رکھیں۔

۵۔ ہم مقدر پہ ایمان لائیں۔

اور جو باتیں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پائی ہیں وہ یہ ہیں۔

۶۔ یہ کہ ہم اللہ کی واحدانیت کا اقرار کریں۔

۷۔ ہم نماز قائم کریں۔

۸۔ ہم زکواۃ ادا کریں۔

۹۔ ہم ماہ رمضان کے روزے رکھیں

۱۰۔ ہم حج کریں (اگر اپنے اندر استطاعت پائیں)۔

اور یارسول اللہ ﷺ جن باتوں پہ ہم عہد جاہلیت سے کار بند چلے آئے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۱۔ جب ہم خوشحال ہوتے تب اللہ کا شکر ادا کرتے۔

۱۲۔ جب ہم پہ مصیبت اترتی تو اِن ایام میں ہم صبر کا دامن مضبوطی سے تھام لیتے۔

۱۳۔ ہم حال میں یہ کوشش کرتے کہ خالق کی رضا ہمیں حاصل رہے چنانچہ ہم اس کے ہر فیصلے پہ خاموش ہو رہتے چاہے وہ ہمیں ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔

۱۴۔ جب دشمن سے ہمارا مقابلہ ہوتا تو ہم نے کبھی اُن کو پیٹھ نہیں دکھائی۔

۱۵۔ اور جب ہم دشمن پہ غالب آجاتے تو اُن کو مطعون نہ کرتے۔

اُن کی باتیں سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

آج تک جو لوگ اس مسجد میں اسلام قبول کرنے کے لیے اترے ہیں تم اُن سب میں دانشور ہو میں تمھیں پانچ باتوں کی مزید وصیت کرتا ہوں تاکہ تمھاری قوم کے خصائص میں اضافہ ہو جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خیال رکھنا کہ؛

۱۶۔ سامان خورد نوش کے ڈھیر مت لگاؤ جنھیں تم کھا نہ سکو۔

۱۷۔ بغیر ضرورت کے مکانات تعمیر مت کرنا جن میں تمھیں رہنا نہیں۔

۱۸۔ اُس چیز میں سبقت اختیار مت کرو جس سے کل تمھیں دستبردار ہونا ہے۔

۱۹۔ اللہ سے ڈرتے رہنا کہ آخر لوٹ کے اُسی کی طرف جانا ہے۔

۲۰۔ آخرت کو نگاہ میں رکھو کہ یہی کامیابی کی کلید ہے۔

صحابہ نے بیان کیا کہ بنوالازد کے وفد نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا؛

ہم زندگی کے اِن زریں اصولوں کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

اس کے بعد اِن لوگوں نے رخصت کی اجازت طلب کی تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ بہت عمدہ مہمان ہیں اِن کو اعزاز و تکریم کے ساتھ رخصت کرو اور حضرت بلال

رضی اللہ عنہ نے اِن لوگوں کو بہت سا مال دیا جس سے وہ لوگ مسرور ہو گئے۔

بنوعقیل بن کعب

بارگاہ نبوت میں حاضر ہونے والے وفود کا تعلق جزیرۃ العرب میں آباد مختلف قبائل سے تھا اسی بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اسلام اب جزیرۃ العرب کے ہر کونے کو منور کرنے لگا تھا اور پورا خطہ عرب اب اسلام کی پذیرائی میں پیش پیش تھا لوگ کل کی مخالفتوں اور عداوتوں کو بھول کر دل کی گہرائی سے اسلام قبول کر رہے تھے۔ چنانچہ انھی دنوں بنی عقیل بن کعب کا ایک وفد مدینہ میں اترا یہ ایک مختصر وفد تھا جس میں قبیلے کے تین اہم لوگ شامل تھے جن کے نام انس بن قیس، ربیع بن معاویہ اور مطرف بن عبداللہ تھے۔

یہ لوگ ہدایت اور امن کی سرزمین مدینہ میں اترے اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ کی دعوت اسلام پہ اِن لوگوں نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ ہم اسی مقصد سے حاضر ہوئے ہیں۔

بنوعقیل بن کعب کے اِن سرداروں نے اسلام قبول کیا اور اپنے قبیلے کی طرف سے بھی بیعت کی۔

نبی اکرم ﷺ اس قبیلے کے اسلام قبول کرنے سے بہت خوش تھے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اُن کو عتیق نامی مقام پہ ایک جاگیر عطا کی۔ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت ثابت بن

قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے بنو عقیل کے لیے تحریر لکھی۔

بنو عقیل بن کعب کے لوگ اس تحریر کو لے کے رخصت ہو گئے۔

بنو عقیل بن کعب کے بارے میں پتا چلا ہے کہ اُن کے لوگوں نے مدتوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تحریر کی حفاظت کی اور وہ حضرت مطرف بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہی۔

بنورواس

قبیلہ بنورواس کے لوگ بنوعقیل بن کعب کے دشمن تھے اور عہد جاہلیت سے اُن کے مابین دشمنی چلی آرہی تھی اغلب یہ ہے کہ دونوں قبائل ایک دوسرے کے قریب ہی بستے ہوں گے۔ چنانچہ انھی دنوں جب بنوعقیل بن کعب اسلام قبول کر کے مدینے سے رخصت ہوئے تھے۔ تب بنو رواس کے ایک اہم شخص عمرو بن مالک بن قیس مدینہ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا اس کے بعد وہ اپنے وطن لوٹ گئے اُنہوں نے اپنے سارے قبیلے کو کھانے کی دعوت دی اور اُن کو اسلام کی طرف بلایا۔

اُنھوں نے اپنے لوگوں سے کہا؛

تم جانتے ہو کہ ہمارے دشمن بنوعقیل نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے اور دیگر عربوں کے بارے میں بھی تمھیں علم ہے کہ اب کوئی بھی قبیلہ اسلام سے دور نہیں رہا تم جانتے ہو کہ میں نے ہمیشہ اپنی قوم کا بھلا سوچا ہے میں نے مدینہ میں نبی اکرم ﷺ سے بات کی ہے وہ لوگوں کو عمدہ باتوں کی طرف بھلاتے اور نیکی کی تلقین کرتے ہیں اُن پہ جو کلام اترا ہے وہ بہت ہی عمدہ ہے میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور تم کو بھی میرا مشورہ یہی ہے کہ اسلام قبول کر لو۔

قبیلے کے لوگوں نے عمرو بن مالک بن قیس سے کہا؛

عمرو ہمیں تمھاری باتوں پہ پورا اعتماد ہے ہمیں اسلام قبول کرنے پہ کوئی اعتراض نہیں تاہم اس

سے پہلے بنوعقیل کے ساتھ جنگ ہوگی کہ اُن پہ ہمارے قبیلے کے لوگوں کا خون ہے۔

چنانچہ باہمی مشاورت کے بعد اُن لوگوں بنوعقیل پہ حملے کا فیصلہ کیا۔

دونوں قبائل میں جنگ ہوئی اور بہت سے آدمی مارے گئے خود بنورواس کا سردار عمرو بن مالک بن قیس بھی اس جنگ میں کام آیا۔

نبی اکرم ﷺ کو اس جنگ کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے اس پہ اپنی ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا؛

اُن کے لیے مناسب نہ تھا کہ مسلمان ہوتے ہوئے ایک دوسرے کا خون بہاتے۔

بنورواس کو اپنی زیادتی کا احساس ہو چکا تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اُن کے اس عمل سے ناراض ہیں چنانچہ جب وہ مدینہ میں حاضر ہوئے تو انھوں نے اپنے گلے میں طوق ڈال رکھے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو دیکھا تو اُن سے منہ پھیر لیا۔

وہ دوسری طرف سے آئے تب بھی نبی اکرم ﷺ نے اُن سے منہ پھیر لیا۔

بنورواس کے سردار نے بلند آواز سے کہا؛

اللہ بھی تو خطا کاروں کی خطائیں معاف کر دیتا ہے اس لیے آپ بھی ہم کو معاف کر دیں ہم جانتے ہیں کہ ہم سے خطا ہوئی۔ بالآخر انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو منا ہی لیا اور اسلام قبول کرنے کے بعد رخصت ہو گئے۔

بنوجیشان

مدینہ میں اترنے والے وفود کے سوالات مسائل اور معاملات مختلف تھے اس لیے اُن کے سوالات بھی مختلف ہوتے۔ نبی اکرم ﷺ اُن لوگوں کو حکمت و دانش کی باتیں سکھاتے اور اُنہیں عمل کی اِن راہوں پہ گامزن کرتے جس پہ منزل کے نشان واضح تھے لوگ اسلام لاتے اور بھلائی کی راہوں کو اپناتے۔ انھی دنوں بنی جیشان کا ایک وفد مدینہ میں اترا انھوں نے اسلام قبول کیا اور نبی اکرم ﷺ سے بہت سوالات کیے۔ بنوجیشان کا یہ بارہ رکنی وفد حضرت ابووہب الجیشانی کی قیادت میں مدینہ اترا تھا۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا؟

یارسول اللہ ﷺ؛

ہم لوگ اپنے علاقے یمن میں جو اور شہد سے دو قسم کی شرابیں بناتے ہیں کیا وہ ہمارے لیے جائز ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے دریافت فرمایا؛

کیا یہ شراب پینے سے نشہ ہوتا ہے؟

انھوں نے کہا؛ یارسول اللہ ﷺ عام طور پہ اِن شرابوں سے نشہ نہیں ہوتا مگر زیادہ پی لی جائے تب نشہ ہو جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

ما اسکر کثیرہ فقیلیلہ حرام

جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔

بنو ربیعہ بن رواء

نو ہجری میں بہت سے وفود مدینہ میں اترے مورخین نے اِن کی اکثر و بیشتر تفاصیل فراہم کی ہیں جس سے استفادہ کرتے ہوئے ہم نے وفود کے ضمن میں بہت سے قبائل کا تذکرہ کیا ہے۔
بہت سے لوگ تھے جو مدینہ میں تنہا اترے تھے مگر اپنی ذات میں انجمن تھے وہ صاحب گفتار تھے، صاحب کمال تھے، صاحب وجاہت تھے اور بھر پور دانش سے مزین تھے انھی میں سے ایک شخص ربیعہ بن رواء تھا جو قبیلہ بنو عبس سے تعلق رکھتا تھا جب وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اس وقت نبی اکرم ﷺ شام کا کھانا کھا رہے تھے۔
نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو اپنے ساتھ بٹھایا اور کھانے کی دعوت دی وہ شخص کھانے میں شامل ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ اور وہ شخص جب کھانے سے فارغ ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے اُس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اُس شخص نے بلا کسی تردد کے دعوت قبول کر لی۔
اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُس شخص سے دریافت فرمایا؛
تم نے خوف کی بنا پہ اسلام قبول کیا یا کسی لالچ کی وجہ سے۔
حضرت ربیعہ بن رواء جو اب اسلام قبول کر چکے تھے اور صحابیت کے درجے پہ فائز ہو چکے تھے جواب دیا؛
یارسول اللہ ﷺ؛

مجھے کسی خوف نے اس لیےنہیں گھیرا کہ جہاں میں رہتا ہوں وہاں ابھی آپ کی فوجیں نہیں پہنچ سکتیں اور مجھے کسی قسم کالالچ اس لیے لاحق نہیں ہوا کہ میری قوم خوشحال ہے اور جتنا مال صرف ہمارے پاس ہے اتنا مدینے میں نہیں ہے بلکہ میں نے اسلام اس لیےقبول کیا ہے تا کہ میری آخرت سنور جائے۔

نبی اکرم ﷺ اس یمنی سردار کی باتیں غور سے سُن رہے تھے اس لیے جب بنی عنس کے ربیعہ بن رواء نے اپنی بات ختم کی تو نبی اکرم ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا؛

بنی عنس کے لوگ بڑے خوش بیان ہوتے ہیں۔

حضرت ربیعہ بن رواء کچھ عرصہ مدینہ میں ٹھہرے رہے واپسی کا ارادہ کیا تو نبی اکرم ﷺ کے پاس اجازت لینے کے لیے حاضر ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ نے صرف اتنا فرمایا؛

جب تمھیں کسی نئی بات کا احساس ہو تو قریبی آبادی میں منتقل ہو جانا۔

حضرت ربیعہ بن رواء کو نبی اکرم ﷺ کے جواب سے کچھ حیرانی ہوئی تاہم وہ روانہ ہو گئے۔ دوران کے سفر کے بعد اُن کے سینے میں درد اٹھا تو وہ نبی اکرم ﷺ کی بات سمجھ گئے۔ چنانچہ انھوں نے قریبی گاؤں کا رخ کیا اور اُن سے کہا میں مسلمان ہوں میری نماز جنازہ پڑھنا اس کے بعد وہ انتقال فرما گئے۔

بنوکلاب

رات گئے ایک وفد مدینہ میں اترا تو اُن کے گھوڑوں اور اونٹوں کی آوازوں سے اہل مدینہ جاگ اٹھے۔ مدینہ میں اترنے والے وفود کو عام طور پہ رملہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر ٹھہرایا جاتا کہ اُن کے حویلی نما مکان کا بہت وسیع صحن بہت سے مہمانوں کے لیے کافی ہوجاتا۔ چنانچہ صحابہ بنوکلاب کے اس وفد کو بھی رملہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر لے گئے اور اُن کو وہاں ٹھہرادیا۔ اُن کے رئیس غالبًا جبار بن سلمیٰ تھے جو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے دوست تھے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ انھیں اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔

اگلے روز اہل یمن کا یہ وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کے قاصد حضرت ضحاک بن سفیان ہمارے پاس اللہ کی کتاب اور آپ ﷺ کی سنت لے کر پہنچے اور ہمیں دین اسلام کی دعوت دی جسے ہم نے قبول کرلیا۔ ہم نے آپ ﷺ کے قاصد کو صدقات وزکواۃ بھی ادا کردی جو انھوں نے ہمارے ہی غربا میں تقسیم کردی تھی۔ اب ہم آپ ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کرنے اور دین اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بنوکلاب کے اس وفد سے بیعت لی اور انھیں کچھ روز مدینہ میں ہی ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اہل یمن نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں نمازیں ادا کرتے رسول اللہ ﷺ سے اللہ کے احکامات دریافت کرتے اور اصحابِ صفہ کے ساتھ مجلس

کرتے اور اُن کے طرزِ عمل کو غور سے دیکھتے ۔اہل یمن نے جب واپسی کا ارادہ کیا تو وہ رخصت حاصل کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو رخصت ہونے کی اجازت دے دی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مہمانوں کو عزت و احترام اور انعام و اکرام کے ساتھ رخصت کرنا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے دوست جبار بن اسلمی کے لیے الگ سے تحائف لے کے پہنچے اور محبت سے اُن کو رخصت کیا۔

بنوالاسد

بنواسد قریش کے حلیف تھے اب جبکہ خود قریش نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا تو بنواسد کے پاس اسلام قبول نہ کرنے کا کوئی جواز نہ رہا تھا۔ دوسری طرف بنواسد یہ بھی جانتے تھے کہ اب اسلام ہی اہل عرب کا دین ہوگا کیونکہ دور و نزدیک کے تقریباً تمام ہی قبائل نے اسلام قبول کر لیا تھا ۔بنواسد کو اس بات کا بھی خیال تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے ابھی تک اسلام کی دعوت دینے کے لیے کوئی قاصد اُن کی طرف روانہ نہیں کیا تھا اور وہ اس کی وجہ بھی جانتے تھے کہ چونکہ وہ ہمیشہ سے قریش کے حلیف رہے ہیں اور جنگوں میں مسلمانوں کے خلاف قریش کی حمایت میں سر بستہ رہے تھے اس لیے شاید نبی اکرم ﷺ نے اُن کو نظر انداز کیا تھا۔

چنانچہ بنواسد نے بھی باہمی مشاورت سے اسلام کے دامن میں پناہ حاصل کرنے کا فیصلہ کیا اور اُن کا دس رکنی وفد مدینہ میں اترا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کی تکریم کی اور اسلام کی دعوت دی جسے انھوں نے قبول کر لیا۔ بنواسد کے لہجے سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے اسلام قبول کر کے انھوں نے نبی اکرم ﷺ پہ کوئی احسان کیا ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے از خود اسلام قبول کیا ہے اور بغیر کسی خوف اور لالچ کے مدینے میں اترے ہیں اور ہم نے دور دراز کا سفر صرف ہدایت کی خاطر کیا ہے۔ حالانکہ یہ سب جھوٹ تھا اور اُن کے پاس اسلام قبول کرنے کے سوا اب کوئی چارۂ کار ہی نہ تھا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں اُن کو مخاطب کیا گیا اور اُن کو اس بات کا احساس دلایا کہ اُن

کا اسلام قبول کرنا نبی اکرم ﷺ پہ کوئی احسان نہیں بلکہ یہ تو الٹا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن پہ احسان کیا گیا ہے جو اُن کی راہنمائی سیدھی راہ اور ہدایت کی طرف کی گئی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے؛

”يَمُنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهِ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدَاكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ O

(القرآن الحکیم سورۃ الحجرات ۴۹؛ آیات ۱۷)

ترجمہ؛

”یہ لوگ آپ ﷺ پہ احسان رکھتے ہیں کہ (انھوں نے اسلام قبول کرلیا) مسلمان ہوگئے ہیں، آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اپنے اسلام لانے کا احسان مجھ پہ مت رکھو بلکہ یہ تو اللہ کا تم پہ احسان ہے کہ اُس نے تمھیں ایمان کا رستہ سجھایا ہے اگر تم (واقعی اپنے دعویٰ ایمان میں) سچے ہو“۔

****

انھوں نے نبی اکرم سے بہت سے سوال کیے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ کیا جانوروں کی بولیوں سے شگون لینا جائز ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ نہیں۔

انھوں نے یہ سوال بھی کیا کہ علم رمل کے متعلق کیا حکم ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

یہ تو ایک علم ہے اگر کوئی اسے جانتا ہو۔

اس وفد نے واپس جا کر اپنے قبیلے کو اسلام کی دعوت دی جو انھوں نے قبول کر لی اور سارا قبیلہ

اسلام لے آیا۔طلیحہ بن خویلد اسدی اس وفد کے ساتھ آیا تھا جس نے اسلام قبول کیا یہ وہی طلیحہ بن اسدی ہے جس نے بعد میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔

بنو حمیر

دعوتِ حق اقامت دین کی بنیاد ہے۔حضور رحمت عالم ﷺ نے آج سے چودہ سو بتیس سال پہلے جس عمدگی سے ذرائع ابلاغ کا استعمال کیا اور جس طرح اپنی مراسلاتی تبلیغ کو تیز رفتار مساعی میں تبدیل کیا اُس کے حیرت انگیز نتائج سامنے آئے۔چنانچہ کتب سیر میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صاحب ابلاغ خوش جمال خوش اخلاق اور خوش لباس قاصدوں کو تیز رفتار سواریوں پہ عرب کے مختلف خطوں میں دین اسلام کی تبلیغ کے لیے روانہ کیا جنھوں نے تھوڑے ہی عرصے میں اسلام کے زریں پیغام کو عرب کے گوشے گوشے تک منتقل کر دیا۔

اسی سلسلے میں نبی اکرم ﷺ نے بنو حمیر کے حکمرانوں پہ خصوصی توجہ دی اور نعیم بن عبد کلال، حارث بن عبد کلال اور مروح بن عبد کلال کی طرف بھی اپنا قاصد روانہ کیا جو اپنے اپنے علاقوں کے حکمران تھے۔رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر حضرت عباس ابن ربیعہؓ اُن تک پہنچے۔بنو حمیر کے اِن حکمرانوں نے اسلام قبول کر لیا۔نو ہجری کو سلاطین حمیر کا قاصد اُن کی طرف سے خط لے کر نبی اکرم ﷺ تک پہنچا اُن کے قاصد کا نام ابن سعد نے مالک بن مرارہ الرھاوی لکھا ہے۔بنو حمیر کے حکمرانوں نے نبی اکرم ﷺ کو اسلام قبول کرنے کی اطلاع دی اور تحفے تحائف بھیجے۔

نبی اکرم ﷺ کے قاصدوں کی دعوت پہ دیگر حمیری سلاطین میں سے نعمان ذی یزن، معافر ماہران اور زرعہ ذی یزن نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔سلاطین بنو حمیر کے اسلام قبول کر لینے کی

اطلاع ملنے پہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کی امارت میں ایک وفد اُن کی طرف بھیجا جنھوں نے سلاطین حمیر کو نبی اکرم ﷺ کی طرف سے حکم پہنچایا کہ وہ زکواۃ وصدقات کی مد میں اموال ادا کریں۔

سلاطین بنو حمیر نے صدقات وزکواۃ ادا کر دی۔

اگلے سال دس ہجری میں بھی نبی اکرم ﷺ کا ایک وفد سلاطین بنو حمیر کی طرف روانہ ہوا اس وفد کے امیر حضرت عمرو بن حزم انصاریؓ تھے۔انھوں نے نبی اکرم ﷺ کا ایک طویل خط سلاطین بنو حمیر تک پہنچایا جس میں زکواۃ ادا کرنے کے علاوہ اُن کو دیگر فرائض وسنن کی طرف متوجہ کیا گیا تھا۔

بنو عریض

بنو عریض بنو سعد بن ہذیم کے ہمسائے تھے اور یہودی النسل تھے نو ہجری میں اُن کا ایک وفد مدینہ میں حاضر ہوا اور نبی اکرم ﷺ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ صحابہ یہودیوں کو پسند نہ کرتے تھے اس لیے انھوں نے اس وفد کو رسول اللہ ﷺ سے روکے رکھا اور آپ ﷺ سے مشاورت کے بعد اُن کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا یہودیوں کا یہ قبیلہ بنو سعد بن ہزیم کو خراج ادا کیا کرتا تھا اور وہ اسی سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور اُن کا مدینے میں اترنے کا مقصد اسلام قبول کرنا قطعاً نہ تھا۔

انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ وہ بنو سعد بن ہذیم کو جو خراج ادا کرتے ہیں اسے معاف کر دیا جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

جو خراج تم بنو سعد بن ہذیم کو ادا کرتے ہو اُس کو معاف نہیں کیا جا سکتا تا ہم اس کے بدلے میں تم کو بیت المال سے اُتنا ہی مال دیا جائے گا جس قدر تم بنو سعد بن ہذیم کو ادا کرتے ہو، اور یہ نبی اکرم ﷺ کی سخاوت کی ایک بہت بڑی مثال تھی۔ یہودیوں نے اسلام دشمنی اور خود رسول اللہ ﷺ سے دشمنی میں جس شدت کا ثبوت دیا تھا اُس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ کی یہ نرمی یہود و نصاریٰ کے لیے ایک مثال تھی۔ یہودیوں کا یہ قبیلہ جس کا نام بنو عریض بیان کیا گیا ہے اُس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تھا اور اب وہ جزیہ دینے سے بھی انکاری تھے۔

تاہم رسول اللہ ﷺ نے جس توجہ سے اُن کی بات سنی اور جس عمدگی سے اُن کے اس مسئلے کو حل کیا اُس کا منطقی نتیجہ تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ اسلام قبول کر لیتے مگر اُن کے دل کی قساوت نے اسلام کے معاملے میں کبھی اُن کے دلوں میں نرمی پیدا نہ ہونے دی۔

جب نبی اکرم ﷺ نے بیت المال سے اُن کی پریشانی دور کر دی تب بھی اُن بدبختوں نے نبی اکرم ﷺ کے وعدے پہ اعتبار کرنا پسند نہ کیا بلکہ نبی اکرم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ انھیں تحریر لکھ دی جائے۔ نبی اکرم ﷺ چاہتے تو اُن کی اس گستاخی کے بدلے اُن کو قتل کرا دیتے یا ملک بدر کر دیتے تاہم عفو و رحمت کے جس درجے پہ رسول اللہ ﷺ فائز تھے اُس رفعت کا تقاضا یہی تھا کہ دشمن کی زیادتیوں کو نظرانداز کیا جائے خاص طور پہ تب جب وہ کمزور ہو۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن سعید العاصؓ کو حکم دیا کہ یہودیوں کو تحریر لکھ دو کہ اُن کو ہر سال اتنا غلہ فراہم کیا جائے جتنا وہ بنو سعد بن ہذیم کو ادا کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ جب تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں بنو عریض کے مسکن آتے تھے جب نبی اکرم ﷺ اُن کے علاقے سے گزرے تو یہودیوں نے نبی اکرم ﷺ کو ہریسہ پیش کیا نبی اکرم ﷺ نے رغبت سے کھایا اور حکم دیا کہ بنو عریض کو مزید چالیس وسق سالانہ کھجور دی جائے۔ تحریر لکھ دی گئی۔

بنو جدہ

نو ہجری کا زمانہ اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اب اسلام کی بہاریں ہر طرف مسحور کن خوشبوئیں بکھیر رہی تھیں دور دور تک کلمہ توحید کی صدائیں تھیں شرک و بت پرستی خطہ عرب سے بتدریج رخصت ہو رہی تھی۔ لوگ عمدہ اخلاق اور عمدہ اعمال کی طرف راغب ہو رہے تھے اور اسلام کی ابدی تعلیمات کو اپنا کے اپنی زندگیوں میں اجالا کر رہے تھے وہ عقائد اور رسومات کی اندھیری رات سے پلٹے تھے مگر حیرت انگیز سرعت سے دین اسلام کی طرف راغب ہو رہے تھے۔

انھی ایام میں بنو جعدہ کا ایک وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ اس وفد کے رئیس رقاد بن عمر بن ربیعہ تھے۔ بنو جعدہ کے وفد نے اسلام قبول کیا جس پہ نبی اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے آپ ﷺ نے انھیں "فلج" کے علاقے میں جاگیر عطا فرمائی۔

حضرت خالد بن سعید العاص ؓ نے انھیں تحریر لکھ دی۔

بنو جعدہ کا وفد خوشی خوشی رسول اللہ ﷺ سے رخصت ہوا کہ اُن کی دنیا بھی سنور گئی تھی اور آخرت بھی۔

بنوصدف

بنوصدف بھی اسلام قبول کر چکے تھے تاہم وہ بیعت کے لیے مدینہ حاضر ہوئے نبی اکرم ﷺ نے اُن کی تکریم کی اورانہیں مسجد نبوی ہی میں ٹھہرایا۔جس کی وجہ سے مورخین نے یہ بیان کی ہے کہ اگرچہ بنوصدف اسلام قبول کر چکے تھے تاہم وہ اسلام کے بارے میں زیادہ نہ جانتے تھے حتیٰ کہ وہ اوقات نماز تک سے واقف نہ تھے۔انھوں نے لکھا ہے کہ جب وہ مسجد نبوی میں اترے تو نبی اکرم ﷺ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے بنوصدف کے لوگ آئے اور سلام کیے بغیر ہی بیٹھ گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے دریافت کیا؟

کیا تم لوگ مسلمان ہو۔

انھوں نے جواب دیا؛جی یارسول اللہ ﷺ؛

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اٹھواوراس طرح سلام کرو۔

وہ اٹھے سلام کیااوراس کے بعد مجلس میں بیٹھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کوحکم دیاتم لوگ کافی دن مدینہ میں ٹھہرواوراسلام کی تعلیمات حاصل کرو۔

بنوصدف کے لوگ کافی دن تک مدینہ میں رکے رہے۔

بنوالبکاء

بنوالبکاء کے لوگ بھی نو ہجری میں حاضر ہوئے یہ وفد دور دراز سے آیا تھا اور اسلام کی محبت میں لبریز تھا۔ یہ لوگ مدینہ میں اترے تو انھیں حضرت رملہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر میں اتارا گیا۔ وفد کے اہم افراد میں عبد عمرو البکائی، بشر بن معاویہ اور معاویہ بن ثور اور فجیع بن عبداللہ شامل تھے۔ یہ لوگ اسلام کی واضح اور روشن تعلیمات سے متاثر تھے اور اسلام قبول کرنے کے لیے ہی حاضر ہوئے تھے اسلام قبول کرنے کے بعد بنوالبکاء کا ایک بوڑھا شخص بشر البکائی اٹھا اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ میں ایک بوڑھا شخص ہوں یہ میرا بیٹا بشر میری بہت خدمت کرتا ہے اس کے اموال میں برکت کے لیے دُعا کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے معاویہ کے کہنے پہ اُس کے بیٹے بشر کے لیے دُعا کی۔ صحابہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی دُعا کی بدولت اس کے بعد جب قوم بنوالبکاء کے علاقے قحط سالی کا شکار ہوتے تب بشر بن معاویہ اس سے محفوظ رہتے اور اُن کے مال و دولت میں کوئی کمی نہ ہوتی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس وفد میں شامل فجیع بن عبداللہ کے لیے بھی ایک تحریر لکھوائی جس کے مطابق انھیں بیت المال سے مال ملتا رہتا۔

بنوشیبان

بنوشیبان کے لوگ بھی نو ہجری کو ہی مدینہ میں اترے بیان کیا گیا کہ بنی شیبان سے حرملہ بن عبداللہ نامی شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا نبی اکرم ﷺ نے اسے نیکی کرنے کا حکم دیا اور اسلام کے دیگر فرائض سے آگاہ کیا حرملہ جب نبی اکرم ﷺ سے رخصت ہونے لگا تو اپنی سواری کے پاس جا کے پھر لوٹ آیا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے کس بات کا حکم دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں تمھیں نیک کام کرنے اور برے کاموں سے بچ کے رہنے کا حکم دیتا ہوں۔

وہ اپنی سواری کی طرف لوٹ گیا مگر کچھ ہی دیر بعد پھر واپس آ گیا اور عرض کی؛

یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا حرملہ دیکھو؛ جب تم اپنی قوم کے پاس لوٹو تو وہ کام کرنا جسے تم اپنی جانب منسوب کرنا پسند کرتے ہو اور اُس کام سے رُک جانا جس سے تمھیں عار محسوس ہو۔ حرملہ نے اس نصیحت کو اپنے پلے باندھا اور سوار ہو کے چل دیا۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ؛

بنی شیبان سے ہی ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اُس عورت کا نام قیلہ بنت مخرمہ اور اُس کے شوہر کا نام حریث بن حسان بتایا گیا ہے۔ یہ لوگ اُس وقت مسجد نبوی میں اترے جب صحابہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز فجر ادا کر رہے

تھے۔ابھی اندھیرا تھا اور لوگ ایک دوسرے کو پہچانتے نہ تھے۔

قیلہ بنت مخرمہ نے اپنے اسلام قبول کرنے کی روایت خود بیان کی ہے انھوں نے کہا میں اپنے شوہر کے ساتھ نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئی تو لاعلمی کی وجہ سے مردوں کی صف میں کھڑی ہوگئی لوگوں نے مجھے اشارہ کیا کہ میں مردوں سے کچھ فاصلے پہ پیچھے کھڑی ہوں۔

میں پیچھے چلی آئی اور نماز ادا کی۔

میں نے کسی سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ شخص جو سر جھکائے بیٹھے ہیں وہی اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت قیلہ بنت مخرمہ بیان کرتی ہیں کہ؛

میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو میرے اندر جلال نبوت کو سہنے کی قوت نہ رہی اور میرا جسم بے اختیار کانپنے لگا۔لوگوں نے میری حالت دیکھی تو جان گئے کہ میں جلال نبوت کی زد میں آ گئی ہوں تب نبی اکرم ﷺ میرے قریب تشریف لائے اور مجھے تسلی دی جس کے بعد میرے جسم نے کانپنا بند کر دیا۔تاہم میں اب بھی سر اٹھا کر نبی اکرم ﷺ کو دیکھنے کے قابل نہ ہوئی تھی اور میری حالت ابھی مکمل طور پہ درست نہ ہوئی تھی۔لوگ مجھے حضرت عائشہؓ کے پاس لے گئے جہاں میں بہت سا وقت ٹھہری رہی حتیٰ کہ دن گزرنے لگا۔سہ پہر کو میں اور میرا شوہر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے ہاتھ پہ اپنے اسلام کی تجدید کی۔

نبی اکرم ﷺ ہم سے بہت خوش ہوئے اور ہماری اولاد کے لیے دُعا کی۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنے ساتھ بیٹھے کسی صحابی کو حکم دیا کہ اس مسکینہ عورت کے بیٹوں کے لیے تحریر لکھو۔اور اُن صحابی نے اپنی بغل سے سرخ رنگ کا چمڑا نکالا اور اُس پہ تحریر لکھ دی جو مدتوں ہمارے پاس رہی وہ تحریر یہ تھی۔

''اِن کی حق تلفی نہ کی جائے، اِن سے زبردستی نکاح نہ کیا جائے ہر مومن اِن کا مددگار ہے چنانچہ
تم لوگ نیک کام کرو اور برے کاموں سے رُک جاؤ۔



یہ بھی ایک عجیب وفد تھا جس کا تذکرہ مورخین کی اکثریت نے کیا ہے انھوں نے لکھا کہ جب عرب کا اُفق اسلام کی روشنی سے نئے دن کے اجالوں کی طرح جگمگانے لگا تب لوگوں نے اِس کی طرف مراجعت کی جن کا اِن صفحات میں کیا جا رہا ہے۔ایک دن صحابہ نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ معماً نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے صحابہ نے اس مسکراہٹ کی بابت دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج ایک بادشاہ میری طرف روانہ ہوا ہے جس میں انتہا کی رعونت پائی جاتی ہے جبرائیل مجھے اُس کے بارے میں بتا رہے تھے۔

وہ حضرموت کا بادشاہ تھا اور اُس کا نام وائل بن حجر تھا۔

اگلے روز وہ ایک بڑے قافلے کے ساتھ مدینہ میں اترا۔

نبی اکرم ﷺ نے وائل بن حجر کی تکریم کی اور جب وہ مسجد میں داخل ہوا تو اُسے اپنے ساتھ بٹھایا اور اُس کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر بچھائی۔

اور یہ نبی اکرم ﷺ کی خاص ادا تھی کہ جب نبی اکرم ﷺ کسی کو حد سے زیادہ عزت عطا فرماتے تو اُس کے لیے اپنی چادر بچھاتے۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛

یہ وائل بن حجر ہے جو حضرموت سے اسلام قبول کرنے آیا ہے یہ اپنے علاقے کا بادشاہ

ہے۔نبی اکرم ﷺ نے حجر بن وائل اور اُس کے ساتھ آئے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے انھوں نے فوراً ہی قبول کر لیا۔نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اُن کے رہنے سہنے کا بندوبست کریں۔

حضرت وائل بن حجر نے کئی روز مدینہ میں قیام کیا اور اسلام کی تعلیمات حاصل کیں۔اس کے بعد جب وہ رخصت ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لیے تحریر لکھوائی جس میں اُن کو وہ علاقے اسلامی ریاست کی طرف سے عطا کیے گئے جن پہ وہ پہلے ہی حکمران تھے اس کے علاوہ اس تحریر میں نماز روزہ کے معاملات تھے اور شراب و خنزیر کی ممانعت کے متعلق حکم تھا۔

حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ مہمانوں کو شہر سے باہر چھوڑ آؤں۔میں وائل بن حجر کی سواری کے ساتھ چلنے لگا اور اس وقت سخت گرمی تھی گرم ریت میرے پاؤں کو جھلسائے دیتی تھی۔

میں نے حضرموت کے بادشاہ وائل بن حجر سے کہا؛

گرمی بہت زیادہ ہے مجھے اپنے پیچھے سوار کر لو۔

وائل بن حجر نے کہا؛

بادشاہ اپنے پیچھے کسی کو سوار نہیں کیا کرتے۔

میں نے کہا؛

اے بادشاہ میرے پاؤں جل رہے ہیں اگر مجھے سوار نہیں کر سکتے تو کم از کم مجھے اپنے جوتے ہی دے دو۔

بادشاہ نے جواب دیا۔

عام آدمی اس قابل نہیں ہوتے کہ وہ بادشاہوں کے جوتے پہن سکیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا؛

مگر میرے پاؤں جل رہے ہیں۔

حضرت موت کے بادشاہ وائل بن حجر نے کہا؛

میں تمھارے لیے زیادہ سے زیادہ یہ کرسکتا ہوں کہ اپنی سواری کی رفتار آہستہ کردوں تاکہ تم اس کے سائے میں چلتے رہو۔

حضرت معاویہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں کئی میل تک اُس کی سواری کے سائے میں ہی چلتا رہا۔

اُن کو رخصت کرنے کے بعد میں مدینے آیا اور رسول اللہ ﷺ سے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ؛ آپ نے مجھے ایک عجیب شخص کے حوالے کردیا تھا اُس نے میرے ساتھ بہت براسلوک کیا ہے اس کے بعد میں نے پورا واقعہ رسول اللہ ﷺ سے گوش گزار کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا؛

معاویہ وہ شخص نیا نیا مسلمان ہوا ہے اس لیے ابھی تک اُس میں جاہلیت کا غرور موجود ہے جب اسلام اُس کے دل میں اتر جائے گا تو خود ہی ٹھیک ہو جائیگا۔

بنو جعفی

عربوں کے اس قبیلے سے جو لوگ مدینہ اترے وہ اپنی سرشت کے لحاظ سے ہی بد بخت تھے اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کی کوششوں کے باوجود اِن سیاہ بختوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ انتہائی سخت دل لوگ تھے اور اُن کے دل قساوت دہر سے بھرے ہوئے تھے اسی لیے تو وہ اُس در سے بھی خالی اُٹھ گئے جس سے در سے کبھی کوئی خالی نہ گیا تھا۔ بنو جعفی سے دو بھائی قیس بن سلمہ اور یزید بن سلمہ مدینہ میں اترے اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے دریافت کیا میں نے سنا ہے تم لوگ گوشت کھاتے ہوئے اُس میں سے دل نکال کے پھینک دیتے ہو۔

انھوں نے اعتراف کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ تمھیں اس بات کا کوئی حق نہیں پہنچتا کہ خالق کی حلال کی ہوئی اشیاء کو خود پہ حرام کرو۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛

اِن کے لیے دل بھون کر لاؤ تا کہ اِن کی جھجک دور ہو سکے۔

تھوڑے بہت تعامل کے بعد انھوں نے دل کھا ہی لیا۔

اس کے بعد اُن میں سے بڑے بھائی سلمہ بن قیس نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ کچھ میری ماں کے متعلق بھی بتائیے اُس نے اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ جہنم میں ہے۔

وہ دونوں بھائی فوراً ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا؛

ہم کسی ایسے شخص کی پیروی نہیں کر سکتے جو ہماری ماں کے بارے میں ایسا کہے۔

اس کے بعد وہ چل دیئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو پیچھے سے پکارا؛

مگر اُن بدبختوں نے پیچھے مڑ کے بھی نہ دیکھا اور غصے سے روانہ ہو گئے۔

راستہ میں انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی کو پایا جو مال زکواۃ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ رہا تھا۔انھوں نے اس صحابی رسول کو رسی سے باندھ دیا اور اُن سے اونٹ چھین کر بھاگ گئے۔



قبیلہ جہیم کا ایک قافلہ مدینہ میں اترا جس میں اُن کے قبیلے کے کئی معززین تھے نبی اکرم ﷺ نے اُن کی تکریم کی اور انھیں دین اسلام کی طرف بلایا۔اُن کا رئیس ابو جری جابر بن سلیم تھا۔اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بنو جہیم کے رئیس ابو جری جابر بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ پہنچا تو میں نے ایک قطری تہبند پہنا ہوا تھا جو میرے قدموں کے نیچے لٹک رہا تھا اس کے اوپر میں نے ایک یمنی چادر اوڑھ رکھی تھی میں نے دیکھا کہ سب لوگ ایک ہی شخص کی اطاعت کرتے ہیں اور بھاگ بھاگ کر اُن کے حکم بجالاتے ہیں۔

میرے استفسار پہ مجھے بتایا گیا کہ یہی اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

میں اپنے وفد کے ساتھ اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔

کئی دن ہم لوگ مدینے میں ہی رکے رہے جب واپسی کا وقت آیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ؛

مجھے کوئی نصیحت کریں جو میرے لیے نافع ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اچھا سن؛

"کسی نیکی کو حقیر مت جانو چاہے وہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ بات کرنا ہی

کیوں نہ ہو۔اپنا تہبند آدھی پنڈلیوں سے اوپر رکھو اسے نیچے لٹکانے سے پرہیز کرو اگر نہیں تو کم از کم ٹخنوں تک رکھو اور تہبند کو لمبا کرنے سے ڈرو کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اللہ تکبر کو ناپسند کرتا ہے۔اگر کوئی شخص تمھیں گالی دے اور تمھیں تمھارے کسی عیب پر غیرت دلائے تو تم اسے اس کے عیب پہ شرم نہ دلاؤ تب اُس کی زبان درازی کا وبال اسی پہ ہوگا۔

بنوالغافق

نو ہجری کے سال اسلام کے سنہری دن تھے جب دن رات دور دراز سے قافلے صحن مسجد میں اترتے تھے اور ایک اللہ کی واحدنیت کا اقرار کرتے تھے۔اُن کے دلوں کی سختی جاتی رہی تھی وہ آنسو بہاتے آتے اور مسکراتے ہوئے رخصت ہوتے۔تب اُن کی دنیا اور آخرت دونوں بدل چکے ہوتے۔شوق محبت اور وارفتگی کے انگنت مظاہر تھے جو انھی دنوں رونما ہوئے مثال کے طور پہ بنو غافق کو ہی لیں وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

اے اللہ کے رسول ہم مسلمان ہیں اور ہمارے صدقات ہمارے صحنوں میں پڑے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

وہ تمھارے غربا اور مساکین کا حق ہے۔

انھوں نے دریافت کیا؟

ہمارے لیے اور کیا حکم ہے۔

نبی اکرم ﷺ فرمایا؛تمھارے لیے وہی ہے جو دیگر مسلمانوں کے لیے ہے۔

انھوں نے کہا؛

ہم اللہ پہ ایمان لائے اور اُس کے رسول کی اطاعت کی۔

پھر وہ رخصت ہو گئے۔

❀ ❀ ❀

بنولیث

نو ہجری کو بہت سے قبائل مدینہ میں اترے اُن کی آنکھوں میں خواب تھے اُن کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی آرزو تھی اور اُن کے لبوں پہ توحید کے نغمے تھے اور اب تو سارا عرب ہی توحید کے نغموں سے گونج رہا تھا بہت کم قبائل ایسے تھے جن کو ابھی تک یہ دولت نصیب نہ ہوئی تھی اور جو قبائل بھی تک اسلام کی دولت سے محروم تھے اُن کے دل میں اب اسلام کے خلاف عداوت نہ تھی بلکہ اُن کی دیگر مجبوریاں تھیں جن کی وجہ سے وہ مدینہ نہیں پہنچ رہے تھے۔

کچھ اسی قسم کا تذکرہ بنولیث نے کیا تھا۔

وہ بیس لوگ تھے جو مدینہ میں اترے اُن کا رئیس مالک بن حویرث تھا۔

اُن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا؛

یا رسول اللہ ﷺ ہم کسی عداوت کی بنا پہ نہیں بلکہ اپنی عسرت کی بنا پہ اتنی دیر تک اسلام سے رکے رہے۔

انھوں نے اسلام قبول کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اُن کی خوشحالی کے لیے دُعا کی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُن کو حکم دیا کہ ابھی کچھ روز مدینہ میں ہی ٹھہرو

جب تمھیں اسلام کی اکثر وبیشتر معلومات حاصل ہو جائیں تب واپس جانا۔

اور بنولیث کا وفد مہینہ بھر مدینہ میں ہی رکا رہا۔



حضرت مغیرہ بن عبداللہ یشکری نے اپنے والد سے روایت کی کہ وہ ایک خچر خریدنے کے ارادے سے مدینہ پہنچے مگر ابھی بازار میں رونق نہ تھی انھوں نے اپنے ساتھی سے کہا چلو تھوڑی دیر مسجد میں گزارتے ہیں اور مسلمانوں کے رسول کی باتیں سنتے ہیں۔ہم یونہی وہاں گئے تھے مگر اسلام کی لازوال دولت سے اپنا دامن بھر کے نکلے وہاں قبیلہ قیس کا ایک عرابی بیان کر رہا تھا کہ پچھلے سال میں مکہ پہنچا تو کسی نے مجھ سے رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بیان کیا۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو منیٰ میں دیکھا مگر وہاں نہ پایا تاہم عرفات میں آپ ﷺ موجود تھے میں آپ ﷺ کی طرف بڑھا۔

لوگوں نے مجھے روک دیا مگر نبی اکرم ﷺ نے اُن کو حکم دیا اس شخص کو آنے دو ضرورت مند لگتا ہے۔

میں آپ ﷺ کے قریب پہنچا اور آپ کی اونٹنی کی مہار تھام لی۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

جو پوچھنا ہے جلدی پوچھو؟

میں نے جلدی سے سوال کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے بتایئے وہ کون سا عمل ہے جو مجھے آتش جہنم سے بچالے۔

نبی اکرم ﷺ ہلکے سے مسکرائے اور سر جھکا لیا۔

پھر سر اٹھایا اور فرمایا؛

سائل تم نے نہایت مختصر سوال کیا ہے مگر بات بڑی پوچھی ہے۔

خیر سنو؛ صرف اللہ کی عبادت کرنا کسی کو اُس کے ساتھ شریک مت ٹھہرانا، فرض نماز اچھی طرح ادا کرنا، زکواۃ دینا روزے رکھنا اور جو معاملہ لوگ تیرے ساتھ کریں اُس کا بدلہ مت لینا۔

یہی وہ بات ہے جو تجھے جہنم کی آگ سے بچا سکتی ہے۔

میں نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ؛

میں اِن باتوں کو یاد رکھوگا اور اِن پہ عمل کروں گا۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛

اگر یہ قائم رہا تو کامیاب ہو گیا۔

حارث بن کعب

نوہجری میں مدینہ رونقیں اپنی انتہا پہ پہنچ گئی تھیں دن رات مہمانوں کے قافلے اترتے رہتے تھے عرب اب اسلام کی طرف راغب تھے اس لیے اُن میں سے کوئی بھی نہ تھا جو پیچھے رہنا چاہتا ہوتاہم بنوکعب سے اب تک کوئی وفد اسلام قبول کرنے نہ آیا تھا نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ فوج کا ایک دستہ ساتھ لے لواور پتا کرو بنوکعب کیا ارادہ ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک فوجی دستے کے ساتھ بنوکعب کی طرف روانہ ہوگئے۔

وہ بنوکعب کے ٹھکانوں تک پہنچے اور اُن کا محاصرہ کرلیا۔

بنوکعب گھبرا گئے اور اور انھوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا؛

ہم بس اسلام قبول کرنے کے لیے نکلنے ہی والے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا مجھے تم لوگوں پہ اعتبار نہیں اس لیے تم میرے ساتھ ہی چلو۔

بنوکعب بن حارث نے آمادگی ظاہر کردی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُن کا وفد مدینے کے لیے نکلا۔کعب بن حارث نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کے رئیس زید بن حصین سے فرمایا؛

میں نے سنا ہے تم لوگ خوب جنگجو ہو اور تم نے کبھی میدان جنگ میں پیٹھ نہیں دکھائی تمھیں ہمیشہ فتح حاصل ہوئی تم اس طرح کیسے کر لیتے ہو۔

بنو کعب بن حارث کے رئیس زید بن حصین نے جواب دیا؛

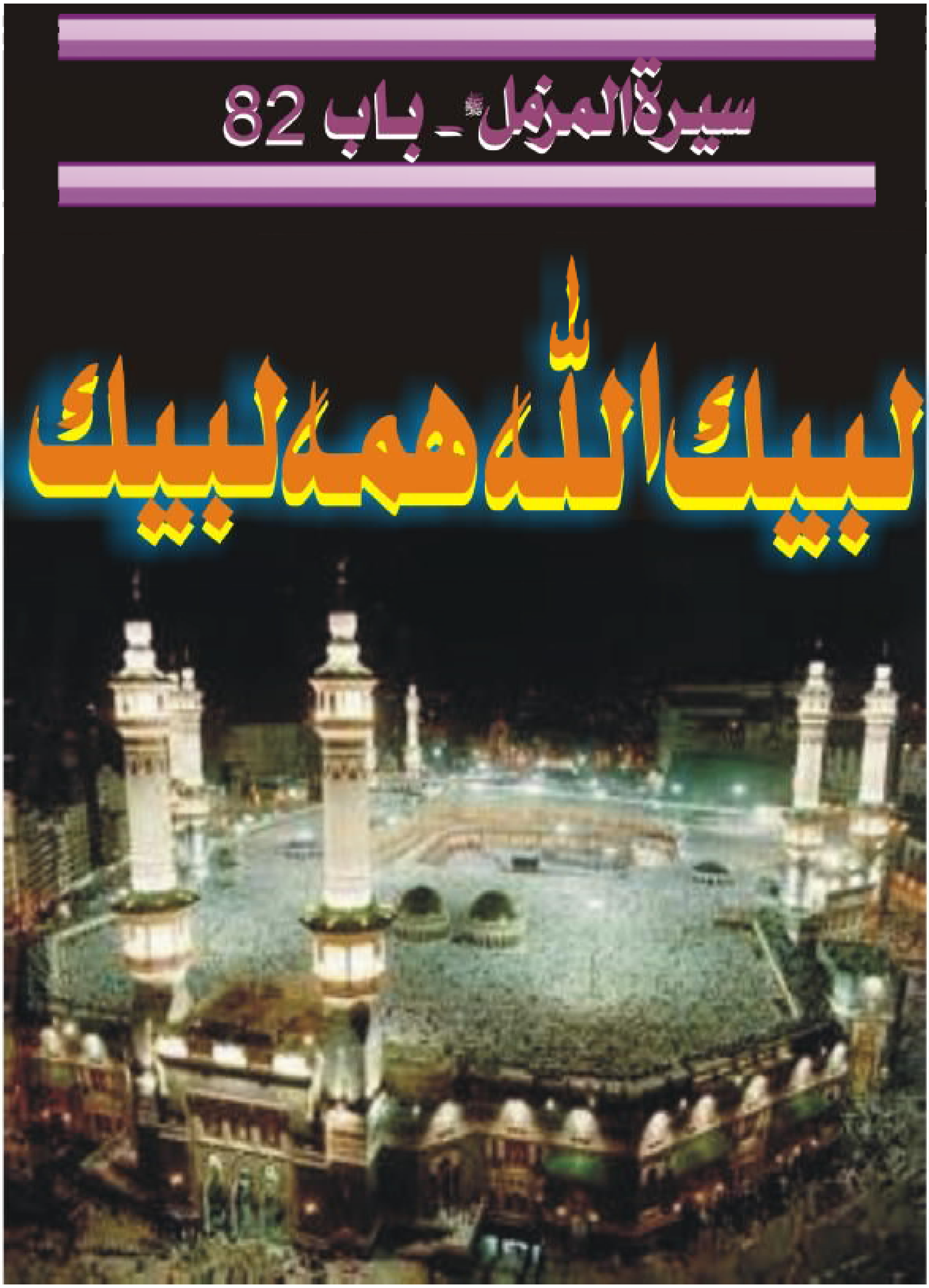
یارسول اللہ ﷺ؛

ہم جب جنگ کے لیے نکلتے تو ہم اپنے اندرونی اختلافات کو یکسر بھول جاتے اور یکجان ہو کر بے دریغ لڑتے اس کے بعد اگر ہمارے سامنے پہاڑ جیسا کوئی لشکر ہوتا تب بھی ہم اسے اکھاڑ پھینکتے۔اس کے علاوہ یہ بات بھی ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہی ہے کہ ہم کبھی کسی پہ بے جا زیادتی اور ظلم نہیں کرتے اس طرح اللہ نے ہمیشہ ہمیں فتح عطا فرمائی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، تم لوگ عمدہ خصوصیات کے مالک ہو۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے بنو حارث بن کعب کے رئیس زید بن حصین کو ہی اُن کی قوم کا امیر مقرر کیا اور انھیں اسلام پہ کاربند رہنے کی ہدایت کی۔

اس کے بعد بنو کعب کا یہ وفد واپس لوٹ گیا۔


سیرۃ المزمل ﷺ ۔ باب 82
لبیک اللھم لبیک

ذیقعدہ 9 ہجری، بمطابق ... مارچ 631ء

قافلہ حج کی روانگی

ایک وہ وقت تھا جب مسلمان مکہ سے آنے والی ہواؤں کی خوشبو کو سونگھ کے خوش ہو لیتے تھے اُن کے دل اُن لمحات کے تصور سے ہی شادمان ہو جاتے تھے کہ وہ پھر کبھی سرزمین مکہ پہ قدم رکھیں گے۔ اسلام قبول کرنے کی پاداش میں اُن کو اپنے اُس وطن سے محروم ہونا پڑا تھا جہاں اُن کے آباء کی قبریں تھیں، جہاں اُن کی خوشحالی کی یادیں تھیں، جہاں اُن کے بچپن کے سنہری ایام گزرے تھے جہاں وہ صدیوں سے مقیم تھے، جہاں اللہ کا پہلا گھر تھا جس کا حج کیا جاتا تھا، جہاں اُن کے لیے سانس تک لینا دشوار کر دیا گیا تھا جہاں اُن پہ ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹے تھے، جہاں اُن کا خون بہایا گیا تھا، جہاں اُن کو محصور کر دیا گیا تھا، جہاں اُن کے گھر تھے، جہاں اُن کے کاروبار تھے، جہاں اُن کے اقربا تھے، جہاں وہ درخت تھے جن سے اُن کو محبت تھی، جہاں اُن کی عقیدتوں کا مرکز بیت اللہ تھا جس کا وہ طواف کرتے، جہاں صحن حرم کی وہ محفلیں تھیں جن کی یاد اُن کو چین نہ لینے دیتی تھی جہاں کے لوگ عداوت میں حد سے گزر گئے تھے، جہاں کی صبحیں اور شامیں بھلائے نہ بھولتی تھیں جہاں کی

بلندیاں اور پستیاں اُن کی نگاہوں میں مکین تھیں، جہاں وہ اپنے اونٹ ذبح کیا کرتے تھے جہاں کے سنگ وخشت بھی اُن کی جدائی محسوس کرتے تھے، جہاں دیوار و در پہ حزن و یاس کے ڈیرے تھے، جہاں راہیں اورگلیاں اُن کے وجود کے بغیر خالی سی تھیں، جہاں کی بہاریں اورخزائیں الگ سی تھیں، جہاں دیس دیس کے قافلے اترا کرتے تھے، جہاں زم زم کی آبشاریں تھیں، جہاں وجود ابراہیم کی مہکاریں تھیں، جہاں غارحرا کی تنہائیاں تھیں، جہاں جبل نور کے سائے تھے، جہاں صدائے رسالت کی گونج تھی، جہاں توحید کی بازگشت سنائی دی، جہاں جبرائیل کا آنا جانا تھا، جہاں قرآن اترتا رہا، جہاں پیہم طواف ہوتا تھا، جہاں دعوت فلاح تھی، جہاں بنو ہاشم کی سخاوت تھی جہاں صحن مقدس کی زمین تھی، جہاں بنواسماعیل کی میراث تھی، جہاں عبدالمطلب کی دانش تھی، جہاں ابو طالب کی سرداری تھی، جہاں قصی بن کلاب کی یادگاریں تھیں، جہاں شعب کی تنہائیاں تھیں، جہاں عماربن یاسرکی وفاتھی، جہاں حمزہ کی شجاعت تھی، جہاں ابوبکرکاایثارتھا، جہاں عثمان کی سخاوت تھی، جہاں سے رسول اللہ ﷺ کونکال دیا گیا تھااورآج وہی شہرمکہ مسلمانوں کے لیےاپنی آغوش وا کیےمحبت کے اِن مسافروں کامنتظرتھا جن کی آنکھوں میں خواب بہتے پانی کی وجہ سے دھندلانے لگے تھے۔

اب مسلمانوں کاراستہ روکنے والاکوئی نہ تھاشہرمکہ اُن کامنتظرتھا۔

چنانچہ نوہجری میں مدینہ سے پہلی بارمسلمانوں کا قافلہ حج کے لیے نکلااوراُن کوکسی قسم کاخوف نہ تھا۔تین سولوگوں پہ مشتمل حاجیوں کےاس قافلے کی امارت حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کوسونپی گئی۔نبی اکرم ﷺ نے اپنی طرف سےقربانی کے لیےبیس اونٹ مکہ بھیجےاُن کے گلے میں خود اپنے ہاتھ سے کلادہ ڈالا۔جب مدینہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حاجیوں کا قافلہ روانہ ہوچکا تب نبی اکرم ﷺ پہ سورۃ توبہ کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ○ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○

(القرآن الحکیم سورۃ توبہ۹ ؛ آیات۳-۱)

ترجمہ؛

”اعلانِ برأت ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے اُن مشرکین کو جن سے تم نے معاہدے کیے تھے، پس تم لوگ ملک میں چار مہینے اور چل پھر لو اور جان رکھو تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور یہ کہ اللہ منکرین حق کو رسوا کرنے والا ہے، اطلاع عام ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کہ حج اکبر کے دن تمام لوگوں کے لیے کہ اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول بھی۔ اب اگر تم لوگ توبہ کر لو تو تمھارے ہی لیے بہتر ہے۔ اور جو منہ پھیرتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ اور اے نبی ؛ انکار کرنے والوں کو سخت عذاب کی خوشخبری سنا دو، بجز اُن مشرکین کے جن سے تم نے معاہدے کیے پھر انھوں نے اپنے عہد کو پورا کرنے میں تمھارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمھارے خلاف کسی کی مدد کی۔ تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی مدت معاہدہ تک وفا کرو کیونکہ اللہ متقیوں ہی کو پسند کرتا ہے“۔

****

اِن آیات کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور اُن کو حکم دیا کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے روانہ ہو جائیں اور منیٰ و عرفات میں حج کرنے والے عربوں کو اِن احکامات سے آگاہ کریں جن کا خلاصہ یہ ہے۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے روانہ کیا تو مجھ سے فرمایا؛

عربوں کو اِن چار باتوں سے آگاہ کردو۔

ا۔ مومنوں کے بغیر کوئی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔

۲۔ کوئی مرد یا کوئی عورت اب بیت اللہ کا برہنہ ہو کے طواف نہ کرے۔

۳۔ جس کا حضور ﷺ کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے جب اُس کی مدت پوری ہو جائے تو آئندہ اس کی توثیق نہ کی جائے گی اور وہ کالعدم قرار پائے گا۔

۴۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے حج کو نہ آئے۔

چنانچہ یہ احکامات لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے روانہ ہوئے اور دجنان کے مقام پہ انھیں جالیا۔اُس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے لیے کھڑے ہوا چاہتے تھے کہ اُن کے کانوں میں نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی کی آواز پڑی جس پہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سوار تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا؛

ذرا رُک جاؤ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی آواز سنی ہے شاید انھوں نے حج کا ارادہ کیا ہے ۔مگر جب اونٹنی قریب پہنچی تو اُس پہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سوار تھے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اُن سے سوال کیا امیر بن کے آئے ہو یا مامور بن کے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا' مامور بن کے۔

جس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز پڑھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کے

پیچھے نماز ادا کی۔

اس کے بعد یہ قافلہ مکہ کو روانہ ہوا۔

حج کے موقع پہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ دیتے اور اِن کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تازہ حکامات اہل عرب تک پہنچاتے۔

چونکہ اس حج میں مشرکین بھی شامل تھے اور وہ قبائل بھی شامل تھے جن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدے تھے اس لیے اُن لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مشرکین سے کہا؛

تمھارے پاس صرف چار مہینے ہیں اسلام قبول کرلو یا حدودِ حرم سے نکل جاؤ۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

''اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا''

نو ہجری کا سارا سال مسلمان اہل عرب کے میزبان رہے، مدینہ کی گلیوں میں دن رات دور عرب کے صحراؤں سے اترتے قافلوں کا شور رہا۔ مسلمان اسلام کی جس عظمت اور بڑائی کا خواب دیکھا کرتے تھے یہ اُس کی تعبیر کے دن تھے اور وہ بہت خوش تھے۔

محرم 9ہجری، بمطابق...! اپریل 630ء تا 631ء

۹ ہجری، متفرقات

نو ہجری کا سال تحریک اسلامی کے لیے مصروف ترین سال ثابت ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سال بدوی عربوں کی تربیت کے لیے بہت سی مہمات روانہ کیں۔ خود نبی اکرم ﷺ نے اہل روم کو للکارا اور اسلامی لشکروں کے ہمراہ رومی مملکت کے علاقوں میں جا کے پڑاؤ ڈالا مگر رومی افواج کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے لیے نکلتیں بیس روز انتظار کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ تبوک سے واپس مدینہ تشریف لے آئے جہاں دیگر بہت سی مصروفیات آپ ﷺ کی منتظر تھیں۔ نو ہجری دراصل تو مہمانوں کا سال تھا کہ سارا سال مدینے کی گلیاں مہمانوں سے آٹی رہیں، دن رات مسافروں کے قافلے مدینہ کی گلیوں کی رونق بنتے رہے۔ عرب کا ہر قبیلہ اب اسلام قبول کرنا چاہتا تھا اس لیے بعض اوقات تو ایک ہی روز عربوں کے کئی کئی قافلے بھی شہر مدینہ میں اترتے رہے اور اسلام قبول کرتے رہے۔ نبی اکرم ﷺ اُن کے ساتھ محبت سے پیش آتے اُن کے رہنے اور ٹھہرنے کے انتظامات کیے جاتے اُن کو دین اسلام کی تربیت دی جاتی اس کے بعد اُن کو انعام و اکرام دے کر

رخصت کیا جاتا۔مدینہ میں اترنے والے اِن قافلوں کا تفصیلی حالات اوپر تحریر کر دیئے گئے ہیں۔

اب ہم نو ہجری میں پیش آنے والے دیگر واقعات کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

منافق اعظم عبداللہ بن ابی

عبداللہ بن ابی بنوخزرج سے تعلق رکھتا تھا وہ قبیلے کا اہم آدمی تھا۔ نبی اکرم ﷺ جب مکہ میں اپنے خاندان کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے تب مدینہ میں حالات یہ تھے کہ بنوخزرج اور بنو اوس باہمی جنگوں سے اُکتا چکے تھے اور چاہتے تھے کہ قتل و غارت گری کا یہ سلسلہ اب ختم ہونا چاہیے جو ستر سال سے زائد عرصہ تک جاری رہا تھا۔ چنانچہ اِن دونوں قبیلوں نے فیصلہ کیا کہ وہ بیٹھ کر باہم مشاورت کے ذریعے کسی ایک آدمی کو اپنا حکم مقرر لیں تاکہ آئندہ کسی نزاع کی صورت میں جنگ کی بجائے اس کے حکم پر عمل کیا جائے۔

چنانچہ انتہائی غور و فکر کے بعد عبداللہ بن ابی کو حکم مقرر کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا۔ اغلب یہ ہے عبداللہ بن ابی کو بنواوس اور بنوخزرج کا مشترکہ حکم بنانے کا فیصلہ ہجرت سے اٹھارہ یا بیس ماہ پہلے کیا گیا تھا۔ اسی دوران مدینہ سے چند افراد حج کے لیے مکہ آئے وہ نبی اکرم ﷺ کی دعوت سے متاثر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد جب وہ اپنے وطن مدینہ پہنچے تو اُن کے اطوار اور اسلوب زیست میں نمایاں تبدیلی محسوس کی گئی۔ لوگوں نے اس تبدیلی کی وجہ دریافت کی تو اُن لوگوں نے کہا ہم مسلمان ہوچکے ہیں ہم رسول عربی محمد ﷺ پہ ایمان لے آئے ہیں۔ اہل کتاب کی ہمسائیگی میں رہتے ہوئے شہر مدینہ کے اکثر و بیشتر باسی جانتے تھے کہ ایک رسول کی آمد متوقع ہے جن کا تذکرہ اہل یہود اکثر اُن سے کیا کرتے تھے چنانچہ اہل مدینہ جان گئے کہ اللہ کے وہ رسول تشریف لا چکے ہیں جن کا تذکرہ یہود صدیوں

سے کرتے آئے ہیں۔انھوں نے سوچا کہ اس معاملے میں جلدی کی جائے اور یہود پہ سبقت حاصل کی جائے۔ چنانچہ مدینہ سے کئی وفد مکہ آئے اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا اگلے سال تک بنو اوس اور بنوخزرج کے اکثر و بیشتر لوگ اسلام قبول کر چکے تھے۔

اس کے بعد اہل مدینہ نے جب دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ شہر مکہ میں ایک مشکل زندگی گزار رہے ہیں اور اُن کا پورا خاندان اُن کا دشمن بن چکا ہے تو انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ آپ مدینہ تشریف لے آئیں جہاں آپ کا پسینہ بہے گا وہاں ہم اپنا خون بہائیں گے اور ہر دشمن سے آپ کی حفاظت کریں گے۔اللہ تعالیٰ نے جب نبی اکرم ﷺ کو اجازت عطا فرمائی تو آپ ﷺ مدینہ ہجرت کر گئے اہل مدینہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے اس قدر خوش تھے اس قدر شادماں تھے اس قدر لحات فخر میں تھے کہ اب انھیں نہ عبداللہ بن ابی یاد تھا جس کو انھوں نے اپنا حکمران چنا تھا اور نہ ہی انھیں وہ تاج یاد تھا جو عبداللہ بن ابی کو پہنایا جانا تھا اور جس میں صرف موتی جڑنے باقی رہے گئے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی کی رسم تاج پوشی نہ ہو سکی کہ اہل مدینہ کے پاس اب نہ اس بات کا وقت تھا اور نہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں انھیں کسی اور حکمران کی ضرورت تھی۔

چنانچہ عبداللہ بن ابی کا دل دکھ غصے اور حسد سے بھر گیا اگر چہ اُس نے اسلام قبول کر لیا تھا کہ اُس کا سارا قبیلہ مسلمان ہو چکا تھا اس لیے اُس کا اسلام سے دور رہنا ممکن نہ رہا تھا مگر اُس کی باقی ساری زندگی اُسی حسد اور غم و غصے کے سائے میں گزری کہ اُس کی تاج پوشی نہ ہو سکی تھی اُس کی حکمرانی کو رسول اللہ ﷺ نے چھین لیا تھا۔چنانچہ اُس نے لوگوں کے ساتھ مل کے منافقین کی وہ جماعت مرتب کی جنھوں نے ہر ہر مرحلے پہ نبی اکرم ﷺ اور تحریک اسلامی کے لیے شدید مشکلات پیدا کیں۔غزوہ اُحد میں عبداللہ بن ابی نے مسلمانوں کی ایک تہائی فوج کو رسول اللہ ﷺ سے کاٹ دیا اور اپنے حواریوں کے ساتھ مدینہ لوٹ آیا۔غزوہ خندق میں اُس نے یہودیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی پشت پہ حملہ کرنے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے

اُن کی حکمت عملی کو ناکام بنا دیا اور مسلمان سرخرو ہوئے۔غزوہ تبوک میں بھی وہ لوگوں کی ایک معقول تعداد کو غزوے میں شامل ہونے سے روکنے میں کامیاب رہا تھا تاہم اب مسلمان قوت حاصل کر چکے تھے اور انھیں عبداللہ بن ابی اور اُس کے منافق ٹولے کی کچھ خاص پرواہ نہ تھی۔غزوہ تبوک سے واپسی پہ عبداللہ بن ابی کے ساتھیوں نے نبی اکرم ﷺ پہ قاتلانہ حملہ کرنے کی ناکام کوشش کی مگر اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو محفوظ رکھا۔غرض رسول اللہ ﷺ کی مدنی زندگی کے بہت سے ایام ایسے گزرے جب منافقین نے رسول اللہ ﷺ اور تحریک اسلامی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔وہ اخلاقی طور پہ اِس حد تک گرے ہوئے تھے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج تک کو نہ بخشا حضرت عائشہؓ پہ تہمت لگا دی۔

اللہ کے حکم کے مطابق ہر ہر مرحلے پہ نبی اکرم ﷺ نے صبر کیا۔تاہم بدسرشت منافقین اپنی کاروائیوں میں مصروف رہے۔یہ بہت تکلیف دہ ایام تھے اس لیے کہ مسلمانوں کو معلوم ہی نہ پڑتا کہ اُن کا ساتھی جس کے ساتھ وہ دین اسلام کی وجہ سے محبت کر رہے ہیں وہ حقیقی مسلمان ہے یا منافقین کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔قرآن حکیم میں بار بار منافقین کے اس گروہ کو مخاطب کیا گیا اور اللہ کے مہیب عذاب سے ڈرایا بھی گیا مگر وہ جانے کس مٹی سے بنے تھے اُن کا نفاق کم ہونے میں ہی نہ آتا تھا۔

چنانچہ وقت اسی طرح گزرتا رہا آخر جب رسول اللہ ﷺ کو غزوہ تبوک سے واپسی کو ابھی دو ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ شوال کے مہینے میں عبداللہ بن ابی بیمار ہوا اور ذیقعدہ نو ہجری کو سرزمین مدینہ کو اس نجس وجود سے نجات ملی اور وہ جہنم کی طرف روانہ ہو گیا۔جب عبداللہ بن ابی بیمار ہوا تو رسول اللہ ﷺ اُس کی عیادت کو تشریف لے جاتے رہے۔اور جب وہ مرنے لگا تو اُن کا راسخ العقیدہ بیٹا عبداللہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میرے باپ مر رہا ہے اُس کے لیے آسانی کی دُعا فرمائیں اور اُس کو کفن دینے کے لیے اپنی قمیض عنایت فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ کی دونوں باتیں مان لیں۔

اس کے بعد جب وہ فوت ہو گیا تو حضرت عبداللہ حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے باپ کی نماز جنازہ پڑھیں۔

نبی اکرم ﷺ اُٹھ کھڑے ہوئے۔

امام بخاری نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ آپ منافقوں کے سردار کی نماز جنازہ پڑھیں گے حالانکہ اس نے فلاں دن یوں کہا اور فلاں موقعہ پہ مسلمانوں کے ساتھ یہ سلوک کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

عمر اب اِن باتوں کو رہنے دو مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے تو اِن کے لیے استغفار کروں چاہے تو نہ کروں۔ اگر میں جانتا کہ میں ستر بار سے زیادہ اس کے لیے استغفار کروں تو اس کو معاف کر دیا جائے گا تو میں ستر بار سے زیادہ اس کے لیے استغفار کرتا۔

اور نبی اکرم ﷺ نے منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی جس کی حکمت یہ تھی کہ عبداللہ بن ابی کے ساتھی جان جائیں کہ وہ جھوٹے ہیں اور جن اخلاقی رفعتوں پہ رسول اللہ ﷺ فائز ہیں اُس کا تصور بھی اُن کے لیے محال ہے۔ چنانچہ بیان کیا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کے اس عمل سے اُسی روز عبداللہ بن ابی کے ساتھیوں میں سے ایک ہزار لوگوں نے اپنے نفاق کا اعتراف کیا اور از سر نو اسلام قبول کیا اور اُن میں سے اکثر و بیشتر اس کے بعد نفاق کی طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ راسخ العقیدہ مسلمان ثابت ہوئے۔ مورخین نے کرتہ دینے کی توجیہ کرتے ہوئے لکھا کہ جب غزوہ بدر کے موقع پہ رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس کو گرفتار کر لیا گیا تو جنگ میں اُن کا کرتہ پھٹ گیا تھا اور اُن کے لمبے قد کی وجہ سے کسی کا کرتہ اُن کو پورا نہ آتا تھا تب عبداللہ بن ابی نے انھیں اپنا کرتہ دیا جو پورا آ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اُس کے اس احسان کا بدلہ یوں چکایا کہ اپنا کرتہ اُس کے کفن کے لیے دیا۔

عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ کے بعد نبی اکرم ﷺ کبھی کسی منافق کی نماز جنازہ پہ کھڑے نہ ہوئے تھے۔اس لیے کہ قرآن حکیم میں اس کی ممانعت آ گئی تھی۔ چنانچہ مورخین نے کہا کہ عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد جب آپ ﷺ واپس ہوئے تب سورۃ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔

”وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۔

القرآن الحکیم (سورہ توبہ ۹ ؛ آیات ۸۴)

ترجمہ؛

اور آپ کبھی بھی اِن (منافقوں) میں سے جو کوئی مر جائے تو اُس (کے جنازے) کی نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی آپ اُس کی قبر پہ کھڑے ہوں۔

اُم کلثوم کی وفات

نو ہجری کو ہی آنحضرت محمد ﷺ کی صاحب زادی حضرت اُم کلثومؓ نے وفات پائی۔ بیان کیا گیا کہ انھوں نے شعبان نو ہجری کو انتقال فرمایا۔ یاد رہے کہ دو ہجری کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پہلی بیوی حضرت اُم رقیہ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا جو رسول اللہ ﷺ کی بڑی بیٹی تھیں۔ اُن کے انتقال کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنی چھوٹی بیٹی اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو اُن سے بیاہ دیا جنھوں نے شعبان نو ہجری کو وفات پائی۔

علامہ طبری نے لکھا کہ؛

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے غسل دیا چند انصاری عورتیں بھی اُن کی مدد کے لیے موجود تھیں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جنت البقیع میں اُن کے لیے قبر کھودی۔

نبی اکرم ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

جب حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو دفن کرنے کا وقت آیا تو نبی اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور حضرت اُن کلثومؓ کو قبر میں اتارا۔

نجاشی کی وفات

اسی سال حبشہ کے بادشاہ نجاشی اصحمہ نے وفات پائی مورخین نے تحریر کیا ہے کہ اُس وقت رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ہی آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو مخاطب فرمایا تمھارے بھائی اصحمہ نے وفات پائی اٹھو اور اُس کی نماز جنازہ پڑھو۔

لوگ اٹھے اور انھوں نے اصحمہ شاہ حبشہ کی غائبانہ نماز جنازہ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں ادا کی۔

محرم 9 ہجری، بمطابق... اپریل 630ء تا 631ء

۹ ہجری، احکام وقوانین

نو ہجری میں بھی احکام وقوانین اتارنے کا سلسلہ جاری رہا۔قرآن اترتا رہا اور مسلمانوں کی راہنمائی کے لیے سنگ میل وضع ہوتے رہے۔تحریک اسلامی اب اپنے تکمیلی مراحل میں تھی اس لیے پورے اہتمام کے ساتھ لوگوں کے لیے طرز زیست کے نشانات وضع کیے جارہے تھے۔اُن کے عقائد کی درستگی کے بعد اب اُن کے اخلاق کی تصحیح اور اسلوبِ تہذیب وتمدن وضع کیے جارہے تھے جن کی بنا پہ ایک ایسا اسلامی سماج استوار ہونا تھا جو آج تک زندہ ہے اور مستحکم بنیادوں پہ کھڑا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کی چھوٹے چھوٹے امور میں بھی راہنمائی فرمائی اور بڑے بڑے گناہوں سے بھی متنبہ کیا جس کام سے نبی اکرم ﷺ نے روکا وہی امر مسلمانوں کے ہاں منکر ٹھہرا اور جس کام کا نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا وہی ہمارے لیے معروف ہے۔چنانچہ قانون اسلامی کی بنیاد قرآن وسنت ہی کو قرار دیا گیا ہے۔نو ہجری میں نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کی توجہ کن امور کی جانب مبذول کرائی اور قرآن حکیم میں مسلمانوں کے لیے کون کون سے احکامات اتارے گئے انھی کا کچھ تذکرہ یہاں

مقصود ہے۔

فرضیت حج

بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورہ آل عمران کی وہ آیت جس کی رو سے مسلمانوں پہ حج فرض ہو جاتا ہے وہ نو ہجری میں نازل کی گئی۔ اگر چہ علمائے تاریخ کے درمیان اس بات میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ آیت کس سال نازل ہوئی مگر حقیقت یہی ہے کہ حج ہمیشہ سے ہوتا ہے آیا ہے اور یہ مسلمانوں کی سب سے بڑی اجتماعی عبادت ہے جو دراصل تجدید احیائے امت کا پیغام ہے۔

دراصل اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پاکستان کا گندمی مسلمان ہو یا سوڈان کا کالا مسلمان یا آذربائیجان کا سفید مسلمان ہو سب آپس میں بھائی ہیں اور تمام دنیا کے مسلمان بھائی بھائی ہیں مسلمان سرحدوں اور زمانے کی حدود و قیود سے آزاد ایک ایسے نظریے کے پیرو ہیں جس نے انسانیت کو فلاح کی طرف بلایا ہے قرآن کل بھی انسان کو فلاح کا رستہ دکھا رہا تھا اور آج بھی وہ انسان کی راہنمائی کے لیے ہمہ وقت تیار ہے اب یہ انسان کی بدقسمتی ہے کہ وہ اس ابدی ہدایت کی طرف سے منہ موڑے۔ ذوالحجہ کے مہینے میں تمام دنیا کے لوگ صحن حرم میں ایک ہو جاتے ہیں۔ اُن کی قومیت اُن کی وطنیت، اُن کا رنگ، اُن کی نسل سب صحن حرم سے باہر رہ جاتے، وہاں وہ صرف مسلم ہیں، وہاں وہ صرف رسول اللہ ﷺ کے پیرو ہیں، وہاں وہ صرف توحید کے پروانے ہیں، وہاں وہ صرف طواف کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔

میدان عرفات ہو یا مقام منیٰ مسلمان ایک مقدس سفر میں ہیں اور اُن کا مقصد صرف ایک ہے کہ وہ دنیا کو بتا دیں کہ عقیدہ توحید کے پیروؤں کے لیے ملکوں کی معروف سرحدیں اُن کے

مقامی رسم ورواج اُن کی قانونی پابندیاں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں جب اللہ اُن کو یہ استطاعت بخشے کہ وہ بیت اللہ کا سفر کرنے کے قابل ہوں تب انھوں نے ضرور اس سفر پہ روانہ ہونا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اُن کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ ہر سال اسلام کے آخری مہینے میں مسلمان حج کرنے کے لیے مکہ میں اترتے ہیں وہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شامل ہوتے ہیں اور دنیا کے مختلف خطوں میں بسنے والے مسلمانوں کے سیاسی، معاشی، ثقافتی، تمدنی، عمرانی، لسانی روحانی، تجارتی، نفسیاتی، عسکری اور جغرافیائی مسائل سے آگاہی حاصل کرتے ہیں۔ حج اسلامیان عالم کے لیے ایک عالمی کانفرنس کی حیثیت بھی رکھتا ہے اور دوسری طرف مسلمانوں کے اجتماعی رویوں کی صراط مستقیم کی طرف راہنمائی بھی کرتا ہے۔ اگرچہ ہم گزشتہ ابواب میں فرضیت حج کا تذکرہ چکے ہیں مگر ہم نے مورخین کی اس روایت کو بھی درج کر دینا مناسب سمجھا جن کے مطابق مسلمانوں پہ حج نو ہجری میں فرض ہوا تاہم معتبر روایت کے مطابق حج آٹھ ہجری کو فتح مکہ کے بعد فرض ہوا۔

قانون لعان

مدتوں یہ سوال انسان کی علمی تنگ دامانی کے باعث ایک الجھن کا باعث بنا رہا کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو کسی غیر شخص کے ساتھ ملوث دیکھ لے تو وہ کیا کرے؟

عرب معاشرے میں عام طور پہ اس امر کی سزا موت تھی جسے نافذ کرنے کے لیے کسی نظم کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی یہ کوئی طے شدہ قانون تھا بلکہ وہ شخص جس کی بیوی اس فعل شنیع میں ملوث پائی جاتی وہ اشتعال میں آ کر خود ہی یہ عمل کر گزرتا عام طور پہ وہ زنا میں ملوث دونوں فریقین کو قتل کر دیتا۔ جس خطے میں ہم بستے ہیں (پنجاب ضلع گجرات) وہاں آج تک یہ چلن عام ہے ہمارے ہاں یعنی پنجاب اور سندھ میں تو یہ تک نہیں دیکھا جاتا کہ اس گناہ میں ملوث لوگ شادی شدہ ہیں یا غیر شادی شدہ اُن کو بلا تخصیص قتل کیا جاتا ہے۔ سندھ میں پوری برادری اس جرم میں ملوث فریقین کو مل کے قتل کرتی ہے اور اس رسم کو وہاں کاروکاری کہا جاتا ہے۔ پنجاب میں صرف بدچلنی کے شبہ میں قتل ہونے والی عورتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں ہمارے ہاں مناسب قانون سازی نہیں کی گئی۔ تاہم یہ سب جاہلیت کی صورتیں ہیں جن کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ کی کتاب قرآن میں عورت اور مرد کے اس تعلق کو نہایت اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام نکاح کے بغیر مرد و عورت کے کسی قسم کے تعلقات کو پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں زنا کرنے والے مرد و عوت کی سزا سو کوڑے ہے۔ تاہم اگر اس فعل شنیع میں ملوث مرد و عورت شادی شدہ ہیں تب اس جرم کی سزا موت مقرر کی گئی ہے جس

کو رجم کہتے ہیں۔

تاہم مرد و عورت کے اسی تعلق کا یہ پہلو کہ اگر کوئی شخص اچانک اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور اپنی بیوی کو کسی شخص سے ملوث دیکھتا ہے تب وہ کیا کرے اگر وہ گواہ تلاش کرنے جائے گا تو اُس کا مجرم بھاگ جائے گا اور اگر گواہوں کے بغیر قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کرے گا تب وہ تہمت کا ملزم ٹھہرا اس لیے یہ ایک گنجلک مسئلہ بن گیا جس کے متعلق صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرنا چاہا تو نبی اکرم ﷺ نے اس سوال کو پسند نہ کیا کہ اپنی طبیعی نظافت کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کو ایسے سوالات سے کراہت محسوس ہوتی تھی۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی کہ وہ مومنوں پہ اس مسئلے کو کھول دے تاکہ وہ شریعت اسلامی میں تنگی محسوس نہ کریں۔

امام برہان الدین حلبی نے سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ؛

سب سے پہلے جب صحابہ کی ایک محفل میں صحابہ کے مابین اس بات کا تذکرہ ہوا اس محفل میں حضرت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے انھوں نے فرمایا میں تو اس مسئلے کو زیادہ نہ لٹکاؤں گا اور نہ گواہ ڈھونڈنے جاؤں گا بلکہ بخدا اسی وقت اُن بدبختوں کو قتل کر دوں گا۔

یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بات سے بے زاری اظہار فرمایا۔

تب صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس بابت رسول اللہ ﷺ سے مشاورت کی جائے مگر نبی اکرم ﷺ نے اس سوال پہ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو صحابہ خاموش ہو رہے تاہم اللہ تعالیٰ اس مسئلے کو تشت ازبام کر دینا چاہتے تھے۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ جب اپنے اصحاب کے ساتھ تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ کے لشکر میں شامل ایک صحابی حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ جب مدینے میں اپنے گھر پہنچے تو انھوں نے اپنی بیوی کو اُس کے چچازاد کے ساتھ ناجائز حالت میں دیکھا۔ حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام خولہ تھا اور خولہ نے حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی میں اپنے چچازاد شریک کے ساتھ تعلقات قائم کر لیے تھے اور

وہ حاملہ تھی۔

حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ سیدھے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ؛

میں نے اپنی بیوی کو اُس کے چچازاد شریک کے ساتھ اُس حالت میں دیکھا ہے جو میاں بیوی کا حق ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اے عویمر؛ اپنی بیوی اور چچا کے بیٹے کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔

حضرت عویمر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ؛

آپ تو جانتے ہیں کہ میں چار ماہ سے آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں مشغول ہوں اور میری غیر موجودگی میں میری بیوی حاملہ ہوگئی ہے۔ عویمر کی اس دلیل کے بعد نبی اکرم ﷺ خاموش ہو رہے۔ تاہم کچھ دیر کی خاموشی کے بعد آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عویمر عجلانی سے فرمایا؛

کچھ توقف کرو شاید اس معاملے میں اللہ ہماری راہنمائی فرمائے۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛

میں عصر کی نماز کے بعد عویمر کی بیوی خولہ سے ملوں گا اُسے بلالو۔

نماز عصر کے بعد نبی اکرم ﷺ نے خولہ سے پوچھا؟

تمھارے شوہر نے یہ بات کی ہے تم اس بارے میں کیا کہتی ہو۔

حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کی بیوی خولہ نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ؛

بات صرف اتنی سی ہے کہ عویمر رضی اللہ عنہ ایک بہت غیرت مند آدمی ہیں شریک کئی دفعہ رات گئے تک ہمارے ہاں بیٹھے رہتے ہیں اور باتیں کرتے رہتے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں

اورعویمر صریحاً جھوٹ بول رہے ہیں۔نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمویمرعجلانی کی طرف دیکھاجو پاس ہی بیٹھے تھےاور بے بسی سے اپنی بیوی کی بات سن رہے تھے۔

انھوں نے کہا؛ یارسول اللہ ﷺ میں قسم کھا تا ہوں کہ میں نے شریک کواپنی بیوی کے پیٹ کےاوپر دیکھا ہے۔

نبی اکرم ﷺ خاموش ہورہےاوروہ دونوں اُٹھ کے چلے گئے۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ صحابہ نے محسوس کیا کہ نبی اکرم ﷺ پہ وحی کی کیفیت ہے۔جب یہ کیفیت زائل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛وہ میاں بیوی کہاں گئے ہیں اُن کو بلاؤ۔

اس وقت نبی اکرم ﷺ پہ قرآن حکیم کی یہ آیات نازل کی گئیں۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ○

القرآن الحکیم (سورۃ نور۲۴ ؛ آیات۶۔۱۰)

ترجمہ؛

”اور جو لوگ اپنی بیویوں پہ الزام لگائیں اور اُن کے پاس خود اِن کے اپنے سوا دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں تو اُن میں سے ایک شخص کی شہادت (یہ ہے کہ وہ) چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (اپنے الزام میں) سچا ہے اور پانچویں بار کہے اُس

پہ اللہ کی لعنت ہو اگر وہ (اپنے الزام میں) جھوٹا ہو۔اور عورت سے یہ سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص (اپنے الزام) میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اِس عورت پہ اللہ کا غضب ٹوٹے اگر وہ (اپنے الزام میں) سچا ہے۔اگر تم لوگوں پہ اللہ کا فضل اور اُس کا کرم نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا التفات فرمانے والا اور حکیم ہے۔(تو بیویوں پہ الزام کا یہ معاملہ تمھیں بڑی پیچیدگی میں ڈال دیتا)۔

****

نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اذان دیں۔

یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صحابہ میں موجود تھے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت اتاری جارہی تھی تب کچھ اسلوب بعد کے زمانوں سے منفرد تھے مثلاً رسول اللہ ﷺ کے اس حکم پہ ہی غور فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان دیں حالانکہ عصر کی نماز ہو چکی تھی مگر صحابہ بخوبی جانتے تھے کہ اس اذان کا مقصد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی خواہش یہ ہے کہ جو کوئی مومن بھی اس آواز کو سنے وہ باقی سارے کام کاج چھوڑ کے مسجد نبوی میں حاضر ہو جائے کہ وہاں یقیناً کوئی نیا اعلان کیا جانا ہے۔وہاں یقیناً کوئی اہم معاملہ ہے جس کا ذکر نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب سے کرنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ صحابہ جوق در جوق مسجد نبوی میں حاضر ہونے لگے جب اکثر لوگ آ گئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

وہ بات جس نے تمھیں مشکل میں ڈال رکھا تھا اللہ تعالیٰ نے اُس معاملے میں ہماری راہنمائی فرما دی ہے۔سنو جس نے الزام لگایا ہے وہ اللہ گواہ بنا کر چار بار اپنی سچائی کی قسم کھائے گا اور پانچویں بار کہے گا اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پہ اللہ کی لعنت ہو۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے

حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کو پکارا اور فرمایا؛

عویمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو جاؤ اور اپنے دعویٰ کو دوہراؤ۔

حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا؛

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے شریک کو خولہ کے پیٹ کے اوپر دیکھا ہے اللہ گواہ ہے کہ خولہ زنا کار ہے۔

دوسری مرتبہ کی شہادت میں عویمر رضی اللہ عنہ نے یوں کہا؛

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ عورت جو میری بیوی ہے اپنے چچازاد سے ملوث ہوئی ہے اور میں انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

تیسری شہادت میں عویمر رضی اللہ عنہ نے یوں کہا؛

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خولہ میرے علاوہ دوسرے شخص کے حمل سے ہے اور یہ کہ میں بالکل سچا ہوں۔

پھر چوتھی شہادت میں عویمر رضی اللہ عنہ نے یوں کہا؛

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں چار ماہ سے اپنی بیوی خولہ کے پاس نہیں سویا اور میں سچا ہوں۔

اس کے بعد حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے پانچویں شہادت پیش کی اور کہا؛

اے اللہ؛ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر یعنی عویمر عجلانی پہ تیری لعنت ہو۔

اس کے بعد وہ بیٹھ گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کی بیوی خولہ بنت قیس سے کہا اب وہ اٹھے اور ملاعن کی قسمیں کھائے۔

خولہ کھڑی ہوئی اور اُس نے کہا؛

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں جھوٹی نہیں ہوں اور یہ کہ میرا شوہر ہی جھوٹا ہے۔

خولہ بنت قیس نے دوسری گواہی میں کہا؛

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ عویمر نے شریک کو ہرگز میرے پیٹ کے اوپر نہیں دیکھا اور عویمر جھوٹا ہے۔

خولہ بنت قیس نے تیسری گواہی میں کہا؛

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ عویمر ہی کا ہے اور میں بدکاری میں مبتلا نہیں ہوئی۔

خولہ بنت قیس نے چوتھی شہادت دی اور کہا؛

میں قسم کھاتی ہوں کہ عویمر جھوٹا ہے اُس نے مجھ پہ جھوٹا الزام لگایا ہے اور یہ کہ اُس نے کبھی بھی مجھے کسی غیر مرد کے ساتھ ملوث نہیں دیکھا۔

اس کے بعد خولہ بنت قیس نے ملاعن کی قسم اٹھانی تھی مگر رسول اللہ ﷺ نے اُسے ہاتھ سے روک دیا اور نصیحت کی۔

جھوٹ کے ساتھ اللہ کی لعنت کو طلب کرنا اللہ کے عذاب کو واجب کر دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے کہیں ہلکا ہے۔

صحابہ نے کہا کہ ہم نے دیکھا کہ وہ عورت آخری گواہی دینے سے ہچکچائی اور کچھ سوچنے لگی، ہمیں امید ہو گئی کہ وہ اپنا گناہ قبول کر کے خود کو آخرت کے عذاب سے محفوظ کر لے گی۔ مگر پھر ہم نے دیکھا کہ وہ کچھ بڑبڑائی اور آخری قسم بھی اٹھا گئی۔ جو لوگ اُس عورت کے قریب تھے انھوں نے سن لیا تھا کہ اُس عورت نے کہا؛ میں ہمیشہ کے لیے اپنی قوم کو رسوا نہیں کر سکتی اور اس کے بعد اُس نے پانچویں اور آخری شہادت دی خولہ بنت قیس نے پانچویں گواہی میں کہا؛

خولہ پر یعنی مجھ پر اللہ کا عذاب نازل ہو اگر عویمر سچا ہے تو۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اب تم دونوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدائی ہے۔

لوگ اب مسجد نبوی سے رخصت ہو رہے تھے کیونکہ وہ بات جس کے لیے اُن کو حاضر ہونے کی دعوت دی گئی تھی وہ اپنے اختتام کو پہنچی اور اب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ صرف چند صحابہ تھے جو اکثر و بیشتر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہی رہا تھے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے انھی صحابہ سے فرمایا؛

خیال رکھنا اگر تو بچہ ایسا اور ایسا ہو تو عویمر سچا ہے اگر بچہ ایسا اور ایسی شکل و شباہت کا ہو تو خولہ سچی ہے۔ صحابہ نے بیان کیا کہ انھوں نے اس حکم کو ذہن میں رکھا اور جب خولہ بنت قیس نے اُس بچے کو جنا تو اُس میں شریک کی شباہت موجود تھی پس حضرت عویمر عجلانی ہی سچے تھے۔

مشرکین کو حج سے روک دینا

یہ تو معلوم نہیں ہو سکا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد کب تک فریضہ حج اپنی اصلی حالت پہ قائم رہا اور کب اُس میں دیگر رسم ورواج کو شامل کر لیا گیا تاہم ایک بات یقینی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت تک لوگ فریضہ حج پہ قائم تھے اگرچہ اُس کی صورت اب کچھ بدل چکی تھی اور لوگ شریعت ابراہیم کی بنیادوں کو بھول چکے تھے۔ وہ برہنہ ہو کے بیت اللہ کا طواف کرتے میدان عرفات میں نہ جاتے، بالوں سے بنے خیمے میں رہتے، چمڑے سے بنے خیمے سے گریز کرتے، کھانے پینے کی کئی چیزوں کو ایام حج میں خود پہ حرام قرار دے لیتے اور غیر قریشیوں کو اس بات مجبور کیا کرتے کہ اگر اُن کے پاس کسی قریشی کے کپڑے نہیں ہیں تو وہ برہنہ طواف کریں، انھوں نے بیت اللہ میں بہت بت گاڑ رکھے تھے اور طواف کے دوران وہ اِن بتوں کو چھوتے اور برکت کے لیے کبھی کبھی وہ اِن بتوں کا طواف بھی کرتے۔ چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں اُن کا حج بہت سی جاہلی رسم رواج پہ مشتمل تھا۔ یہ تو وہ امور تھے جو انھوں نے مناسک حج میں اپنی طرف سے شامل کر لیے تھے تاہم بہت سی ایسی عادات ورسوم جو حج کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے چلی آ رہی تھیں وہ بھی اِن میں موجود تھیں جیسا کہ احرام کے احترام کو مدنظر رکھنا، ایام حج میں جنگ خونریزی اور غارت گری سے خود کو محفوظ رکھنا، طواف کرنا، زم زم پینا، قربانی کرنا اور صفا مروہ کی سعی کرنا وغیرہ۔

تاہم جب نبی اکرم ﷺ نے عربوں میں اپنی بعثت کا اعلان کیا اور شریعت براہیم کو از سر نو

زندہ کیا تو لوگوں کو حج کے اصل مناسک سے بھی آگاہ کیا اور اُن کی رہنمائی اُن امور کی طرف کی جنھیں وہ بھلا چکے تھے۔قریش نے نبی اکرم ﷺ کی شدید مخالفت کی اور اپنی جاہلی عادات پہ مصر رہے انھوں نے نبی اکرم ﷺ اور آپ کے پیروؤں کو بیت اللہ میں عبادت کرنے سے روک دیا تھا۔پھر نبی اکرم ﷺ مدینہ کو ہجرت کر گئے جہاں بنواوس اور بنوخزرج نے نبی اکرم ﷺ کا ساتھ دیا اور آخر نبی اکرم ﷺ نے قریش مکہ کا سر جھکا دیا اور شہر مکہ مسلمانوں کے قبضے میں چلا گیا۔

آٹھ ہجری کو مکہ فتح ہوا مگر نبی اکرم ﷺ حج کے لیے نہ نکلے جس کی وجہ یہ تھی کہ تب بہت سے غیر مسلم قبیلے بھی حج کے لیے آئے ہوئے تھے۔نو ہجری کو بھی وہ عرب جنھوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا حج کے لیے آئے مگر نو ہجری میں حج کے موقع پر اس بات کو واضح کر دیا گیا کہ آئندہ کوئی غیر مسلم حج کرنے کے لیے نہ آئے اور نہ ہی اب بیت اللہ میں جاہلیت کی کسی حرکت کو برداشت کیا جائے گا۔یاد رہے کہ یہ احکامات قرآن حکیم میں اتارے گئے جنھیں عربوں تک پہنچانے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے روانہ فرمایا تاکہ وہ عربوں کو اس بات سے آگاہ کر سکیں کہ یا تو وہ اسلام قبول کر لیں یا پھر حدودِ حرم سے نکل جائیں کہ آئندہ سال کسی غیر مسلم کو حج نہیں کرنے دیا جائے گا۔تاہم جن قبائل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے کوئی معاہدہ فرمایا ہو اُس کی تکمیل تک انھیں اس بات کی اجازت ہو گی کہ وہ بیت اللہ آ جا سکتے ہیں۔اس بات کو بھی واضح کر دیا گیا کہ اِن معاہدوں کی تکمیل کے بعد اب اُن کی توثیق نہ کی جائے گی بلکہ مقررہ مدت پوری ہونے کے بعد یہ معاہدے خود بخود کالعدم قرار پائیں گے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ جن احکامات کو لے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے حج کے موقع پہ مکہ پہنچے اور اُن کو عربوں تک پہنچایا وہ احکامات سورۃ توبہ میں نازل کیے گئے آیات ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں۔

" بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ○ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○

(القرآن الحکیم سورۃ توبہ۹ ؛ آیات۳-۱)

ترجمہ:

"اعلانِ برأت ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے اُن مشرکین کو جن سے تم نے معاہدے کیے تھے، پس تم لوگ ملک میں چار مہینے اور چل پھر لو اور جان رکھو تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور یہ کہ اللہ منکرین حق کو رسوا کرنے والا ہے، اطلاع عام ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کہ حج اکبر کے دن تمام لوگوں کے لیے کہ اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول بھی۔ اب اگر تم لوگ توبہ کر لو تو تمھارے ہی لیے بہتر ہے۔ اور جو منہ پھیرتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ اور اے نبی! انکار کرنے والوں کو سخت عذاب کی خوشخبری سنا دو، بجز اُن مشرکین کے جن سے تم نے معاہدے کیے پھر انھوں نے اپنے عہد کو پورا کرنے میں تمھارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمھارے خلاف کسی کی مدد کی۔ تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی مدت معاہدہ تک وفا کرو کیونکہ اللہ متقیوں ہی کو پسند کرتا ہے۔

****

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے اس حکم کو حج کے موقع پہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام عرب قبائل تک پہنچا دیا۔عربوں میں اب کوئی ایسا قبیلہ نہ بچا تھا جو اسلام کے احکامات کی سے صرف نظر کرنے کی جرأت کر سکتا کیونکہ پچھلے اکیس سالوں سے مشرکین عرب نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں سے لڑتے آئے تھے درجنوں جنگیں کرنے کے بعد وہ اس نتیجے تک پہنچ چکے تھے کہ وہ کبھی بھی تلوار کے زور پہ مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکیں گے یہی وجہ تھی کہ وہ ایک ایک کر کے سرنگوں ہوتے رہے اور نو ہجری کے ایام حج تک پورے خطہ عرب میں کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جو رسول اللہ ﷺ کے احکامات ماننے سے انکار کی جرأت کرتا۔یہی وجہ ہے نو ہجری میں جب اعلان کر دیا گیا کہ بیت اللہ میں اب مشرکین کو حج وعمرہ کرنے کی اجازت نہیں ہے تو اگلے سال کسی مشرک کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ حج کے موقع پہ بیت اللہ شریف کی طرف اپنے قدم اٹھاتا۔چنانچہ اس سال یعنی دس ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے ایک لاکھ چوالیس ہزار مسلمانوں کے ساتھ بیت اللہ کا حج کیا اور مسلمانوں کو دین اسلام کے تکمیلی احکامات منتقل کیے اس سے اگلے سال یعنی گیارہ ہجری میں آنحضرت محمد ﷺ نے وصال فرمایا۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

"اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا"

سابقہ مذاہب کا مطالعہ کریں تو بہت سے امور میں تشنگی محسوس ہوتی ہے۔ مگر قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں اس لیے اللہ نے انسانوں کے تہذیب و اخلاق کے اُن امور میں بھی راہنمائی فرمائی ہے جن کو لوگ حقیر سمجھتے ہیں۔

محرم 9 ہجری، بمطابق... اپریل 630ء تا 631ء

اسلوب تہذیب و اخلاق

زندگی کا ہر پل خالق کی امانت ہے۔کائنات میں اُس کی انگنت نشانیاں اُس کے وجود پہ دلیل پیش کر رہی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل عطا کی کہ وہ برے بھلے میں تمیز کرے مگر انسان اکثر و بیشتر اس معاملے میں ٹھوکر کھا جاتا ہے وہ غلط فیصلے کرتا ہے اور اپنے غلط فیصلوں سے اعلیٰ نتائج کی توقع کرتا ہے یہیں پر اُسے اُس تعلیم و تربیت کی ضرورت پیش آتی ہے جو الہامی ہو جس کا کوئی رد نہ ہو کوئی جوڑ نہ ہو تب انسان کے سامنے وہ نتائج دست بستہ آ کھڑے ہوتے ہیں جن کی وہ توقع کرتا ہے۔الہامی علوم انبیاء و رسل کی وساطت سے انسان تک منتقل کیے جاتے ہیں کہ انسان محض عقل کے سہارے زندگی کی تند و تلخ حقیقتوں کا سامنا کرنے کے قابل نہیں اس لیے علوم وحی کے ذریعے انسان کی راہنمائی نہ صرف اُن امور میں کی جاتی ہے جن کی بنا پہ وہ خالق کی تلاش میں کامیاب ہوتا ہے بلکہ وحی انسانی زندگی سے جڑے ہر پہلو سے بحث کرتی ہے اور انسان کی راہنمائی احسن اخلاق اور تہذیبی رفعتوں کی طرف بھی کرتی ہے۔چنانچہ صحابہ کرام کی اعلیٰ اخلاقی تربیت ہر لحظہ نبی اکرم ﷺ کے پیش نظر رہی۔

اس سلسلے میں بہت سے احکامات قرآن حکیم میں بھی اتارے گئے جن کا کچھ تذکرہ یہاں مقصود ہے۔

****

نبی اکرم ﷺ کے عہدِ مبارک میں جن لوگوں نے آپ ﷺ کی صحبت میں رہ کر اسلامی تہذیب و آداب کی تربیت حاصل کی تھی اُن کو تو اس بات کا پورا احساس تھا کہ نبی اکرم ﷺ فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کس قدر مصروف شب و روز گزارتے ہیں اور اِن تھکا دینے والی مصروفیات کے دوران لازماً کچھ وقت آپ ﷺ کے آرام کے لیے اور کچھ وقت اپنی خانگی زندگی کے معاملات کی دیکھ بھال کے لیے بھی درکار تھا۔ چنانچہ جب آپ ﷺ ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جاتے تو صحابہ آپ ﷺ کا انتظار کرتے چاہے کوئی اہم معاملہ ہی کیوں نہ درپیش ہو۔ لیکن عرب کے اس ماحول میں جہاں عام طور پہ لوگوں کو کسی شائستگی کی تربیت نہ ملی تھی بارہا ایسے ان گھڑ اور غیر مہذب لوگ بھی آپ ﷺ سے ملاقات کے لیے آجاتے جن کا تصور یہ تھا کہ دعوت الی اللہ اور اصلاح خلق کا کام کرنے والے کو کسی بھی وقت آرام کرنے کا حق نہیں ہے اور آنے والوں کو بہر حال یہ حق حاصل ہے کہ وہ دن رات میں جب چاہیں نبی اکرم ﷺ کے پاس آدھمکیں اور نبی اکرم ﷺ کا فرض ہے کہ وہ جب بھی آئیں آپ ﷺ اُن کی بات سنیں اور اُن سے ملنے کے لیے مستعد رہیں۔ اس قماش کے لوگوں میں عموماً اطراف عرب سے آنے والوں میں خصوصاً بعض ایسے ناشائستہ لوگ بھی ہوتے تھے جو آپ ﷺ سے ملاقات کے لیے آتے تو کسی خادم سے اندر اطلاع کرانے کی زحمت بھی نہ اٹھاتے بلکہ ازواج مطہرات کے حجروں کا چکر لگا کر باہر ہی سے آپ ﷺ کو بلند آواز سے پکارنے لگتے۔

رسول اللہ ﷺ کو اِن حرکات سے تکلیف تو ضرور پہنچتی مگر اپنے طبعی حلم کی وجہ سے آپ ﷺ اسے برداشت کرتے رہے مگر اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ کوئی رسول اللہ ﷺ کو اس طرح پریشان کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ حجرات میں کچھ آیات نازل کیں اور لوگوں کو رسول

اللہ ﷺ سے ملاقات کے آداب سے آگاہی بخشی۔اُن کو حکم دیا گیا کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ سے ملنے کے لیے آئیں اور آپ ﷺ مسجد نبوی میں موجود نہ ہوں تو بار بار بلند آواز سے پکارنے کی بجائے وہ انتظار کریں حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئیں۔اس طرح کے متعدد واقعات صحابہ کرام نے احادیث میں روایت کیے ہیں جو مورخین اور محدثین کی کاوشوں سے ہم تک پہنچے ہم یہاں صرف ایک واقعے کا تذکرہ کریں گے جس کے متعلق مورخین کا خیال ہے کہ اسی موقع پہ سورۃ حجرات کی یہ آیات نازل کی گئیں کہ نو ہجری کو جب بنو تمیم کی عورتوں اور بچوں کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گرفتار کرلائے تب عربوں کا ایک وفد اُن عورتوں اور بچوں کی رہائی کے سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوا نبی اکرم ﷺ اُس وقت محواستراحت تھے۔تب اقرع بن حابس نے جو عربوں کا ایک سردار تھا نے زورزور سے نبی اکرم ﷺ کو پکارنا شروع کیا اور اُن کی تہذیب میں یہ بات برائی تصور نہ کی جاتی تھی۔تاہم قرآن انسانوں کو اخلاقی رفعتوں کی طرف دعوت دینے کے لیے اتارا جارہا تھا اس لیے اقرع بن حابس کی اس پکار کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا اور فوراً ہی سورۃ حجرات میں یہ آیات نازل فرمائی گئیں۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

القرآن الحکیم (سورۃحجرات۴۹ ؛ آیات ۵-۴)

ترجمہ؛

"اے نبی؛ جو لوگ تمھیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں اِن میں سے اکثر بے عقل ہیں اگر وہ تمھارے برآمد ہونے تک صبر کرتے تو انھی کے لیے بہتر تھا کہ اللہ درگزر

کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

****

اسی طرح بعض اوقات یوں ہوجاتا کہ صحابہ مسجد نبوی میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تشریف فرما ہوتے اور صحابہ کسی مسئلے پہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بات چیت کررہے ہوتے تو اُن کی آواز نبی اکرم ﷺ کی آواز سے بلند ہوجاتی صحابہ کو اس بات پہ متنبہ کیا گیا کہ اُن کا یہ عمل نہایت خطرناک ہے اور انھیں احساس ہونا چاہیے کہ وہ اللہ کے رسول کی محفل میں بیٹھے ہیں جس کے کچھ آداب ہیں خبردار تمھاری آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے مبادا تمھارے سارے اعمال ضائع ہوجائیں اور تمھیں اس شدید نقصان کی خبر بھی نہ ہو۔اس آیت میں اگرچہ صحابہ کی توجہ آداب مجلس کی طرف مبذول کرائی گئی ہے تاہم اس آیت کا حکم عام ہے اس لیے مسلمان کو کسی بھی مجلس میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اُس کی آواز درمیانی رہے اور بزرگوں سے اونچی نہ ہونے پائے اور جب اُن کی محفل میں نبی اکرم ﷺ کا ذکر کیا جائے یا آپ ﷺ کی کوئی حدیث بیان کی جائے تو اس موقع پہ انسان کو نہایت امن وسکون کے ساتھ بیٹھنا چاہیے اور تہذیب کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی آوازیں قدرتی طور پہ بلند تھیں اس لیے وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو ہم اس قدر ڈر گئے کہ اُس کے بعد جب ہم نبی اکرم ﷺ سے بات کرتے تو اس طرح کرتے کہ وہ سرگوشی سی محسوس ہوتی اور کبھی کبھی نبی اکرم ﷺ کو اُن کی آواز سننے میں دشواری پیش آتی۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا آیت کا مدعا صرف یہ ہے کہ انسان مہذب طریقے سے بات کرے اور چیخنا چلانا شروع نہ کردے آیت ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃحجرات۴۹ ؛ آیات ۲)

ترجمہ؛

''اے لوگو؛ جو ایمان لائے ہو اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمھیں اس بات کی خبر بھی نہ ہو پائے۔

****

انسان کی قدیمی عادات میں سے ایک عادت یہ ہے کہ انسان ہر بات میں سنسنی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جو بات اُس تک پہنچی ہو اُسے بڑھا چڑھا کے بیان کرتا ہے اس طرح بڑھتے بڑھتے بات کا بتنگڑ بن جاتا ہے اسی طرح بعض لوگ وہ بات کرتے ہیں جس کی کوئی اصل موجود ہی نہیں ہوتی اصطلاح میں اس طبقے کو افواہ ساز کہا جاتا ہے۔افواہ سازی سے معاشرے میں جو بگاڑ پیدا ہوتا ہے اُس سے کون واقف نہیں۔بعض اوقات لوگ کسی افواہ کی بنا پہ ایک نادیدہ خوف کا شکار ہو جاتے ہیں اور اذیت میں مبتلا رہتے ہیں۔اس لیے لوگوں کو حکم دیا گیا کہ یہ ایک بری عادت ہے اس سے بچ کے رہیں۔دوسری طرف اس آیت سے یہ حکم بھی نکلتا ہے کہ سننے والوں کو بھی بات کی تصدیق کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور بغیر تصدیق کیے کسی بات کو دوسروں تک منتقل نہ کرنا چاہیے کہ ہو سکتا ہے یہ بات جھوٹ ہو تو وہ خوامخواہ اس نا کردہ گناہ کے حصہ دار بن جاتے ہیں۔سورۃ حجرات کی یہ آیات جو ذیل میں پیش کی جارہی ہیں اُن کے

متعلق مورخین اور مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیات تب نازل کی گئیں جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو قبیلہ بنی المصطلق سے زکواۃ وصدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا تو جب وہ بنو مصطلق کے علاقے میں پہنچے تو انھیں اچانک خیال آیا کہ عہد جاہلیت سے اُن کے اور بنی مصطلق کے مابین جو دشمنی چلی آ رہی ہے شاید وہ اس بنا پہ اُن کو قتل کر دیں چنانچہ حضرت ولید بن عقبہ بن ابی محیط بنو مصطلق سے ملے بغیر واپس مدینہ تشریف لے آئے اور نبی اکرم ﷺ سے کہہ دیا کہ انہوں نے زکواۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ تک جب یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ بہت پریشان ہوئے کیونکہ آپ ﷺ کو بنو مصطلق سے اس بات کی قطعاً امید نہ تھی کہ وہ ایسا کریں گے جب کہ وہ آپ ﷺ کے قرابتدار بھی تھے اور بنو مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی حضرت جویریہ نبی اکرم ﷺ کی بیوی تھیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کی ایک جماعت کو بنو مصطلق کی اس خطا کی سزا دینے کے لیے تیاری کا حکم دیا اور قبل اس سے کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ بنی مصطلق پہ چڑھائی کر دیتے اتفاق سے بنو مصطلق کے سردار حضرت حارث بن ضرار ایک وفد کے ساتھ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اُن سے دریافت کیا کہ انھوں نے زکواۃ وصدقات ادا کرنے سے کیوں انکار کیا ہے تو حضرت حارث بن ضرار حیران رہ گئے اور عرض کی؛

یا رسول اللہ ﷺ؛

آپ کا کوئی قاصد ہم تک نہیں پہنچا اور نہ ہی ولید بن عقبہ نے ہم سے ملاقات کی اور نہ زکواۃ کا مطالبہ کیا۔ خدا کی قسم؛ ہم نے تو ولید بن عقبہ کو دیکھا تک نہیں کجا کہ ہم زکواۃ دینے سے انکار کرتے اور کیوں انکار کرتے جبکہ ہم اپنے دین پہ پختگی سے قائم ہیں۔ مورخین اور مفسرین کا خیال ہے کہ سورۃ حجرات کی یہ آیات اسی موقع پہ نازل ہوئیں تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ اس قصے کو امام احمد، ابن ابی حاتم طبرانی اور ابن جریر نے حضرات عبداللہ بن عباسؓ حارث بن ضرار، مجاہد، قتادہ عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ، یزید بن رومان ضحاک اور مقاتل بن حیان

نے بھی نقل کیا ہے۔آیت نیچے تحریر کی جاتی ہے۔

یٰۤاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤااِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَO

القرآن الحکیم (سورۃحجرات۴۹ ؛ آیات۶)

ترجمہ؛

''اے لوگو؛ جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پہ پشیماں ہو۔

****

سورۃ حجرات میں نازل ہونے والی جو آیات ذیل میں پیش کی جارہی ہیں وہ تہذیب وتمدن کے حوالے سے نہایت اہم ہیں کہ انسانی مزاج میں تفاوت انسانوں کے درمیان جھگڑے کا باعث بنتا ہے یہ جھگڑا بعض اوقات دو افراد کے درمیان ہوتا ہے بعض اوقات دو انسانی گروہوں کے درمیان ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ جھگڑا بڑھ کر دو اقوام کے مابین بھی پیش آجاتا ہے۔انسانوں کے مابین لڑائی جھگڑے کو اہل فلسفہ نے اگر چہ انسانی جبلت قرار نہیں دیا تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ وہ واقعہ ہے جو انسانوں کے مابین بہت زیادہ پیش آتا ہے۔چنانچہ مسلمانوں کے سماج کی تمدنی تعمیر کے لیے قرآن حکیم میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ جب اُن کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو مسلمان خاموشی سے بیٹھے اُن کا تماشا نہ دیکھیں بلکہ وہ اٹھیں اور اُن کے درمیان صلح کرادیں اور عدل کریں جس گروہ نے زیادتی کی ہو اُس کی مذمت کریں وہ مظلوم کا ساتھ دیں اور ظالم کا ہاتھ روک دیں اس سے اُن کے معاشرے میں پائیدار امن وقوع

پذیر ہوگا۔

چنانچہ ارشاد ہوا کہ؛

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَہُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰہُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوْا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَہُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ○

القرآن الحکیم (سورۃ حجرات ۴۹ ؛ آیات ۹)

ترجمہ؛

''اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو اُن کے درمیان صلح کرادو پھر اگر اِن میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پہ زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والوں سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

****

انسانی معاشروں میں طبقاتی تقسیم اگرچہ ایک حقیقت ہے مگر اس بنا پہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں کی تحقیر کو کبھی بھی پسند نہیں کیا گیا۔ اسلام دراصل اُس معاشرے کا قیام چاہتا ہے جس میں ہر کسی کی عزت محفوظ ہو اور لوگ ایک دوسرے کا دل دکھانے کی بجائے ایک دوسرے کے معاون و مددگار ثابت ہوں۔ سورۃ حجرات کی اِن آیات میں انسان کی توجہ ایک ایسے امر کی طرف مبذول کرائی جا رہی ہے جسے ہم چھوٹا کام سمجھ کر جاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ہمارے

اِن الفاظ سے مخاطب کا دل کس حد تک دکھا ہوگا۔ چنانچہ مسلمانوں کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ وہ ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں ایک دوسرے کی تضحیک نہ کریں کیونکہ اسلام نے انھیں ایک مقدس رشتے میں پرو دیا ہے اس لیے اب وہ بھائی بھائی ہیں اور کسی دوسرے بھائی کا دل دکھانا چھوٹا نہیں بلکہ ایک بڑا جرم ہے جس سے اجتناب کی راہ اختیار کرنا ہی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ دراصل مسلمانوں پہ اس بات کو کھول دینا چاہتا ہے کہ وہ جسے چھوٹا سا عمل یا دلگی خیال کرتے ہیں دراصل اُس سے معاشرے میں ایک بڑا ابگاڑ جنم لیتا ہے اور بالعموم ایک ہی معاشرے اور سماج کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف اپنے دل میں بدگمانی کی پرورش کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ دوسرے لوگوں کے مخفی معاملات کی کھوج میں نہ رہیں نہ وہ دوسروں کی عیب جوئی کریں نہ دل آزاری جس سے اُن کے درمیان بدگمانی اور عداوت کا آغاز ہوتا ہے ذیل میں آیات تحریر کی جا رہی ہیں۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُنَّ
وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ
لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ حجرات ۴۹ ؛ آیات ۱۱)

ترجمہ؛

”اے لوگوں؛ جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ اِن سے بہتر ہوں، آپس میں ایک دوسرے پہ طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو کہ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے اور جو اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔

****

آگے بیان کیا گیا ہے کہ!

گمان دراصل ایک احساس کا نام ہے جس کی وجہ سے آدمی بعض اوقات اُن راہوں کی جانب جانکلتا ہے جہاں صرف تباہی ہی اُس کا مقدر ہوتی ہے۔گمان کی کئی قسمیں ہیں جن کا بیان ابھی آتا ہے تاہم یاد رہے کہ مطلقاً گمان سے منع نہیں کیا گیا بلکہ بہت زیادہ گمان سے روکا گیا ہے اس لیے کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں گمان کی قسمیں یہ ہیں۔

۱۔ گمان کی ایک قسم وہ ہے جو اخلاق کی نگاہ میں نہایت پسندیدہ ہے اور دین کی نظر میں مطلوب ومحمود ہے جیسا کہ اللہ اور اُس کے رسول محمدﷺ اور دیگر اہل ایمان سے نیک گمان کرنا یا اُن لوگوں کے ساتھ حسن ظن رکھنا جن کے ساتھ انسان کا میل جول ہو اور جن سے بدگمان ہونے کی بظاہر کوئی وجہ نہ ہو۔

۲۔ گمان کی ایک قسم وہ ہے جس کے بغیر عملی زندگی موقوف ہو کے رہ جائے اور اس گمان کے بغیر انسان کے لیے کوئی چارۂ کار بھی نہیں اس لیے کہ جو شہادتیں حاکم عدالت کے سامنے پیش ہوں گی اُن کو جانچ کر غالب گمان کی بنا پہ ہی کسی فیصلے پہ پہنچا جاسکتا ہے کیونکہ ایسے معاملے کی اصل حقیقت کا حاکم کو کوئی علم نہیں ہوتا اس لیے شہادتوں کی بنیاد پہ جو رائے قائم ہوتی ہے وہ زیادہ تر یقین پہ نہیں بلکہ ظن غالب پہ ہی مبنی ہوتی ہے چنانچہ گمان کی یہ قسم ایک جائز قسم جانی جائے گی۔

۳۔ گمان کی ایک قسم یہ ہے کہ انسان کسی دوسرے کے بارے میں جانتا ہو کہ وہ بری شہرت کا حامل شخص ہے چنانچہ ایسے شخص کے ساتھ کسی قسم کا معاملہ کرنے سے پہلے اگر انسان اُن کے بارے میں برا گمان کرے اور یہ فیصلہ کرے کہ اس شخص کے قریب ہونے سے شاید وہ بھی اس

کے شر سے محفوظ نہ رہ سکے گا تو اس طرح کا گمان ایک جائز گمان قرار دیا جائے گا مگر محض اپنے گمان کی بنا پہ کسی کی غیبت یا برائی کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔

۴۔گمان کی چوتھی قسم وہ ہے جس سے بچنے کی تلقین کی جارہی ہے اور اسی گمان کو گناہ قرار دیا گیا ہے وہ گمان یہ ہے کہ انسان بلاسبب کسی کے بارے میں کوئی رائے قائم کرے اور لوگوں کے معاملے میں بدظنی سے کام لے۔ایسے لوگ ہمارے درمیان ہی موجود رہتے ہیں جو ہمیشہ دوسرے لوگوں کے بارے میں بدگمانیاں پھیلاتے رہتے ہیں اور اپنے بارے میں کئی خوش فہمیوں کا شکار رہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں مسلمانوں کو اس عادت بد سے باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے بھی اس بارے میں کئی روایات موجود ہیں۔

جیسا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے خود نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا؛

”تم اگر لوگوں کے مخفی حالات معلوم کرنے کے درپے ہو گئے تو اُن کو بگاڑ دو گے یا کم از کم بگاڑ کے قریب پہنچا دو گے۔

(سنن ابو داؤد)

****

ایک اور حدیث ہے کہ؛

جب تمھیں کسی شخص کے بارے میں بدگمانی ہو جائے تو اُس کی تحقیق میں مت لگ جاؤ۔

(احکام القرآن للجصاص)

****

ایک اور جگہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

جس نے کسی کا کوئی مخفی عیب دیکھ لیا اور اس پر پردہ ڈال دیا تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی نے ایک زندی گاڑی ہوئی بچی کو بچا لیا ہو۔

(احکام القرآن للجصاص)

****

چنانچہ لوگوں کو بدگمانی سے بچنے سے اور زیادہ گمان نہ کرنے کے ضمن میں قرآن حکیم میں جو آیات نازل کی گئیں انھیں ذیل میں تحریر کیا جا رہا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ O

القرآن الحکیم (سورۃ حجرات ۴۹ ؛ آیات ۱۲)

ترجمہ؛

”اے لوگو؛ جو ایمان لائے ہو بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، تجسس نہ کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تمھارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو اللہ سے ڈرو کہ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔

****

مفسرین قرآن نے بیان کیا ہے کہ سورہ نور کی وہ بہت سی آیات جن کا تعلق انسان کی عمومی اور سماجی زندگی سے ہے۔نو ہجری میں اتاری گئیں اور لوگوں کو ارفع اسلوب تہذیب کی طرف بلایا ۔اس ضمن میں چند احکامات کی یاد دہانی مقصود ہے۔چنانچہ ارشاد ہوا اے لوگو جو ایمان لائے ہو اُن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اُن احکامات پہ توجہ کریں جو دین اسلام میں اُن کے لیے اتارے جارہے ہیں تاکہ اُن کی تہذیبی اور تمدنی اصلاح کی تکمیل ہو سکے۔اگرچہ یہ ایک چھوٹا سا معاملہ ہے کہ انسان جب باہر سے واپس آئے اور پنے گھر میں داخل ہو تو کیسے داخل ہو بظاہر یہ معاملہ قدرے کم اہمیت کا لگتا ہے مگر جب غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ گھر میں داخل ہو نے کے قرآنی احکامات پہ عمل کر کے انسان کتنی پریشانیوں اور شرمندگیوں سے بچ سکتا ہے ۔قرآن حکیم میں بیان کیا گیا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے گھروں کو لوٹے تو پہلے گھر والوں کو سلام کرے اس کے بعد گھر میں داخل ہو۔اس ارشاد میں یہ حکمت دکھائی دیتی ہے کہ مرد جب گھر سے باہر چلے جاتے ہیں تو عورتیں پردے سے کچھ لاپرواہ ہو جاتی ہیں چنانچہ اگر کوئی مرد اچانک ہی گھر میں داخل ہو جائے تو ممکن ہے گھر کی بعض خواتین پردے کی حالت میں نہ ہوں تاہم اگر انسان اُن آداب کو اپنالے جو گھر میں داخل ہونے کے لیے قرآن حکیم نے مقرر کیے ہیں تو یقیناً وہ خود بھی شرمندگی سے محفوظ رہے گا اور گھر کی عورتوں کو بھی پردہ کرنے کا وقت مل جائے گا۔قرآن حکیم نے انسانی سماج کو حق اور راستی پہ استوار کرنے کے لیے بہت سے احکامات نازل کیے ہیں سب کا تذکرہ تو یہاں ممکن نہیں اس لیے محض چند سماجی احکامات بیان کرنے پہ ہی اکتفا کیا گیا ہے گھر داخل ہونے کے متعلق یہ ہدایات سورۃ نور میں نازل کی گئیں جنھیں ذیل میں تحریر کیا جارہا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ نور ۲۴ ؛ آیات ۲۷)

ترجمہ؛

"اے لوگو جوایمان لائے ہو؛ اپنے گھروں کے سوادوسرں کے گھروں میں داخل نہ ہوا کروجب تک کہ گھروالوں کی رضا نہ لے لواور گھر والوں پہ سلام نہ بھیج لو یہی طریقہ تمھارے لیے بہتر ہے۔

****

سورہ نور میں ہی اس بات کو بیان کردینے کے بعد کہ مومنوں کے لیے اپنے اور دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے کا احسن طریقہ کیا ہے یہ بیان کیا گیا کہ وہ کون سے اوقات ہیں جن میں یونہی منہ اٹھائے گھروں میں داخل ہونا منع ہے خاص طور پہ یہ حکم اُن بچوں کے لیے ہے جو بالغ ہو چکے ہوں اور عورتوں کی خفیہ باتوں کو سمجھنے لگے ہوں کہ یونہی منہ اٹھائے گھر میں داخل نہ ہوجایا کرو بلکہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لیا کرو اور اجازت مل جانے کے بعد گھروں میں داخل ہوا کرو اور وہ اوقات جن میں یہ اِن احکامات کی پابندی بہت سختی کے ساتھ کرنے کی تاکید آئی ہے وہ یہ ہیں صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے بعد جب لوگ آرام کرتے ہیں اور عشاء کی نماز کے بعد جب لوگ سونے کے لیے جاتے ہیں یہ وہ اوقات ہیں جب آدمی اپنے اہل خانہ کے ساتھ بے تکلفی کی حالت میں ہوتا ہے اس لیے باہر سے آنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اجازت لے کے آئیں کیونکہ اُن کے بغیر اجازت داخل ہونے سے بعض اوقات شرمندگی کی صورت حال پیدا ہوجاتی ہے آیات نیچے تحریر کی جارہی ہیں۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ
يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ

تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۔

القرآن الحکیم (سورۃ نور ۲۴ ؛ آیات ۵۷)

ترجمہ؛

’’اے لوگو؛ جو ایمان لائے ہو لازم ہے کہ تمھارے مملوک اور تمھارے وہ بچے جو ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے تین اوقات میں اجازت لے کر تمھارے پاس آیا کریں صبح کی نماز سے پہلے اور دو پہر کو جب کہ تم کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین وقت تمھارے پردے کے ہیں۔

****

سورہ نور ہی میں آگے حکم دیا گیا کہ؛

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ O

القرآن الحکیم (سورۃ نور ۲۴ ؛ آیات ۳۲)

ترجمہ؛

’’تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمھارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں اُن کے نکاح کر دو اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے اُن کو غنی کر دے گا کہ اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے‘‘۔

****

یہ ایک ترغیب ہے جس کی طرف مسلمان معاشرے کو متوجہ کیا گیا ہے یہ معاملہ اس قدر اہم اور قابل بحث ہے کہ اس پہ جتنا غور کیا جائے اس کے نئے نئے پہلو سامنے آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اپنے معاشرے میں ہم دیکھتے ہیں کہ رسموں رواجوں اور خودساختہ روایتوں کے اس قدر طوق لوگوں نے اپنے گلوں میں ڈال رکھے ہیں کہ وہ یہ بات جانتے ہوئے بھی کہ اُن کی بیٹی یا اُن کا بیٹا اب نکاح کے قابل ہو چکا ہے لوگ اُن کا نکاح کرنے سے گریزاں رہتے ہیں کہ اُن کی خودساختہ رسموں اور بے فائدہ رواجوں نے اُن کا راستہ روک رکھا ہوتا ہے اور جب تک وہ اِن رسموں اور رواجوں پہ پورا اترنے کے لیے ایک بڑی رقم کا انتظام نہیں کر لیتے اپنے بچوں کے نکاح نہیں کرتے چاہے اُن کی بیٹی اپنے بالوں کی چاندی چھپاتی پھرے یا چاہے اُن کا بیٹا اپنی فطری ضرورت سے مجبور ہو کر بدکرداری کی طرف راغب ہو جائے انھیں اِن باتوں کی کوئی پرواہ نہیں انھیں اگر کسی بات کی پرواہ ہے تو وہ یہ ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟؟؟

قدیم انسانی تہذیبوں سے لے کر آج تک انسانی معاشرے نکاح کا اہتمام کرتے آئے ہیں چاہے نکاح کی صورت کوئی بھی رہی ہو مگر مرد اور عورت کو خلوت کے حقوق فراہم کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی گئی اس لیے کہ لوگ اس امر کو جان گئے تھے کہ اگر انھوں نے اِن تند و تیز انسانی جذبوں کو جائز راہ فراہم نہ کی تو اُن میں سے کسی کی عزت بھی محفوظ نہ رہے گی یہ تو عام انسانی معاشروں کی بات ہے جبکہ اسلام ایک ایسا معاشرہ وضع کرتا ہے جس کی بنیادیں الہامی احکامات پہ رکھی ہیں اور اسلام تو بدرجہ اولیٰ اس انسانی حق کو تسلیم کرتا ہے وہ نکاح کی راہ میں آسانیاں پیدا کرتا ہے تاکہ نہ صرف نسل انسانی آگے بڑھ سکے بلکہ انسانوں کے جذبات اور احساسات کا احترام کرتے ہوئے اُس کو جائز راستہ فراہم کیا جائے جہاں وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کر سکے۔

حد زنا

اس سے قبل قرآن حکیم میں انسان کی توجہ نکاح کی طرف مبذول کرائی گئی کہ نکاح ایک احسن امر ہے اس میں جلدی کرو اب بیان کیا جارہا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے روگردانی کروگے اور اپنے نوجوانوں کے نکاح کرنے میں جلدی نہ کروگے تو اس کے نتیجے میں تمھارے معاشروں میں زنا کسی وبا کی طرح پھیلے گا مگر اس انسانی عمل کو کبھی بھی کسی بھی انسانی معاشرے میں قبول نہیں کیا گیا اور انسان ہمیشہ سے اس عمل کی مذمت کرتا چلا آیا ہے۔ چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ عالمگیر اتفاق رائے یہ ہے کہ زنا ایک مردود فعل ہے اسلام تو خیر ہے ہی پاکیزگی اور طہارت کا دین مگر دیگر مذاہب اور معاشروں میں بھی اس امر کو مردود قرار دیا گیا ہے اور آسانی کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ انسانی فطرت خود زنا کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ نوع انسانی کی بقاء اور انسانی تمدن کا قیام دونوں اس بات پہ منحصر ہیں کہ عورت اور مرد محض لطف ولذت کے لیے ملنے اور الگ ہوجانے میں آزاد نہ ہوں بلکہ ہر انسانی جوڑے کا باہمی تعلق ایک ایسے مستقل اور پائیدار عہد وفا پہ استوار ہو جو معاشرے میں معلوم و معروف بھی ہو اور جسے معاشرے کی ضمانت بھی حاصل ہو کیونکہ اس اہتمام کے بغیر انسانی نسل کی بقاء کا خطرے میں پڑ جانا یقینی ہوجاتا ہے اس لیے کہ اگر مرد پہ ذمہ داری نہ ہو تو وہ عورت سے لطف اٹھا کر غائب ہوجائے گا اور عورت برسوں محض چند لمحوں کی لذت کا خراج ادا کرتی رہے گی۔

چنانچہ یہ بات اکیلی عورت کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ پہلے تو ایک طویل عرصہ تک تکلیف میں

رہنے کے بعد انسان کے بچے کو جنم دے پھر اس کی پرورش اور بودوباش بھی اسی کی ذمہ داری ہو چنانچہ مرد کو ایک معاہدے کے تحت ہی عورت کی خلوت میں جانے کی اجازت دی جاتی ہے اور اسی عہد کو عرف میں نکاح کہا جاتا ہے کہ نکاح کے بعد جب وہ شخص عورت کی خلوت میں جاتا ہے تو وہ اس بچے کا باپ ہوتا ہے جو اُن کے ملاپ کے نتیجے میں اس دنیا میں آیا چاہتا ہے مرد اور عورت شوق ومحبت کے ساتھ آنے والے اس مہمان کا انتظار کرتے ہیں اس کے لیے ضروری تیاری کی جاتی ہے مرد کما کے لاتا ہے اور اپنی عورت اور بچے کا خرچ اٹھاتا ہے اب عورت مرد اور بچے کی ایک تکون بن گئی ہے جس میں باہم شدید محبت کا داعیہ محسوس کیا جاتا ہے اسی اہتمام کو خاندان کہا جائے گا اور انسانی معاشروں کی بنیاد مضبوط خاندانی نظام ہی معاشرے کا مہذب اور متمدن ہونا ظاہر کرتا ہے۔

قدیم زمانے کے انسانی معاشروں کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانے میں زنا کو انسانی معاشرے میں ایک عیب، ایک بڑی بداخلاقی اور مذہبی اصطلاح میں شدید گناہ تصور کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر انسانی معاشرے میں جہاں اس بات کا اہتمام محسوس کیا گیا ہے کہ وہ نکاح کا اہتمام کرتے تھے وہیں یہ بات بھی معروف ہے کہ انسانی معاشرے ہمیشہ سے زنا کے سدباب کی کسی نہ کسی طور پہ ضرور کوشش کرتے رہے ہیں اگرچہ اس کوشش کی شکلوں میں مختلف قوانین اور اخلاقی وتمدنی اور مذہبی نظاموں کا فرق رہا ہے جس کی بنیاد دراصل اس فرق پہ رکھی ہے کہ نوع اور تمدن کے لیے زنا کے نقصان دہ ہونے کا شعور کہیں کم ہے تو کہیں زیادہ، کہیں واضح ہے تو کہیں دوسرے مسائل سے الجھ کے رہ گیا ہے۔

یادرہے کہ انسانی تاریخ میں جوں جوں انسانی تخیل قدامت کی طرف جاتا ہے وہاں اگرچہ زنا کو بالفعل تو پسندیدہ عمل کبھی بھی قرار نہیں دیا گیا تاہم قدیم معاشروں یعنی فراعین مصر، اشوریا اہل بابل یا اہل ہند میں زنا کی سزا نسبتاً بہت ہلکی دکھائی دیتی ہے یہی طرز عمل اہل رومہ کے ہاں دیکھا گیا ہے اور اسی کی تقلید بعد میں یہودیوں کے ہاں بھی کی گئی۔ چنانچہ قوم بنی اسرائیل کی

کتابوں میں زنا کی سزا اگرچہ بہت سخت تھی مگر جب انھوں نے اپنی کتابوں میں تحریف کی تو زنا کی سزا کو بھی بدل دیا۔ قوم بنی اسرائیل پستیوں کی آخری تک چلی گئی کہ جب اُن کا کوئی صاحب ثروت اور با اثر شخص یہ جرم کر گزرتا تو اُس سے معمولی سا تاوان وصول کر کے اُس کے گناہ پہ پردہ ڈال دیا جاتا جبکہ یہی جرم اگر کسی غریب شخص سے ہو جاتا تو قوم اکٹھا ہو کر اس کو قتل کر دیتی۔ ہندومت کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا جس کا تذکرہ یہاں فضول ہے اس لیے کہ اُن کے ہاں سزاؤں کا تعلق جرم کی نوعیت کی بجائے مجرم کے برہمن ہونے کھتری ہونے یا شودر ہونے پر ہے۔

اس ضمن میں اہل عرب کی عادات کا تفصیلی تذکرہ سیرۃ المزمل جلد سوم تمدن عرب میں کر دیا گیا ہے جس کا اعادہ یہاں غیر ضروری ہے اس لیے کہ ہم یہاں صرف اُس قانون کو بیان کرنا چاہتے ہیں جو نو ہجری کو قرآن حکیم میں اتارا گیا کہ مسلمانوں میں سے اگر کوئی زنا میں مبتلا ہو جائے تو زانی اور زانیہ کو سو سو کوڑے مارے جائیں۔ فقہا کے مابین اس معاملے میں اختلاف آیا ہے کہ حاکم کس موقع پہ زانی کو رجم کی سزا دے گا نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں چونکہ بعض مسلمانوں کو رجم کی سزا دی گئی اس لیے رجم سے انکار کرنے والے فقہا کا استدلال کمزور نظر آتا ہے اگرچہ اس ضمن میں فقہا سے بہت طویل مباحث ہم تک پہنچے ہیں مگر سیرت المزمل میں اِن کی گنجائش نہیں اس لیے کہ اِن مباحث کی اصل جگہ فقہ کی کتابیں ہیں جہاں یہ امور نہایت تفصیلاً مذکور ہیں ہم یہاں صرف سورہ نور کے اس حکم کو تحریر کرنے پہ اکتفاء کریں گے جو ذیل کی آیت میں دیا گیا ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِي دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۔

القرآن الحکیم (سورۃ نور ۲۴ ؛ آیات ۲)

ترجمہ؛

''زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور اِن پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تم دامنگیر نہ ہو اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پہ ایمان رکھتے ہو''۔

****

مگر یہاں اتنی تشریح ضروری ہے کہ علماء میں اس بات میں اختلاف ہوا ہے کہ سورہ نور میں بیان کی گئی یہ سزا کنوارے لڑکے اور کنواری لڑکی کے لیے ہے اگرچہ قرآن حکیم میں اس بات کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا گیا مگر علما کا ایک طبقے کا خیال ہے کہ زنا کرنے والا مرد یا زنا کرانے والی عورت اگر شادی شدہ ہو تو اس صورت میں چونکہ جرم کی نوعیت تبدیل ہو جاتی ہے اس لیے بہت معتبر روایات میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے زنا کرنے والے شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کو رجم کی سزا دی ہے جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ عہد نبوی میں مدینہ ہی کے ایک شہری ماعز بن مالک جو قبیلہ بنو اسلم سے تعلق رکھتے تھے کو جرم زنا اور اعتراف زنا کے نتیجے میں نبی اکرم ﷺ نے رجم کی سزا سنائی اور اہل مدینہ نے اِن کو رجم کیا۔ اسی طرح قبیلہ غامدیہ کی ایک شاخ بنو جہنیہ کی ایک عورت غامدیہ نے رسول اللہ ﷺ کے روبرو اعتراف زنا کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اُس کے لیے رجم کی سزا مقرر کی۔ تاہم یہ ایک طویل فقہی بحث ہے جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے اس معاملے کی جزئی تفصیلات وہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔

یکم محرم 10 ہجری بمطابق 18 اپریل 631ء



- وفود کی آمد
- حج کے لیے روانگی
- خطبہ حجۃ الوداع
- مدینہ کو واپسی
- آخری رمضان
- منبر نبوی کی تعمیر
- باذان کا انتقال
- حضرت ابراہیم کی وفات

سیرت المزمل ﷺ مدنی عہدِ رسالت

محرم ۱۰ ہجری، بمطابق... اپریل 631ء تا 632ء

۱۰ ہجری پہ ایک نظر

تب اسلام کا سورج نصف النہار پہ تھا مگر آفتابِ رسالت اب اوجھل ہونے کو تھا، تب محبت کے انگنت سفینے رو بہ ساحل تھے مگر اُن کا ساحل اب ویران ہونے کو تھا، تب احکام الٰہی کی تکمیل قریب آ پہنچی تھی مگر قاصد اب واپس لوٹنے کو تھا، تب اگر چہ ہر طرف بہار کی مسحور کن فضائیں تھیں مگر اِک خزاں اِس بہار کو اجاڑنے والی تھی، تب محبت کے انگنت منظر تھے مگر جدائی کا کرب بھی تاک لگائے بیٹھا تھا، تب کسی کو کچھ بھی چھن جانے کا خیال تک نہ تھا مگر یہ احساس خام تھا کہ صحابہ نے اس بات کا کبھی تصور بھی نہ کیا تھا کہ اُن کی زندگی میں وہ دن بھی آئے گا جب نبی اکرم ﷺ اُن کے درمیان موجود نہ ہوں گے۔ چنانچہ دس ہجری کو حج سے واپسی کے بعد جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے قریبی صحابہ کو اس بات کا اشارہ کیا کہ اب وقت رخصت قریب ہے تو انھیں اس بات پہ یقین ہی نہ آتا تھا۔ مگر وقت نے یہ کڑی ساعتیں مقرر کر رکھی تھیں جس سے بہر حال صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں گزرنا تھا، اس آزمائش میں پورا اترنا تھا اور انھوں رسول اللہ ﷺ کی رحلت

پہ اسی معیار کے صبر کا مظاہرہ کیا جس کی تعلیم انھیں رسول اللہ ﷺ سے ملی تھی۔ اگر چہ دس ہجری تک اہل عرب کی مزاحمت مکمل طور پہ دم توڑ چکی تھی مخالفت کی راکھ بیٹھ چکی تھی اور ریگ عرب کا سمندر مسلسل طغیانیوں اور جوار بھاٹے کے بعد اب پرسکون ہو چکا تھا۔ نفرت کی آندھی تھم چکی تھی جہالت کی رِدا تار تار ہو چکی تھی اور اب ہر طرف اسلام کی صبح نو کے اجالے تھے۔ قرآن کی مضبوط اساس پہ تعمیر ہونے والا عظیم الشان اسلامی معاشرہ نہ صرف مسلمانوں کی روحانی اور مجلسی نظام زندگی کے جملہ تقاضوں کی تکمیل کر رہا تھا بلکہ تشنگی کے ہر احساس کو مٹا کر شاداب اور خنک ماحول فراہم کر رہا تھا مسلمانوں کی مسلسل جہد و سعی نے دین اسلام کی نظریاتی اور ثقافتی اساسوں کو وہ مضبوطی فراہم کی تھی جس کی بنا پہ ایک ایسا سماج استوار ہوا جس کو اس بات کی بہت جلدی تھی کہ وہ اسلام کے ابدی پیغام کو پوری دنیا میں پھیلا دیں۔ اہل مدینہ اب اس قابل ہو چکے تھے کہ وہ دوسری دنیا کی ہدایت کے لیے منصوبہ بندی کر سکیں اور انھوں نے ایسا ہی کیا کہ دنیا جلد ہی اسلام کی عادلانہ اور منصفانہ تعلیمات کی طرف متوجہ ہوئی اور لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ روم و ایران کی متمدن ریاستوں نے اپنے اپنے سیاسی مفاد کی خاطر اسلام کا راستہ روکنے کی بھرپور کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے کہ چڑھتے سورج کی روشنی بھی بھلا کسی کے روکے رکی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

”اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا“

دس ہجری میں بھی اسلام قبول کرنے والے بدوی
قبائل کی آمد جاری رہی۔شہر مدینہ اُن کا میزبان تھا
اور اسباق فلاح بانٹے جا رہے تھے۔چشم تصور میں
اُن ایام کی عظمت سماتی ہی نہیں۔اُن لوگوں کے مقدر
کے کیا ہی کہنے جو ہدایت حاصل کرنے کے لیے
رسول اللہ کے روبرو بیٹھے۔

محرم ۱۰ ہجری، بمطابق... اپریل 631ء تا 632ء

بنو عبدالقیس

دس ہجری میں بھی وفود کی آمد کا سلسلہ جاری رہا، دراصل اب عرب کا کوئی قبیلہ خود کو اسلام سے دور رکھ کے محفوظ تصور نہ کرتا تھا اس لیے دور و نزدیک سے مدینہ میں اترنے والے اِن مقدس مہمانوں کا سلسلہ جاری تھا، مدینہ کی گلیوں میں اُن کے اونٹوں کی راکھ تھی اور کچھ آوازیں تھیں جو خیر کی خبریں لائی تھیں اس لیے کہ کل تک جو لوگ مسلمانوں کے دشمن تھے اب وہی اسلام میں سبقت اختیار کرنے کے لیے بیتاب تھے بنوعبدالقیس کی آبادیاں اور مساکن بحرین میں تھے اس بات پر مورخین متفق ہیں کہ بنوعبدالقیس نے بہت پہلے پانچ ہجری میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ آٹھ ہجری میں بھی دین سیکھنے کے لیے آئے تھے اور اب اُن کا ایک وفد دس ہجری میں بھی رسول اللہ ﷺ سے دین سیکھنے کے لیے حاضر ہوا تھا۔ ذہن میں رہے کہ بنوعبدالقیس کے وفود کے متعلق کئی روایات بیان کی گئی ہیں جن کی تفصیلات باہم متفرق ہیں۔ تاہم جو بات ہم تک پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ دس ہجری میں جو وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اُس میں جارود نامی ایک نصرانی شخص بھی تھا جس نے نبی

اکرم ﷺ سے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ ہم لوگ وسیع صحراؤں اور چٹیل میدانوں سے گزر کر آپ تک پہنچے ہیں ہمارا سفر اس قدر دشوار گزار تھا کہ ہمارے اونٹ تک دبلے ہو گئے ہیں ہم میں سے کچھ لوگ نصرانی ہیں خود میں نے بھی نصاریٰ کا مذہب قبول کر رکھا ہے تو اگر میں اپنے پہلے مذہب کو چھوڑ کر اسلام قبول کرلوں تو آپ مجھے کامیابی کی ضمانت دیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

ہاں میں تمھیں کامیابی کی ضمانت دیتا ہوں۔

چنانچہ جارود اور اُس کے ساتھیوں نے اسلام قبول کرلیا۔

بنو عبدالقیس کے وفد کی آمد کے متعلق مورخین یہ روایت بھی لائے ہیں کہ بحرین کی وادیوں سے جب جارود کا قافلہ نکلا تو اُس نے اپنے ایک دوست سلمہ بن ایاض اسدی سے کہا ہمارے ساتھ چلو ہم نے سنا ہے کہ ملک عرب میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ہم پہلے تو اُن کی صداقت کو پرکھیں گے اُن کا امتحان لیں گے اس کے بعد اگر اُن کا دین پسند آیا تو اسے اختیار کر لیں گے۔

چنانچہ سلمہ بن ایاض اسدی بھی اُن کے ہمراہ ہو گیا۔

راستے میں انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے دل میں تین تین باتیں سوچ لیں گے اور رسول اللہ ﷺ سے سوال کریں گے کہ وہ بتائیں ہم نے کیا سوچا ہے؟

چنانچہ وہ مدینہ پہنچ گئے۔

جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وفد کے سربراہ جارود نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا۔

اے سراپا حسن وخوبی؛ ارشاد فرمائیے کہ رب نے آپ کو کیا دے کر مبعوث کیا ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے جارود کے جواب میں فرمایا؛

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں معبودانِ باطل سے اپنا رشتہ منقطع کرلوں اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بروقت نماز ادا کروں اپنے مال کی زکواۃ دوں اور حج کروں۔ نیز مجھے اس حقیقت سے بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ جو شخص نیک اعمال کرتا ہے اِن کا فائدہ اس کو ملتا ہے اور جو برے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے اِن کا بوجھ بھی اسی کی گردن پہ ہوگا کہ اللہ اپنے بندوں پہ ظلم نہیں کرتا۔

جارود نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت سننے کے بعد عرض کیا؛

یارسول اللہ ﷺ مجھے بتائیں میں نے اپنے دل میں کیا سوچ رکھا ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے تھوڑے توقف کے بعد فرمایا؛

ا۔ اے جارود سن تو مجھ سے جاننا چاہتا ہے کہ جو لوگ عہد جاہلیت میں قتل ہوئے اُن کا کیا حکم ہے؟

۲۔ زمانہ جاہلیت میں جو عہد طے پائے اِن کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۳۔ اور جاہلیت میں دیئے گئے عطیات کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جارود آنکھیں پھاڑے نبی اکرم ﷺ کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس بات پہ یقین کرنے کوشش کررہا تھا جو اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سنی تھی نبی اکرم ﷺ نے جارود کی حیرت زدہ آنکھوں کو نظر انداز کرتے ہوئے فرمایا اے جارود اب اِن کے جواب بھی سن لے۔

زمانہ جاہلیت میں بہا خون عبث ہے جس کا کوئی قصاص نہیں۔

زمانہ جاہلیت کے عہد کالعدم اور مردود ہیں۔

بہترین صدقہ یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کو اپنے اونٹ پہ سوار کرے اور اسے اپنی بکری کا دودھ پیش کرے۔

اس کے بعد قبل اس سے کہ جارود کا ساتھی سلمہ بن ایاض اسدی نبی اکرمﷺ سے سوال کرتا نبی اکرمﷺ نے اُسے خود ہی مخاطب کیا اور فرمایا؛

جارود کے ساتھی آگے آتا کہ میں تجھے بتاؤں کہ تو نے اپنے دل میں کیا چھپا رکھا ہے جارود اُس کے ساتھیوں اور سلمہ بن ایاض اسدی کی حالت قابل دید تھی اور وہ اُس ہرن کی مانند دکھائی دیتے جس نے اپنے عین سامنے شیر کو دیکھ لیا ہو۔

چنانچہ سلمہ بن ایاض اسدی سہا ہوا سا آگے بڑھا اور نبی اکرمﷺ کے سامنے جا کے بیٹھ گیا۔

نبی اکرمﷺ نے رُخ انور اُس کی طرف موڑا اور فرمایا؛

تو نے سوچا ہے کہ اب بتوں کا کیا ہوگا؟

یوم سباسب کی حقیقت کیا ہے؟

اور عقل ہجین سے کیا مراد ہے؟

سلمہ بن ایاض اسدی نے فوراً ہی اقرار کیا کہ اُس نے اپنے دل میں یہی تینوں سوال چھپائے تھے۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا اب اِن کے جواب بھی سن لو۔

بتوں کی پوجا قطعاً حرام ہے۔

یوم سباسب کے بدلے اللہ نے مسلمانوں کو لیلۃ القدر عطا فرمائی ہے۔

اور دین اسلام میں تمام مومنوں کا خون برابر قرار دیا گیا ہے چھوٹے بڑے امیر غریب کی کوئی تخصیص نہیں۔

نبی اکرمﷺ سے سوالات پوچھ کر جب اُن کی تسلی ہوگئی تو انھوں نے نبی اکرمﷺ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کر لیا اس کے بعد عرض کی یا رسول اللہﷺ دُعا کیجئے ہم میں سے جو لوگ اس نعمت سے محروم ہیں اُن کو بھی اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازے۔

نبی اکرمﷺ نے اُن کے لیے دُعا فرمائی۔

اس کے بعد جارود کے وفد نے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا مہمانوں کو عزت اور انعام و اکرام کے ساتھ رخصت کرو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے وفد کے ہر شخص کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی دی جب کہ وفد کے سربراہ جارود کو بارہ اوقیہ چاندی دی۔ [*8]



بنوسلامان شعبان دس ہجری کو مدینے میں اترے [9*] تب نبی اکرم ﷺ ایک مسلمان کی نماز جنازہ پڑھانے میں مصروف تھے۔ نبی اکرم ﷺ نماز پڑھا کے مڑے تو بنوسلامان نے نبی اکرم ﷺ کو اسلامی طریقے سے سلام کیا نبی اکرم ﷺ نے بڑی محبت سے اُن کے سلام کا جواب دیا اور اُن سے دریافت کیا تم کون لوگ اور کہاں سے آئے ہو انھوں نے جواب دیا ہم لوگوں کا تعلق بنوسلامان سے ہے اور ہم مسلمان ہیں ہم اس سے قبل ہی اسلام قبول کر چکے ہیں مدینے میں آنے مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کریں اور اپنے دین کی تجدید کریں اور دین اسلام کی تعلیم حاصل کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

میں تم لوگوں کو اپنے شہر میں خوش آمدید کہتا ہوں اور اسلام قبول کرنے پہ تمھیں مبادک باد کہتا ہوں۔ بنوسلامان کے لوگ خوش ہو گئے کہ جب وہ اپنے وطن سے نکلے تھے تو رسول اللہ ﷺ کے متعلق اُن کا گمان کچھ اور تھا اُن کے دل میں تھا کہ وہ مسلمانوں کے بادشاہ سے ملنے جا رہے ہیں جو اب بلاشرکت غیرے سارے عرب کے حکمران ہیں مگر نبی اکرم ﷺ اُن سے اتنی اپنائیت سے پیش آئے کہ بہت جلد وہ رسول اللہ ﷺ سے گھل مل گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے پاس کھڑے صحابی حضرت ثوبانؓ سے فرمایا؛

مہمانوں کو وہاں ٹھہراؤ جہاں مدینے میں اترنے والے قافلوں کو ٹھہرایا جاتا ہے چنانچہ حضرت ثوبان بنوسلامان کے لوگوں کو لے کر حضرت رملہ بن حارث کے گھر پہنچے۔[10*] بنوسلامان نے ظہر کی نماز رسول اللہ ﷺ کے کی اقتداء میں ادا کی اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی وہ تعداد میں سترہ لوگ تھے۔[11*]

اُن میں سے کسی نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وقت پہ نماز ادا کرنا۔

بنوسلامان نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم قحط کے مارے ہوئے لوگ ہیں اس پریشانی سے نجات کے لیے دُعا فرمائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لیے دُعا فرمائی۔ جب وہ واپس ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انھیں بیت المال سے پانچ پانچ اوقیہ چاندی دی جس سے وہ بہت خوش ہوئے۔ جب وہ اپنے وطن پہنچے تو انھیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قحط کو اُن سے دور کردیا ہے تب اِن کے ایمان مزید مستحکم ہوگئے۔

بنو غامد

اسلام کی روشنی سے منور دل اب یہ چاہتے تھے کہ اُن کا کوئی بھائی اسلام سے دور نہ رہے۔ چنانچہ جب کوئی قبیلہ مدینہ میں اترتا تو اسلام قبول کرنے کے بعد جونہی اپنے وطن کو واپس لوٹتا تو اس کے دل کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی کہ اُن کے جو بھائی دین اسلام سے ابھی تک محروم ہیں کسی طرح وہ بھی اسلام قبول کرلیں۔ اُن کے اردگرد جو قبائل ابھی تک اپنے عقائد کی تطہیر کے لیے متحرک نہیں ہوئے وہ جلد از جلد مدینہ پہنچیں اور اسلام قبول کریں کیونکہ اسلام ہی دین نجات ہے، اسلام ہی دین فلاح ہے، اسلام ہی کامیابی کی ضمانت ہے اسلام ہی دلوں کو پاک کرتا ہے، اسلام ہی دلوں کو سیدھا کرتا ہے، اسلام ہی نور ہے، اسلام ہی سے روشنی ہے، اسلام ہی سے سلامتی ہے، اسلام ہی سے امن ہے، اسلام ہی میں سکون ہے، اسلام ہی حقیقت ہے، اسلام ہی وجہ آسودگی ہے، اسلام ہی سے رونق حیات ہے، اسلام ہی سے منزلوں میں آسانی ہے، اسلام ہی سے محبتوں کی فراوانی ہے، اسلام ہی سے بہار جاودانی ہے، اسلام ہی سے علم کی رفعتیں ہیں، اسلام ہی نوید کامرانی ہے، اسلام ہی سے رحمتوں کا نزول ہے، اسلام ہی سے عارض گُل پہ مسکان ہے، اسلام ہی سے صبا محو خرام ہے اسلام ہی سے آفتوں سے نجات ہے، اسلام ہی سے راحتوں کا امکان ہے، اسلام ہی سے عدل کا نظام ہے، اسلام ہی سے شکر کا انعام ہے، اسلام ہی تو راستی کا پیغام ہے، اسلام ہی تو انسانیت کا پاسبان ہے، اسلام ہی دلوں کا نگہبان ہے، اسلام ہی تو دستورِ کون ومکاں ہے اسلام ہی تو امانتوں کا

نگہبان ہے، اسلام ہی تو در گزر کا نشان ہے، اسلام ہی تو جمادات و نباتات کا ایمان ہے، اسلام ہی تو دراصل قرآن ہے، اسلام ہی تو عافیتوں کا گلستان ہے اسلام ہی تو رونق چمن ہے، اسلام ہی تو ستاروں کا نور ہے، اسلام ہی تو خورشید کی چمک ہے اسلام ہی تو آسمانوں کا پیغام ہے، اسلام ہی سے تو سمندر رواں ہے، اسلام ہی سے تو شکر کے جہان ہیں، اسلام ہی سے پہچان کے در وا ہیں، اسلام ہی سے تو حکمت و دانش کے جہاں ہیں اسلام ہی سے تو اشک ندامت ہے، اسلام ہی سے تو روز محشر نجات ہے، اسلام ہی سے تو لالچ و ہوس سے نجات ہے، اسلام ہی سے تو دلوں کو قرار ہے، اسلام ہی سے تو امنگوں کا وقار ہے اسلام ہی سے تو اسرار حیات ہے ۔اسلام ہی سے تو چشم پرنم کا جواز ہے۔

چنانچہ اسلام کی یہ روشنی یہ حقانیت دلوں میں گھر کر لیتی تھی اور لوگ دیوانہ وار مدینہ کا رخ کرتے تھے اور شمع رسالت کا طواف کرنے والوں میں بنو غامد کا ایک مختصر وفد بھی شامل تھا جو دس ہجری کو مدینے میں اترا۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ دس لوگ تھے جنھوں نے اپنے خیمے مدینہ کے آغاز میں ہی ایک مقام بقیع الغرقد میں نصب کیے اور خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

صحابہ نے دیکھا کہ یمن کے علاقوں سے آنے والے اِن لوگوں نے نہایت عمدہ لباس زیب تن کر رکھے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آسودہ حال لوگ تھے۔

وہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے فرمائش کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پہ جو کلام اتارا ہے اُس کا کچھ حصہ سنائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کے سامنے کلام اللہ کی تلاوت کی۔

نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن سننے کے بعد اُن کے دل اسلام کے نور سے روشن ہو گئے۔

اس کے بعد انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا؛

اسلام ہم سے جو مطالبے کرتا ہے وہ ہمیں لکھ دیں۔

نبی اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اُن کے لیے اسلامی تعلیمات تحریر کیں۔

وہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی قرآن سیکھتے رہے۔

کئی روز مدینہ میں قیام کرنے کے بعد انھوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اللہ کے اِن مہمانوں کو عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا جائے۔چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اُن کو بیت المال سے انعامات دیئے اور عزت سے رخصت کیا۔بنی غامد اور مدینہ میں اترنے کے والے دیگر قبائل کو رخصت کرتے وقت انعام و اکرام سے نوازنا دراصل اسلوبِ میزبانی ہی کی ایک فرع تھی۔

لقیط ابن عامر

دس ہجری میں لوگوں کی مدینہ آمد کا سلسلہ جاری تھا بعض اوقات تو دور دراز کے قبیلوں سے ایسے ایسے لوگ آتے جو اپنی دانش سے وہ سوالات کرتے کہ اہل مدینہ بھی اُن کو سن کر جھوم جھوم جاتے اور سوچتے یہ سوال اُن کے ذہن میں کیوں نہیں آیا۔اس سے قبل اس بات کا بیان گزر چکا ہے کہ اہل عرب بہت ذہین اور صاحب دانش تھے اس پہ وہ صاحب زبان بھی تھے اور اُن کے بات کرنے کا انداز بھی یکتا تھا۔ چنانچہ دس ہجری کو ایک دن نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز پڑھا کے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے دو اجنبیوں کو صحابہ کی پچھلی صفوں میں دیکھا۔

وہ لقیط بن عامر اور نھیک بن عاصم بن مالک تھے وہ بنو منتفق سے تھے۔

لقیط بن عامر سے روایت کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر نے اپنی کتاب "**البدایہ و النھایہ**" میں لکھا ہے کہ؛

میں اپنے ساتھی نھیک بن عاصم کے ساتھ مدینہ کو روانہ ہوا جب ہم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں پہنچے تب سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا لوگ مسجد نبوی میں موجود تھے اور رسول اللہ ﷺ اُن سے خطاب فرما رہے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اے لوگو؛ میری بات غور سے سنو اور توجہ کرو اور یاد کرو شاید تم میں کوئی ایسا آدمی موجود ہو جسے

اُس کی قوم نے مجھ سے سوالات کرنے کے لیے بھیجا ہو، کچھ جاننے کے لیے بھیجا ہو، اور وہ اسے فراموش کر بیٹھا ہو، ممکن ہے اسے حدیث نفس اور غبار خاطر نے غافل کر دیا ہو یا وہ اپنے ساتھی کی باتوں میں محو ہو کے رہ گیا ہو یا پھر اُس کو اپنی اور اپنی قوم کی ضلالت اور گمراہی کی کوئی پرواہ ہی نہ ہو۔

لوگو؛ مجھ سے سوال کرو میں اپنے رب کے سامنے اس بات کے لیے جوابدہ ہوں کہ میں نے اُس کی بات تم تک پہنچا دی ہے۔

لقیط بن عامر کہتے ہیں لوگ رسول اللہ ﷺ کا خطاب سننے کے لیے بیٹھ چکے تھے مگر میں اور میرا ساتھی بدستور کھڑے رہے اور اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ ہم آداب محفل سے ناواقف تھے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم بھی اپنی قوم کی طرف سے اور خود اپنے دل کے خلجان کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے کچھ سوال پوچھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی نظر جونہی ہم تک پہنچی میں نے فوراً ہی با آواز بلند سوال کر دیا؟

اے اللہ کے رسول ﷺ؛

کیا آپ کے پاس علم غیب ہے۔

نبی اکرم ﷺ میرا سوال سن کے مسکرائے اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے فرمایا؛

خدا کی قسم؛ میں تو خود اپنی اُس چیز کو تلاش کرتا ہوں جو گم ہو گئی ہو یا اُسے کوئی اٹھا کے لے گیا ہو۔

سنو؛ غیب پانچ چیزوں میں ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں؛

۱۔ اور نبی اکرم ﷺ اُن اشیاء کو اپنی انگلی کی پوروں پہ گننے لگے اور انھیں اس طرح بیان کیا پہلی چیز موت کا علم ہے تم میں سے کوئی نہیں جانتا اُس کی موت کب اور کیسے واقع ہو گی۔

۲۔ نطفہ کا علم اللہ ہی پاس ہے کوئی نہیں جانتا کہ رحم مادر میں کیا ہے مگر وہ جانتا ہے کہ رحم مادر میں کیا ہے۔

۳۔ کل کا علم بھی اسے ہی ہے تم نہیں جانتے کل کیا ہو گا مگر وہ جانتا ہے کہ کل کیا ہو گا۔

۴۔ اور بارش کا وقت جب تم آسمان کو پیاسی نظروں سے دیکھتے ہو تو وہ مسکراتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ تمھاری پریشانی کب ختم ہو گی بارش کب ہو گی۔

۵۔ اور قیامت کا علم صرف وہی جانتا ہے کہ اس دنیا کی بساط کب سمیٹی جائے گی۔

حضرت لقیط بن عامر کہتے ہیں کہ میں تو جانے کتنے عرصے سے اِن گھڑیوں کا منتظر تھا جب میں رسول اللہ ﷺ سے سوالات کروں اور اپنے دل میں امنڈتے خیالوں اور اپنی روحانی تشنگی کا علاج کروں۔ اس لیے میں نے رسول اللہ ﷺ کا پیچھا نہ چھوڑا اور اس سے قبل کہ رسول اللہ ﷺ کسی اور طرف متوجہ ہوں میں نے فوراً ہی اگلا سوال کر دیا۔

میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ؛

اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہے تو یقیناً آپ بہت سی اُن باتوں سے آگاہ ہوں گے جن سے ہم لوگ آشنا نہیں کچھ ایسی ہی باتوں سے ہمیں آگاہ فرمائیں کیونکہ لوگ ہمیں کم تر جانتے ہیں وہ ہماری تصدیق نہیں کرتے اور نہ تائید کرتے ہیں نہ مذحج قبیلہ جو ہم سے فائق ہے اور نہ خثم قبیلہ جس کو ہم سے دوستی کا دعویٰ ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا؛

سنو؛ تم دنیا میں کچھ وقت اور گزارو گے تب میں تم لوگوں کے ساتھ نہ ہوں گا پھر تم بھی رخصت ہو جاؤ گے اور تمھاری آنے والی نسلیں بھی عمر ارزل کو پہنچیں گی اور قبروں میں جا سوئیں گی تب جانے کتنا وقت گزرے گا کہ ایک چیخ سنائے دے گی اور کرۂ ارض پہ موجود ہر چیز فنا ہو جائے گی مٹ جائے گی تب تیرا رب تنہا ہی زمین پہ جلوہ افروز ہو گا پورا کرۂ ارض اس وقت سنسان ہو گا پھر تعالیٰ کے حکم سے بادل آئیں گے اور ہر طرف برسیں گے خوب کھل کے برسیں گے ہر مقتل، ہر قبر ہر قتل گاہ پہ برسیں گے قبریں پھٹ جائیں گی اور مردے اُٹھ کے بیٹھ جائیں گے۔

تیرا رب لوگوں سے سوال کرے گا۔

لوگو؛ تمھارا کیا حال ہے۔

لوگ کہیں گے ابھی تھوڑی دیر پہلے تو ہم اپنے اقربا کے ساتھ تھے اب یہ کیا ہوا؛

لقیط بن عامر نے پھر سوال کر دیا۔

یارسول اللہ ﷺ؛ ذرا یہ تو بتائیں کہ جب ہم بکھر کر ہواؤں اور راکھ کا حصہ بن چکے ہوں گے تب ہمارا رب ہمارے اعضاء کو اکٹھا کیسے کرے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

شاید بات تمھاری سمجھ میں نہ آئے اس لیے میں تمھیں مثال دے کے سمجھاتا ہوں دیکھو بارش سے پہلے یہ زمین کسی مردے کی طرح پڑی ہوتی ہے پھر اللہ کے حکم سے اس زمین پہ بارش کی بوچھاڑ پڑتی ہے تو یہ ایسے جاگ اٹھتی ہے جیسے ابھی سوئی ہو کچھ زیادہ وقت نہ گزرے گا کہ تو دیکھے گا ہر طرف سبزہ ہوگا ہر طرف ہریالی ہوگی زمین تجھے سانس لیتی محسوس ہوگی ہر طرف زندگی کا احساس ہوگا مجھے اپنے معبود کی قسم ہے کہ وہ تو ہر چیز پہ قادر ہے جب وہ مردہ زمین کو پل بھر میں زندہ کر دیتا ہے تو انسان کو جگا دینا اُس کو اکٹھا لینا تو اُس کے لیے نہایت آسان ہے۔

نبی اکرم ﷺ فرما رہے تھے۔

سنو؛ اُس دن تمام لوگ موت کی نیند سے جاگ جائیں گے اور اپنے رب کو دیکھیں گے۔

لقیط بن عامر نے پھر سوال کر دیا۔

یارسول اللہ ﷺ؛

جب بہت ہجوم ہوگا تب ہم اپنے رب کو کیسے دیکھیں گے اور وہ ایک ہی وقت میں ہم سب کو کیسے دیکھے گا؟

نبی اکرم ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا؛

بات شاید تمھاری سمجھ میں نہ آئے اس لیے میں تمھیں مثال کے ذریعے سمجھاتا ہوں دیکھو جب چاند چمک رہا ہوتا ہے یا سورج نکلا ہوا ہو تو تب انسانوں کا کتنا بھی ہجوم ہو سب چاند اور سورج

کو دیکھ لیتے ہیں اور سورج چاند اُن سب پہ محیط ہو جاتا ہے تو جب سورج اور چاند جیسی ادنیٰ مخلوق تم سب کو محیط ہے تو چاند اور سورج کے خالق کے لیے تو یہ بات بہت آسان ہے کہ وہ تم سب کو ایک ہی وقت دیکھ رہا ہو۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اس کے بعد اللہ تعالیٰ برستی بارش سے چلو بھر پانی اپنے ہاتھ میں لے گا اور اسے انسانوں کی طرف اچھال دے گا خدا کی قسم کوئی نفس نہ ہو گا جس پہ اس پانی کا قطرہ نہ گرا ہو تو جو مسلم اور مطیع و فرمانبردار ہوں گے پانی کے اس قطرے کے گرنے سے اُن کے چہرے سفید نور کی طرح چمکنے لگیں گے اور جو کافر ہوں گے وہ قطرہ اُن کی ناک پہ ایسا نشان چھوڑ جائے گا جیسا انگارے سے جلنے کا نشان ہوتا ہے۔

اب سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر دیا جائے گا اور میدان حشر لگ جائے گا میں وہاں ایک حوض (کوثر) پہ متمکن ہوں گا اور لوگوں کو پانی پلاؤں گا خدا کی قسم جس نے کوثر کا جام چڑھا لیا اس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہ ہو گا یہ پانی اُس کو بول براز اور بدبودار ہوا سے ہمیشہ کے لیے پاک کر دے گا۔

لوگ اب ایک پل سے گزریں گے مگر لوگوں کی بہت بڑی تعداد اس پل سے نیچے جا گرے گی اور نیچے سلگتا آتشیں جہنم ہو گا جو لوگ پار نکل گئے وہ جنت کے دروازوں سے گزریں گے یاد رہے کہ جنت کے سات دروازے ہیں اور ہر دو دروازوں کے مابین اتنا فاصلہ ہے کہ سوار ستر سال بھی چلتا رہے تو دوسرے دروازے تک نہ پہنچے گا۔اور جنت میں دودھ اور شہد کی نہریں ہیں شراب کی بہتات ہے مگر اُس شراب میں نہ سر درد ہے نہ ندامت نہ پشیمانی وہاں ہر قسم کے پھل اور طاہر وطیب بیویاں ہوں گی جن سے تم لطف اٹھاؤ گے۔

رسول اللہ ﷺ اب بیٹھ گئے تھے اور لوگ رخصت ہونے لگے تب میں یعنی لقیط بن عامر اپنے ساتھی نھیک بن عاصم کے ساتھ آگے بڑھا تا کہ اسلام قبول کر لوں میں نے اپنا ہاتھ بیعت کے

لیے نبی اکرم ﷺ کی طرف بڑھایا۔

یارسول اللہ ﷺ؛ کیا ہمارے لیے مشرق اور مغرب کی حکمرانی ہو گی۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا تو میں نے فوراً ہی اپنی بات کی وضاحت کی میں نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ میرا مقصد محض اس قدر تھا کہ ہم جہاں چائیں سکونت اختیار کر سکیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ آگے کر لیا بیعت لے لی اور فرمایا؛

یہ تیرا حق ہے کہ تم جہاں چاہے رہو مگر ہر حال اور ہر جگہ میں تم اپنے اعمال کے ذمہ دار ہو گے۔

لقیط بن عامر نے کہا؛

نبی اکرم ﷺ نے ہم سے نماز پڑھنے زکواۃ دینے روزہ رکھنے حج کرنے اور جہاد کرنے پہ بیعت لی اسلام قبول کرنے کے بعد ہم اپنے وطن کو لوٹ آئے۔

حارث بن حسان

اسلام اگرچہ اہل عرب کے دلوں میں گھر چکا تھا مگر اُن کی صدیوں پہ محیط مخالفتیں، مخاصمتیں عدواتیں اور باہمی تعصب اتنی جلد ختم ہونے والا نہ تھا اس لیے نبی اکرم ﷺ کو اُن کے باہمی تنازعات کو بھی نپٹانا ہوتا تھا۔ چنانچہ ہم یہاں جن حارث بن حسان رضی اللہ عنہ کا ذکر کر رہے ہیں اُن کا تعلق بنو بکر کے ساتھ تھا جن کا بنو مضر کے ساتھ تنازعہ تھا اور وہ بنو مضر کی شکایت کے لیے ہی آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ راستے میں جب وہ مقام زبدہ پہ پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک عمر رسیدہ بڑھیا کھڑی ہے۔

بڑھیا نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے پوچھا؟ اے سوار کہاں جاتا ہے۔

حارث بن حسان بکری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا؛ مدینہ کو

بڑھیا نے کہا؛ مجھے بھی سوار کر لو میں رسول اللہ ﷺ سے ملنا چاہتی ہوں۔

حضرت حارث بن حسان رضی اللہ عنہ نہیں جانتے تھے کہ انھوں نے جس عورت کو اپنے اونٹ پہ سوار کیا ہے اُس کا تعلق بنو مضر سے ہے۔ حضرت حارث بن حسان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب میں اور وہ عورت جسے میں نے اپنے ساتھ سوار کیا تھا مسجد نبوی کے دروازے پہ پہنچے ہیں تو مسجد میں بے پناہ ہجوم تھا میں نے دور سے ہی سیاہ جنگی علم لہراتا دیکھ لیا تھا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ ننگی تلوار پکڑے مسجد کے دروزے پہ کھڑے تھے میں نے اُن سے پوچھا کہ

کیا معاملہ ہے تو انھوں نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جنگ پہ روانہ کرر ہے ہیں۔

ہم ایک طرف کھڑے ہو گئے کیونکہ ہم جانتے تھے کہ جب تک یہ فوجی دستہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں رخصت نہیں ہو جاتا تب تک رسول اللہ ﷺ سے ملنا دشوار ہو گا۔

آخر کو وہ لوگ روانہ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے۔

حضرت حارث رضی اللہ عنہ اُس بڑھیا کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے گھر کی طرف بڑھے اور غلام سے کہہ کر اجازت طلب کی۔

نبی اکرم ﷺ نے اجازت دے دی تو میں اور وہ بڑھیا اکٹھے ہی نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا؛

تمھارا اور بنو تمیم کا جو جھگڑا ہے اُس کا کیا بنا۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اسی سلسلے میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں کہ آپ ہمارے اور اُن کے مابین وادیٔ دھنا کو حد فاصل قرار دے دیں تا کہ یہ جھگڑا ختم ہو جائے۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ وہ بڑھیا چیخنے لگی مجھے گالیاں نکالنے لگی اور اسے اس بات کی بھی کوئی پرواہ نہ تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھی ہے۔ پہلے تو مجھے اُس کی باتیں سمجھ میں ہی نہ آئیں تاہم جب میں نے تھوڑا غور کیا تو معلوم ہوا وہ میرے اور میرے قبیلے کے خلاف زہر اگل رہی ہے اور اپنے قبیلے کی مدح کر رہی ہے۔ اُس نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ نے بنو مضر سے وادیٔ دھنا چھین لی تو آپ کا قبیلہ مضر خوار ہو جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ کبھی میری طرف دیکھتے اور کبھی اُس بڑھیا کی طرف آخر آپ نے مجھ سے پوچھا حارث رضی اللہ عنہ یہ کیا معاملہ ہے؟

میں جواب معاملے کو سمجھ چکا تھا اس لیے میں نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ مجھے معاف فرمائیں کہ میں تو اُن لوگوں کی مثل ہوگیا ہوں جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ بھیڑ اپنی موت اٹھالائی اور میں تو قوم عاد کے پیام رساں وافد کی طرح ہوں جو اپنی قوم کو موت تک لے گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اصل واقعہ بیان کرو۔

میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اصل واقعہ کچھ بھی نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں تو اپنے قبیلے سے علاء بن حضرمی کی شکایت لے کے نکلا تھا راستے میں اس بڑھیا نے مجھ سے کہا مجھے بھی سوار کرلو تو میں نے اسے بھی سوار کرلیا اور میں نہیں جانتا تھا کہ میں اپنی موت کو لیے پھرتا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ میری بات سن کے مسکرادیئے۔

وہ بات جو میں رسول اللہ ﷺ سے کہنا چاہتا تھا وہ تو اس بڑھیا کی وجہ سے ویسے ہی ختم ہوگئی تھی جو ابھی تک لال پیلی ہورہی تھی اس لیے میں نے نبی اکرم ﷺ سے پھر حاضر ہونے کا وعدہ کیا اور نبی اکرم ﷺ کے گھر سے نکل آیا۔

بنی خولان

بنوخولان کا وفد شعبان دس ہجری کو مدینہ میں اترا۔وہ بہت دور دراز کا سفر کر کے مدینہ پہنچے تھے۔اُن کے راستوں میں بسیط اور سلگتے صحرا تھے اور وسیع و عریض جنگل تھے جنھیں عبور کرتے ہوئے وہ مدینہ پہنچے تھے۔بنوخولان اسلام قبول کر چکے تھے اب اُن کا یہ دس رکنی وفد اس لیے مدینے میں حاضر ہوا تھا کہ وہ نہ صرف رسول اللہ ﷺ کی زیارت کریں بلکہ دین اسلام کی تعلیمات بھی حاصل کریں۔نبی اکرم ﷺ نے بنوخولان کے اس وفد کو خوش آمدید کہا اور اُن کی خوب تکریم کی۔

اگلے روز جب بنوخولان کے لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ دین اسلام کی بیعت کی اور اپنے عہد کی تجدید کی۔تب نبی اکرم ﷺ نے اُن سے دریافت فرمایا؛

مجھے کچھ اُن لوگوں کے متعلق بتاؤ جن کو تم نے پیچھے چھوڑا ہے۔

بنوخولان کے وفد نے جواب دیا۔

یارسول اللہ ﷺ ؛ ہمارے سارے قبیلے نے اسلام قبول کر لیا ہے بس چند بوڑھے لوگ اور کچھ ضدی عورتیں باقی ہیں جو جلد ہی اسلام قبول کر لیں گے۔

یاد رہے کہ عہد جاہلیت میں بنوخولان اعمیانس نامی بت کی پوجا کرتے تھے اور پورے جوش و خروش کے ساتھ کرتے تھے۔وہ اعمیانس کے بت پہ قربانی کرتے نذر نیاز چڑھاتے اور اپنے

اناج کا ایک حصہ بھی اپنے بت کی نذر کرتے ۔بعض اوقات جب وہ اپنے کھیتوں سے اناج لاتے تو اللہ تعالیٰ کا حصہ الگ رکھتے اور اعمیانس کا حصہ الگ رکھتے اس تقسیم کے دوران اگر اللہ تعالیٰ کے حصے میں آئے اناج سے کچھ باہر گر جاتا تو وہ اسے اٹھا کر بت کی طرف ڈال دیتے اور اگر بت کے حصے کا کچھ اناج باہر گر جاتا تو وہ اسے اٹھا کر دوبارہ بت کے آگے ڈال دیتے۔ چنانچہ مورخین اور مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اُن کی اس عادتِ بد کی مذمت میں سورۃ الانعام میں قرآن حکیم کی یہ آیات اتاری گئیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ؛

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا یَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ یَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ۔

القرآن الحکیم (سورۃ الانعام٦ ؛ آیات١٨٦)

ترجمہ؛

”اورانھوں نے بنا رکھا ہے اللہ کے لیے اس سے جو پیدا فرماتا ہے فصلوں اور مویشیوں سے مقررہ حصہ۔اور وہ کہتے ہیں یہ اللہ کے لیے ہے ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے تو وہ حصہ جو ہو اِن کے شریکوں کے لیے ہے تو وہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کو اور جو حصہ ہو اللہ تعالیٰ کے لیے تو وہ پہنچ جاتا ہے اِن کے شریکوں کو کیا ہی برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

****

اس کے بعد بنوخولان نے نبی اکرم ﷺ سے واپسی کی اجازت طلب کی اور کہا' یارسول اللہ ﷺ ہمیں کچھ نصیحت کریں جو ہمارے کام آئے۔

نبی اکرم ﷺ نے انھیں نصیحت فرمائی۔

امانت کا حق ادا کرنا۔

پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنا۔

کسی پہ ظلم نہ کرنا۔

اس کے بعد بنی خولان رخصت ہو گئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انھیں بیت المال سے چاندی عطا فرمائی۔

بنی محارب

مدینہ میں طرح طرح کے لوگ آتے تھے اور اسلام قبول کرتے اِن میں وہ بھی تھے جو ماضی میں آپ ﷺ کے دشمن تھے جنھوں نے آپ سے جنگیں کی تھیں، وہ بھی تھے جنھوں نے دین اسلام کی راہ میں روڑے اٹکائے تھے اور وہ بھی تھے جنھوں نے آپ ﷺ کے صحابہ پہ ظلم وستم کا بازار گرم کر رکھا تھا، وہ بھی تھے جنھوں نے آپ ﷺ سے ساری زندگی آپ ﷺ سے عداوت کی قسمیں کھائی تھیں اور وہ بھی تھے جن کے دلوں میں قساوت بھری تھی۔

بنو محارب کا دس رکنی وفد مدینے میں اترا تو انھیں رملہ بنت حارث کے گھر ٹھہرایا گیا اگلے روز نماز عصر کے بعد وہ لوگ بیعت کے لیے حاضر ہوئے۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے طویل گفتگو کی اس کے بعد اسلام قبول کر لیا۔

نبی اکرم ﷺ نے بنو محارب کے ایک شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا؛

میں تمھیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔

تب اُس شخص کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اُس نے کہا؛

یا رسول اللہ ﷺ آپ درست فرماتے ہیں آپ نے مجھے دیکھا ہے وہ جاہلیت کے ایام تھے تب آپ ﷺ عکاظ کے میلے میں لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دے رہے تھے تب جس شخص نے سب سے زیادہ آپ کی مخالفت کی وہ میں ہی تھا۔ اُس دن مجھ سے بڑا بد بخت کوئی نہ تھا مگر

آج مجھ سے بڑا خوش قسمت کوئی نہیں ہے اس لیے کہ میرے سارے ساتھی کفر کی حالت مر گئے مگر اللہ نے مجھے زندہ رکھا اور اسلام کی جانب مائل کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اللہ ہی دلوں کو بدلنے والا ہے۔

اُس شخص نے نبی اکرم ﷺ کو اپنا گھوڑا پیش کیا نبی اکرم ﷺ نے اُس کی محبت کا جواب اس طرح دیا کہ اُس کو اپنا اونٹ دے دیا۔

بنو خولان نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو "فح" کے علاقے میں جاگیر عطا فرمائی اور تحریر لکھ دی۔ اس کے بعد بنو خولان اپنے وطن واپس لوٹ گئے اور اپنے دین پہ مضبوطی سے قائم رہے۔



اہل عرب کی بنجر زمینوں کی طرح اُن کے عقائد بھی بانجھ تھے، بت پرستی نے عربوں کو کچھ بھی نہ دیا تھا سوائے دکھ اور محرومی کے۔ اُن کے علاقوں میں اس قدر سخت قحط آتے کہ لگتا ہے وہ صرف کعبہ کی برکت کی وجہ سے باقی رہ گئے ورنہ تو اُن کی بقاء کا کوئی جواز نہ بنتا تھا یا پھر وہ ابراہیم کی دُعا کی وجہ سے قائم رہے تھے مگر اُن کی کس قدر بدقسمتی تھی کہ وہ حضرت ابراہیم کی تعلیمات کو بھلا چکے تھے پھر جب نبی اکرم ﷺ نے اُن کو دوبارہ حضرت ابراہیم کے دین کی طرف بلایا تو تب بھی انھوں نے انکار ہی کیا۔

پھر جب بیس بائیس سال کی جدوجہد کے بعد انھوں نے جانا کہ وہ تلوار سے اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے تب انھوں نے اسلام قبول کرنے کی طرف رغبت کی یہ انھی دنوں کی تذکرہ ہے جب خطہ عرب پہ بسنے والی ہر قوم ہر قبیلہ نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اسلام قبول کر لیں۔ چنانچہ اِن دنوں کئی بار ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک ہی دن کئی کئی قبیلے مدینہ میں اترتے۔

اِن میں سے کئی قبیلے کے وفد تو اتنی بڑی تعداد میں ہوتے کہ اُن کو ٹھہرانا تک مشکل ہو جاتا۔

چنانچہ بنواحمس کے قافلے میں دوسو سے زائد لوگ تھے اور اہل مدینہ ابھی اُن کے رہنے سہنے کا بندوبست کر ہی رہے تھے کہ اندورن صحرا سے ایک اور قافلہ شہر مدینہ میں اترا۔

بنواحمس کے اونٹوں سے مدینہ کی گلیاں بھر گئی تھیں نبی اکرم ﷺ بھی تشریف لے آئے تھے

انھوں نے بنی احمس کے سواروں سے پوچھا تم کون لوگ اور کہاں سے آئے ہو۔

بنو احمس کے امیر قیس بن عمرو نے عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ؛ ہم لوگ بنی احمس سے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ وہی بنی احمس جن کی شجاعت مشہور ہے۔

قیس نے عمرو نے جواب دیا؛

یارسول اللہ ﷺ لمحہ موجود سے ہماری شجاعت اللہ اوراس کے رسول کے لیے ہے۔

نبی اکرم ﷺ قیس بن عمرو کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔

بنی احمس کے ہر شخص نے اسلام قبول کیا اور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی جب وہ واپس روانہ ہونے لگے تو ایک اور قافلہ بھی روانگی کے لیے تیار ہو رہا تھا نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

پہلے بنی احمس کو رخصت کرو اُن کو عطیات دو اس کے بعد دوسرے قافلے کو رخصت کرو اور اُن کو بھی عطیات دو۔ یقینی بات ہے کہ مدینہ سے رخصت ہونے والے دوسرے قبیلے نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا اور اُس اعزاز کے مستحق ٹھہرے جس کو اسلام کہا جاتا ہے۔

بنو غسان

اگرچہ اب سارا عرب اسلام قبول کر چکا تھا مگر کہیں کہیں لوگوں کے ایسے گروہ موجود تھے جو اسلام قبول کرنے سے گریزاں تھے۔انھی میں بنو غسان بھی تھے جن کی اسلام سے گریز کی وجہ عقائدی نہیں بلکہ سیاسی تھی۔بنو غسان چونکہ اہل روم کی حمایت یافتہ عرب ریاست تھی اور وہ جانتے تھے کہ اسلام قبول کرنے سے اُن کا آقا ناراض ہو جائے گا چنانچہ بنو غسان اسلام سے دور ہی رہے حتیٰ کہ اسلامی فوجوں نے اُن کو اس بات پہ مجبور کر دیا کہ وہ اسلام قبول کریں یا جزیہ دیں۔تاہم اُن کی اکثریت نے اسلام قبول کرنے کو ترجیح دی۔

دس ہجری میں بنو غسان کے تین لوگ مدینہ آئے یہ اپنی قوم کے نامزد لوگ نہ تھے کہ اِن کو بنو غسان کا وفد کہا جائے بلکہ یہ لوگ تو انفرادی حیثیت سے شاید تجارت کی غرض سے مدینہ میں اترے تھے۔

وہ صاحب دانش لوگ تھے انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی اور بہت سے سوال کیے چونکہ وہ پہلے ہی سے ایک الہٰامی مذہب کے پیرو تھے اس لیے اُن کو یہ بات جاننے میں دشواری پیش نہ آئی کہ نبی اکرم ﷺ لوگوں کو حق کی طرف ہی بلاتے ہیں۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا؟

یارسول اللہ ﷺ! اگر ہم نصرانیت چھوڑ کر اسلام قبول کر لیں تو ہمیں اس کا کیا اجر ملے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

وہ لوگ جو پہلے سے کسی الہامی مذہب کے پیرو ہوں اُن کو بت پرستوں کی نسبت دوہرا اجر ملے گا ایک تو اُس دین کا جس پہ وہ پہلے سے قائم تھے اور دوسرا اس بات کا انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اللہ کے رسول کی حیثیت سے اور قرآن حکیم کو اللہ کے کلام کی حیثیت سے شناخت کیا۔

بنوغسان کے اِن تین لوگوں نے باہم مشاورت کی اور اسلام قبول کر لیا۔

پھر وہ اپنے وطن لوٹے اور انھوں نے اپنے ہم وطنوں کو دین اسلام کی دعوت دی مگر اُن کو یہ نہ بتایا کہ وہ خود بھی اسلام قبول کر چکے ہیں کیونکہ اُن کو اندیشہ تھا کہ اُن کی قوم شاید اُن کو اذیت پہنچائے۔ اور اُن کا خدشہ درست تھا اس لیے کہ بنوغسان نے اِن لوگوں کی شدید مخالفت کی اور اپنے پرانے دین پہ ہی بضد رہے۔ اِن تینوں مسلمانوں نے اپنی قوم سے اپنے دین کو چھپا لیا اُن میں سے دو تو اسی حالت میں خالق حقیقی سے جا ملے جبکہ تیسرا شخص جنگ یرموک تک زندہ تھا اپنے ہم وطنوں کی بدترین شکست کے بعد وہ مسلمانوں کے سالار حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ اے مسلمانوں کے سالار میں مسلمان ہوں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی تھی۔ حضرت ابوعبید بن جراح رضی اللہ عنہ بنوغسان کے اس مسلمان سے مل کے بہت خوش ہوئے وہ انھیں ساتھ لے کر مدینہ آئے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی بہت تکریم کی یاد رہے کہ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ تھے۔

اہل معان

شام سے ملحق قیصر روم کے ماتحت عربوں کی ایک ریاست معان تھی جس کے حکمران حضرت فروہ بن عمرو تھے شام کی طرف عربوں کے قافلے ہمیشہ سے رواں رہے تھے اس لیے ملک شام میں مکہ اور مدینہ کی ہر خبر پہنچتی رہتی تھی۔ حضرت فروہ بن عمرو جذامی ایک صالح اور صاحب دانش شخص تھے چونکہ وہ اپنے علاقے کے حکمران بھی تھے اس لیے مکہ اور مدینہ کے تاجر مہمان کے طور پہ اُن کے ہاں اترتے ہی رہتے تھے وہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت، قریش سے اُن کی دشمنی اور پھر قریش کی ذلت بھری شکست سے لے کر تحریک اسلامی کے اکثر مرحلوں سے آشنا رہے تھے۔ خود وہ رومی مملکت کے مذہب نصرانیت پہ تھے اور اپنے بارے میں انھوں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ وہ بھی اسلام قبول کریں گے یا نہیں تاہم جب مکہ فتح ہو گیا قریش سرنگوں ہو گئے بنو ہوازن شکست کھا کر بھاگ گئے بنو ثقیف نے مدینے میں حاضر ہو کر اپنے قصوروں کی معافی مانگ لی۔ تب اُن کے ذہن میں کئی بار یہ خیال آیا کہ مسلمانوں کے اس مختصر سے گروہ نے عربوں کے اِن معروف اور طاقتور قبیلوں کو کیسے شکست دے دی مگر اُن کے پاس اٹھنے بیٹھنے والے اکثر و بیشتر عربوں نے چونکہ ابھی خود بھی اسلام قبول نہ کیا تھا اس لیے بہت کم مواقع پہ اس بات کا تذکرہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ آخر لوگوں کو کس بات کی دعوت دیتے ہیں۔

خود فروہ بن عمرو جذامی کے ذہن میں اس بات کو جاننے کی خواہش موجود تھی حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کا قاصد اُن تک پہنچا اور انھیں باقاعدہ دین اسلام کی دعوت دی۔ انھوں نے دین

اسلام کو سمجھا پرکھا قرآن حکیم کی آیات کو غور سے سنا اور بغیر کسی تردد کے اسلام قبول کرلیا اس لیے کہ اُن کے نزدیک حق کو جان لینے کے بعد اس کی پیروی نہ کرنا بددیانتی اور بدبختی تھی۔

تاہم حضرت فروہ بن عمرو جذامی کو اسلام قبول کرنے کی کڑی سزا بھگتنا پڑی کیونکہ جب اُن کے رومی آقاؤں کو معلوم ہوا کہ انھوں نے اسلام قبول کرلیا ہے تو پہلے تو مملکت روم نے انھیں قید رکھا اس کے بعد جب انھوں نے دین اسلام ترک کرنے کا رومی مشور قبول نہ کیا تو اُن کو قتل کر دیا گیا۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ موتہ سے پہلے کا ہے اور یہ واقعہ غزوہ موتہ کے اسباب میں سے ایک تھا۔

اغلب یہ ہے کہ رومی افواج کے ہاتھوں گرفتاری سے قبل انھوں نے وہ قاصد نبی اکرم ﷺ کی طرف روانہ کردیا تھا جس کے ہاتھ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے تحائف اور یہ خبر بھیجی تھی کہ انھوں نے دین اسلام قبول کرلیا ہے۔[12*]

انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے سفید رنگ کا ایک خچر اور یمنی چادریں بھیجی تھیں۔ مورخین میں سے اکثر نے حضرت فروہ بن عمرو جذامی کے وہ اشعار درج کیے ہیں جو انھوں نے اپنی اسیری کے دوران اور پھر سولی پہ چڑھنے سے قبل کہے تھے ہم اپنے قارئین کے لیے یہ اشعار الروض الانف سے تحریر کررہے ہیں۔

طَرَقَتْ سُلَيْمٰى مُوْهِنًا اَصْحَابِىْ

وَالرُّوْمُ بَيْنَ الْبَابِ وَالْقِرْوَانِ

سلیمی رات کے ابتدائی حصے میں میرے ساتھیوں کے یہاں آ پہنچی جب کہ رومی میرے قید خانے کے دروازے اور جانوروں کے تھنوں کے مابین گھوم رہے تھے۔

صَدَّ الْخِیَالُ وَسَاءَهٗ مَا قَدْ رَأَی
وَهَمَمْتُ اَنْ اُغْفِیَ وَقَدْ اَبْكَانِیْ

محبوبہ کی خیالی تصویر نے مجھے نیند سے روک دیا جبکہ اِس نے جو کچھ دیکھا تھا اُس نے اُسے دکھ دیا میں نے سونا چاہا مگر رو دیا۔

لَا تَكْحُلِنَّ الْعَیْنَ بَعْدِی اِثْمِدًا
سَلْمٰی وَلَا تَدِیْنَّ لِلَا نْسَانِ

اے سلمیٰ؛ میرے بعد آنکھوں میں سرمہ نہ لگانا اور کسی انسان کی تلاش میں نہ رہنا۔

وَلَقَدْ عَلِمْتَ اَبَا كُبَیْشَةَ اَنَّنِیْ
وَسْطَ الْاَعِزَّةِ لَا یُحَصّ لِسَانِیْ

اے ابو کشبہ؛ تو جانتا ہے کہ سخت گیر لوگوں کے درمیان بھی میری زبان نہیں کاٹی جاتی۔

فَلَئِنْ هَلَكْتُ لَتَفْتَقِدُنَّ اَخَاكُمُ
وَلَئِنْ بَقِيْتُ لَتَعْرِفُنَّ مَكَانِىْ

اگر میں ہلاک ہوگیا تو تم اپنے بھائی کو ڈھونڈتے پھروگے اور اگر میں زندہ رہا تو تم میرا مقام ضرور پہچان لوگے۔

وَلَقَدْ جَمَعْتُ اَجَلَّ مَاجَمَعَ الْفَتٰى
مِنْ جَوْدَةٍ وَ شُجَاعَةٍ وَ بَيَانِ

میں اُن اوصاف کو جمع کیے ہوئے ہوں جو ایک نوجوان اپنے اندر جمع کر سکتا ہے جیسے کھرا پن، شجاعت اور فصاحت۔

اَلَاهَلْ اَتٰى سَلْمٰى بِاَنَّ حَلِيْلَهَا
عَلَى مَاءِ عَفْرَاءَ فَوْقَ اِحْدَى الرَّوَاحِلِ

کیا سلمٰی کو کسی نے بتایا ہے کہ اُس خاوند عفرا نامی چشمے کے قریب سولی پہ لٹکا ہوا ہے۔

عَلٰی نَاقۃٍ لَمْ یَضْرِبِ الْفَحْلُ اُمَّھَا
مُشَدَّ بَۃٍ اَطْرَافُھَا بِالْمَنَا جِلِ

ایسی اونٹنی پر کہ نر نے اُس کی ماں کو نہ مارا ہو، سولی کی لکڑی کو درانتیوں سے کاٹ دیا گیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

بَلِّغْ سَرَاۃَ الْمُسْلِمِیْنَ بِاَنَّنِی
سِلْمٌ لِرَبِّی اَعْظُمِیْ وَ مَقَامِیْ

لوگو؛ مسلمانوں کے سردار (محمد ﷺ) تک یہ خبر پہنچا دینا کہ میں کیا میری ہڈیاں اور میرا وجود بھی اللہ رب العزت کے لیے حاضر ہیں۔[*13]

۞۞۞۞۞۞۞۞

بنی رہا کا وفد

دس ہجری میں بھی بہت سے عرب قبائل نے اسلام قبول کیا اُن کے بہت سے قافلوں نے مدینہ کی گلیوں میں رونق لگائی۔خطہ عرب کے لوگ اب اس حقیقت سے آگاہ ہو چکے تھے کہ خطہ عرب کا دین اب اسلام ہوگا اس لیے ہر قبیلہ دوسرے قبیلے سے اسلام قبول کرنے میں سبقت اختیار کر رہا تھا اس لیے بعض اوقات ایک ہی دن مدینہ کی گلیوں میں دو دو تین تین قافلے اترتے تھے انھی دنوں بنو رھاء کا پندرہ رکنی وفد بھی مدینے میں اترا یہ لوگ بھی اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ میں حاضر ہوئے تھے۔بنو رھاء کے لوگوں کا قافلہ پندرہ افراد پہ مشتمل تھا صحابہ نے انھیں رملہ بن حارث کے گھر میں اتار۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے لیے بہت سے تحائف بھی ساتھ لائے تھے جن میں المرداح نامی ایک گھوڑا بھی تھا۔بنو رھاء کے لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ دین اسلام قبول کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اِن لوگوں کو اصحاب صفہ سے دین سیکھنے کی تلقین کی چنانچہ بنو رھاء کے لوگ بہت دنوں تک مدینہ میں رکے رہے اور دین اسلام کی تعلیمات حاصل کرتے رہے۔بنو رھاء کی طرح بہت سے عرب قبائل تھے جو مدینہ آتے اور صحابہ رسول ﷺ سے دین اسلام کی تعلیم حاصل کرتے وہ نماز وضو اور زکواۃ کے مسائل سمجھنے اور قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے کئی کئی دن تک رکے رہتے۔

بنورھا کے لوگوں نے جب محسوس کیا کہ وہ خود نماز ادا کرنے اور قرآن پڑھنے کے قابل ہو گئے ہیں تو انھوں نے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا اور ملاقات کے لیے مسجد نبوی میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مہمانوں کو عزت واحترام کے ساتھ رخصت کرو نبی اکرم ﷺ کی عادت تھی کہ آپ مہمانوں کی بہت عزت و تکریم کرتے اور انھیں تحائف دے کر رخصت کرتے۔ بنو رھاء کا ایک وفد اُس وقت بھی مدینے میں حاضر ہوا جب ذیقعدہ دس ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے حج کا ارادہ کیا تب عربوں کا تقریباً ہر قبیلہ اس بات کا خواہاں تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی معیت میں حج کرے اسی لیے تو منیٰ کے میدان میں جب نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو خطبہ دیا تو مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار بیان کی گئی ہے جو تقریباً عرب کی تمام آبادی کے برابر تھی اس لیے برملا کہا جا سکتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پہ سارا عرب ہی حاضر ہو چکا تھا اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے لیے اُمڈ آیا تھا تب بنو رھاء بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے لیے حاضر ہو گئے تھے۔

بنو مراد

بنومراد کے مسکن بنوکندہ کے اُن علاقوں میں تھے جہاں عربوں کی وہ ریاستیں قائم تھیں جومملکت رومہ کی حلیف تھیں یہ لوگ اسلام قبول کرنے سے گریزاں تھے کیونکہ انھیں قیصرروم کے اتحادی ہونے کی خوش فہمی تھی۔تاہم جب اسلام کسی سیلاب کی طرح عرب کی سرحدوں سے نکلاتب نہ قیصرروم کی سلطنت اُس کے آگے ٹھہر سکی نہ کسریٰ ایران کی عظیم مجوسی ریاست اس سیلاب کا مقابلہ کرسکی تو اِن چھوٹی چھوٹی عرب ریاستوں کی کیا اوقات تھی کہ وہ مسلم افواج کا مقابلہ کر سکتیں۔بنومراد بھی اگرچہ انھی میں سے تھے مگر خود بنومراد ایک چھوٹا سا قبیلہ تھا۔نبی اکرم ﷺ کا قاصد جب اِن کے پاس پہنچا تو انھوں نے اپنے ایک صاحب دانش شخص فروہ بن مسیک مرادی کو نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کے لیے مدینہ روانہ کیا۔فروہ بن مسیک نے نبی اکرم ﷺ سے طویل بات چیت کی اور بہت سے سوالات کیے جب وہ مطمئن ہو گئے تو انھوں نے اسلام قبول کیا اور اپنے قبیلے کی طرف سے بھی نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی حضرت فروہ بن مسیک جو اپنے قبیلے کے بلند پایہ شاعر تھے انھوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد عرب رواج کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی مدح کہی اُس میں سے کچھ اشعار ذیل میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

مررن علی لفات وھن خوص

ینازعن الأعنۃ ینتحینا

وہ سواریوں کے جتھے کے پاس سے گزریں اِن کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں وہ مہاروں کو کھینچ رہی تھیں اور ایک طرف کو جاتی تھیں۔

فان نعلب فغلاجون قدما

وان نغلب فغیر مغلبینا

اگر ہم غالب آجائیں تو زمانہ قدیم سے ہی ہم غالب رہے ہیں ہم تو کبھی بھی مغلوب ہونے والوں میں نہ تھے۔

وما ان طبنا جبن ولکن

منایائنا وطعمۃ اخرینا

ہماری فطرت اور عادت بزدلی کی نہ تھی ہماری موتیں مقدر تھیں اور دوسروں کا زرق و معاش بھی۔

کذالک الدهر دولة سجال

تکر صروفه حینا فحینا

اسی طرح زمانہ ہے اس کا انقلاب فتح وشکست ہے آیام کی گردش دنوں کو بدلتی رہتی ہے۔

فبینا ما نسر به ونرضی

ولو لبست غضارته سنینا

ہم مسرت کی زندگی بسر کر رہے تھے اور اسی کو پسند کرتے تھے آسائش اور تر و تازگی سالوں ہمارے ساتھ رہی۔

اذا انقبلت به کرات دهر

فألفی فی الاولی غبطوا طحینا

جب زمانہ ہم پہ کوئی حادثہ لے آتا ہے تو ہم ایسے لوگ ہیں جو تباہ ہونے پہ رشک کرتے ہیں۔

فمن يغبط بريب الدهر منهم

يجدريب الزمان له خؤنا

جو حوادث زمانہ پہ رشک کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے گردش آیام اُن کو خائن اور بدعہد نہ پائے گا۔

فلو خلد الملوك اذا خلدنا

ولو بقى الكرم اذا بقينا

اگر بادشاہوں کو ہمیشگی ہوتی تو ہم بھی ہمیشہ رہتے اگر شرفاء کے لیے بقا ہوتی تو ہم بھی باقی رہتے۔

فأ فنى ذلكم سروات قومى

كما افنى القرون الاولينا

حوادثاتِ زمانہ نے میری قوم کے شرفا کو تباہ کر دیا جیسا کہ آیام کی گردش نے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔

لما رايت ملوك كندة اعرضت

كالجرخان الرجل عرق نسائها

میں نے شاہان کندہ کی بے وفائی کو محسوس کرلیا تھا وہ ہمارے ساتھ اس طرح چلتے جیسے اُن کی ایک ٹانگ میں درد ہو۔

قربت راحلتى اؤم محمداً

أرجو فواضلها وحسن ثرائها

تب میں نے اپنی سواری کو محمد ﷺ کی طرف موڑلیا اور میں اُن سے حسن سلوک اور منافع کا امیدوار ہوں۔[*14]

بنی خثعم

شہرمدینہ میں قافلے اترنے کا سلسلہ جاری تھا لوگ آتے ہدایت اور ابدی فلاح سے اپنا دامن بھرتے پھر لوٹ جاتے یہ سلسلہ گزشتہ کئی سال سے جاری تھا گزشتہ سال سے ہی اہل مدینہ آنے والے بے پناہ مہمانوں کو خوش آمدید کہتے آئے تھے اہل مدینہ اپنے ہاں اتنے والے مہمانوں سے کبھی نہ اکتائے تھے بلکہ انھوں نے حق کے متلاشی اِن قافلوں کو ہمیشہ خوش دلی سے قبول کیا تھا اور اُن کی خاطر و مدارت میں کبھی کوئی کوتاہی نہ کی تھی

چنانچہ انھی دنوں شہر مدینہ میں بنو خثم کا پندرہ رکنی وفد بھی اترا۔

اُن کے امیر حضرت انس بن مدرک تھے نمایاں لوگوں میں عثعث بن زفر نمایاں تھے ۔عرب کے دور دراز سے اترنے والے قافلوں کی طرح بنو خثم بھی اسلام قبول کرنے آئے تھے انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ دین حق کی بیعت کی اور اپنے ایمان پہ مستحکم رہنے کا عہد کیا۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ؛ ہمیں اپنے فرامین اور دین اسلام کی مبادیات اور عبادات کے متعلق تحریر لکھ دی جائے تا کہ جب ہم اپنے وطن کو لوٹیں تو ہم کو آسانی ہو۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے حکم پہ اُن کے لیے تحریر لکھ دی۔

یہ تحریر نبی اکرم ﷺ کے حکم پہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے لکھی۔

بنو خثم کا تعلق بھی چونکہ اندرون صحرا کے اُن قبائل سے تھا جو برسوں اس انتظار میں رہے تھے کہ

جب نبی اکرم ﷺ اپنے قبیلہ قریش پہ غالب آ جائیں گے تب وہ اسلام قبول کریں گے اور وہ صرف بنو خثم ہی نہ تھے بلکہ بہت سے قبیلے تھے جو اسی انتظار میں رہے۔

اِن قبائل کے دیر سے اسلام قبول کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عرب میں طاقت کا قانون رائج تھا جس کی طاقت زیادہ ہوتی وہی دوسروں پہ حکومت کرنے کا سزاوار سمجھا جاتا چونکہ اب اسلام خطہ عرب کی سب سے بڑی طاقت بن کے ابھرا تھا جس کا نتیجہ اس کے سوا اور کوئی نہ تھا کہ عرب اس کے سامنے سر جھکا دیتے چنانچہ اسی لیے فتح مکہ کے بعد سے عرب جوق در جوق اسلام قبول کر رہے تھے اور اُن کو اسلام قبول کرنے سے روکنے والی کوئی قوت میدان میں نہ تھی بلکہ عربوں کے ساتھ ساتھ یمن، بحرین، عمان، حیرہ، کندہ، غسان اور شام کے بہت علاقوں تک اسلام پھیل چکا تھا۔ اسلام کے اس قدر تیزی سے پھیلنے کی تیسری وجہ یہ تھی کہ مکہ اہل عرب کا روحانی مرکز تھا اُن کی عقیدتوں اور محبتوں کا محور تھا تو شہر مکہ جس کے قبضے میں ہو وہی اُن کا حقیقی حکمران تصور ہو گا اور شہر مکہ کا جو دین ہو گا اسی دین کو اہل عرب اپنا لیں گے اور اب مکہ میں بھی اسلام تھا اور عرب بھی اسلام کے سائے تلے آنے کے لیے بیتاب تھے یہی وجہ ہے کہ آٹھ ہجری کے بعد سے ہی مدینہ کی گلیاں اُن لوگوں سے آباد ہونے لگی تھیں جو حق کے متلاشی تھے۔

بنو عبس

دس ہجری میں بنو عبس کا ایک وفد مدینہ میں اترا وہ اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ حاضر ہوئے تھے۔یاد رہے کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ میں اترنے والے وفود کی خوب تکریم کیا کرتے تھے اُن کو دین اسلام کی تعلیم دیتے اور تحفے تحائف دے کر رخصت کرتے جس سے آنے والے لوگوں کے اعتماد میں اضافہ ہوجاتا اور وہ جوش خروش سے اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے سرگرم عمل ہوجاتے۔بنی عبس نجد کے رہنے والے تھے اُن کا نو رکنی وفد مدینہ میں اترا تو نبی اکرم ﷺ نے اُن کی خوب تکریم کی۔

انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا۔

بنی عبس کے رئیس نے نبی اکرم ﷺ سے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ؛

آپ کا مبلغ ہمارے ہاں پہنچا اور اُس نے ہم سے کہا؛

جس نے ہجرت نہ کی اس کا کوئی اسلام نہیں اس لیے ہم حاضر ہوئے کہ اگر آپ ﷺ حکم کریں تو ہم اپنے مال مویشی بیچ دیں اور مدینہ میں اُٹھ آئیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

تم جہاں بھی رہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو وہ تمھارے اعمال میں ہرگز کمی نہیں کرے گا خواہ تم صمد

میں رہو یا جازان میں (عرب کے دو دور دراز مقامات کے نام)۔

اس کے بعد انھوں نے رخصت ہونے کا ارادہ کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

تم نو ہو ایک آدمی اور تلاش کرو تا کہ میں تمھیں جھنڈا عطا کیا جائے۔

پھر طلحہ بن عبید اللہ تیمی آ گئے اور اُن میں شامل ہو گئے تب نبی اکرم ﷺ نے انھیں جھنڈا عطا فرمایا اور اِن کا نشان "**یا عشرۃ**" مقرر کیا اور اُن کو ملحقہ قبائل سے زکواۃ و صدقات وصول کرنے کا حکم دیا۔

بنی کندہ

دس ہجری میں ہی بنو کندہ بھی تشریف لائے اور اسلام قبول کیا بنو کندہ کا بہت بڑا وفد مدینہ میں اترا اُن کے رئیس اشعت بن قیس تھے اور وفد میں اسی سے زیادہ لوگ تھے۔ یاد رہے کہ بنو کندہ اسلام قبول کر چکے تھے وہ صرف نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے اور دین اسلام کی تعلیم و تربیت حاصل کرنا اُن کا مقصد تھا۔ چونکہ وہ لوگ اپنے علاقوں کے حاکم تھے اس لیے اُن میں ابھی تک جاہلیت کا کروفر باقی تھا۔ جب وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے تو انھوں نے لمبے لمبے ریشمی جبے پہن رکھے تھے اور سونے کی انگوٹھیاں پہن رکھی تھیں۔

وہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن سے استفار کیا؟

تم اسلام نہیں لائے۔

انہوں نے جواب دیا؛ بے شک یا رسول اللہ ﷺ ہم مسلمان ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تب تم نے جاہلیت کا لباس کیوں پہن رکھا ہے کیا تم نہیں جانتے کہ مسلمانوں کے لیے ریشم اور سونے کا استعمال ممنوع ہے۔

انھوں نے معذرت کی اور جواز پیش کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم لاعلم تھے۔

صحابہ نے بیان کیا ہے کہ بنو کندہ کے وفد نے اسی وقت اپنی ریشمی چادریں پھاڑ ڈالیں۔ اس

کے بعد بنو کندہ کے رئیس حضرت اشعت بن قیس نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا یارسول اللہ ﷺ ہم آکل المرار سے ہیں اور آپ بھی اُن سے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

نہیں میں آکل المرار سے نہیں بلکہ نضر بن کنانہ سے ہوں۔

بنو کندہ کا وفد کئی دن تک مدینہ میں رکا رہا اور دین اسلام کی تعلیم و تربیت حاصل کرتا رہا۔ بنو کندہ کے لوگوں نے جب واپسی کا ارادہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مہمانوں کو عزت کے ساتھ رخصت کرو۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق بنو کندہ کے وفد کے ہر شخص کو دس دس اوقیہ چاندی دی اور اُن کے سردار حضرت اشعت بن قیس رضی اللہ عنہ کو بارہ اوقیہ چاندی دی جس سے اہل کندہ بہت مسرور ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کا شکریہ ادا کیا۔

بنی سعد العشیرہ

دس ہجری میں ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا نام ذباب تھا اُس نے نبی اکرم ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ پہ اسلام لے آیا ہوں کہ میں ایک مدت سے حق کی تلاش میں تھا میں جب اپنے قبیلے سے نکلا ہوں تو میں نے اپنے قبیلے کے بت فراض کو توڑ دیا تھا میں اپنے لوگوں کی طرف سے بھی بیعت کرنے آیا ہوں میرے قبیلے نے مجھے اس بات کا حق دیا ہے کہ میں اُن کی طرف سے بیعت کروں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کی بہت تکریم کی حضرت زباب نے اپنے قبیلے کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی۔

وہ صاحب طرز شاعر تھے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدحت میں اسی وقت کچھ اشعار موزوں کیے اور نبی اکرم ﷺ کو سنائے مورخین نے اِن اشعار کو محفوظ رکھا ہم انھیں طبقات ابن سعد جلد دوم سے تحریر کر رہے ہیں۔

تبعت رسول اللہ اذ جاء بالھدٰی

وخلقت فراضا بدار ھوان

میں نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی اختیار کر لی ہے جب آپ ہدایت لائے تو میں نے فراض کو مقام ذلت تک پہنچا دیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

شددت علیہ شدۃ فترکتہ

کان لم یکن والدھر ذوحدثان

میں نے اُس پہ حملہ کر دیا اور اُسے اس حالت میں چھوڑا کہ گویا وہ کبھی تھا ہی نہیں زمانہ تو نام ہی انقلاب کا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فلما رأیت اللہ اظھر دینہ

اجبت رسول اللہ حین دعانی

میں دیکھ رہا تھا کہ اللہ نے اسلام کو سب دینوں پہ غالب کر دیا ہے تو میں نے بھی رسول اللہ ﷺ کی دعوت قبول کر لی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فاصبحت الاسلام ماعشت ناصرا

والقبت فیھا کلکلی و جرانی

میں جب تک زندہ رہوں گا اسلام کا مددگار ہی رہوں گا اپنی تمام توانائیاں اسلام کے پھیلانے میں خرچ کروں گا۔

فمن مبلغ سعد العشیرۃ اننی

شریت الذیبقی بآخرفان

کوئی ہے جو سعد العشیر ہ کو خبر پہنچا دے کہ میں نے فانی چیز کے عوض ہمیشہ رہنے والی چیز اختیار کرلی ہے۔ [*15]

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

''اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا''

ان صفحات میں دور صحراؤں سے اترنے والے اُن
قبائل کا تذکرہ جاری ہے جن کو حق کی آواز نے پکارا تھا
اور وہ اپنے وطنوں کو چھوڑ کر بیعت کرنے کے لیے شہر
مدینہ کو روانہ ہو رہے تھے۔ اور شہر مدینہ میں اس قدر
فلاح بانٹی جارہی تھی جھولیاں کم تھیں اور فلاح زیادہ!!!

محرم ۱۰ ہجری، بمطابق... اپریل 631ء تا 632ء

بنوکعب کو دعوت

کہنے کو کہا جاسکتا ہے کہ تمام عرب سرنگوں ہوگیا تاہم حقیقت یہ ہے کہ ابھی کئی تندخو اور درشت قبائل موجود تھے جو اگرچہ اسلام کی طاقت سے خائف تھے مگر ابھی تک اپنے آبائی دین پر ہی اڑے ہوئے تھے۔انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے اُن قاصدوں کی دعوت کو نظرانداز کیا تھا جو محض دعوت کے نقطہ نظر سے اُن کے پاس پہنچے تھے تب نبی اکرم ﷺ نے اِن لوگوں کو سرنگوں کرنے کے لیے طاقت کا استعمال کیا اور جن لوگوں کو سیدھی صاف اور سچی بات سمجھ میں نہ آتی ہو اُن کے خلاف طاقت کا استعمال جائز تصور کیا جاتا ہے اور انھی لوگوں میں ایک بنوکعب تھے جو اپنے کفر کے معاملے میں دیگر عربوں سے سخت ثابت ہوئے تھے۔چنانچہ دس ہجری کے ماہ ربیع الآخر یا جمادی الاول کے آغاز میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور اُن کو حکم دیا کہ نجران کی طرف نکلو بنو کعب کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو اُن کے سر کچل دو تاہم سختی سے پہلے نرمی ہے اس لیے اُن سے لڑنے سے پہلے اُن کو خوب اچھی طرح اسلام کی طرف بلا لینا اس کے

بعد جنگ کرنا۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنو حارث بن کعب کی طرف روانہ ہو گئے اُن کی منزل نجد کے وہ علاقے تھے جہاں بنو حارث بن کعب کے لوگ مقیم تھے۔ بنو حارث بن کعب کا خیال تھا کہ وہ اسلامی مرکز سے کافی فاصلے پہ ہیں اور چونکہ وہ طاقتور بھی ہیں اس لیے مدینہ کی اسلامی ریاست ابھی اس قابل نہیں ہوئی کہ وہ اِن پہ حملہ کر سکے۔ مگر ایک صبح جب اُن کی آنکھ کھلی تو انھوں نے دیکھا کہ اسلامی لشکر اُن کے دروازوں تک آ پہنچا ہے تب انھوں نے جانا کہ وہ کس قدر خوش فہمی کا شکار تھے انھوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی اُن کے بڑوں نے اُن کو سمجھایا جن لشکروں کے سامنے خیبر کے یہودی مکہ کے قریش نجد کے ہوازن اور طائف کے ثقیف نہ ٹھہر سکے تم اُن لشکروں کا کیا مقابلہ کرو گے خوامخواہ خود کو قتل کراؤ گے تمھارے سامنے اب اطاعت کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ ادھر بنو حارث بن کعب نے یہ بھی محسوس کیا کہ اسلامی فوج میں کوئی ہلچل نہیں بظاہر کوئی جنگی تیاری نہیں، اگرچہ اسلامی لشکر نے بنو حارث بن کعب کے عین صحن میں اتر کے پڑاؤ ڈالا تھا تاہم انھوں نے ابھی تک بنو کعب پہ کوئی حملہ نہ کیا تھا بلکہ اُن کے سست اور ٹھنڈے انداز سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ جنگ کے لیے آئے ہی نہیں۔

چنانچہ بنو کعب بھی جنگ سے گریزاں ہو گئے۔

پھر انھوں نے دیکھا کہ دن کے پچھلے پہر اسلامی لشکر سے دو دو چار چار کی ٹولیوں میں لوگ نکلے اور بنو حارث بن کعب کی بستیوں کی طرف آئے وہ کہہ رہے تھے اے کعب کی اولاد ہم تم سے جنگ کرنے نہیں آئے بلکہ تمھیں اُس ابدی ہدایت کی طرف بلانے آئے ہیں جس کو اب تقریباً سارا عرب قبول کر چکا ہے تم کیوں اس سعادت سے منہ موڑتے ہو۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بہت سے دعوتی وفود ترتیب دیئے جو بنو کعب کی مختلف بستیوں میں بکھر گئے مگر اُن کا پیغام یکساں تھا بنو کعب جو پہلے ہی سے ذہنی طور پہ خود کو اس جنگ کے قابل نہ پاتے تھے مسلمانوں کی طرف اس قدر نرم اور پر استدلال دعوت کے سامنے سرنگوں ہونے لگے۔ شام تک بنو حارث بن کعب کے کئی خاندان اسلام میں داخل ہو چکے تھے اگلے روز مزید لوگوں نے

اسلام قبول کیا اور تیسرے روز تک تمام کے تمام قبیلے نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بنو کعب بن حارث کے صاحب عزت اور سردار لوگوں کی خوب تکریم کی اور اُن کو اسلام کی برکات سے آگاہ کیا۔ اگرچہ آغاز میں بنو کعب نے اسلام صرف اس لیے قبول کیا تھا کہ وہ خود کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا اہل نہ پاتے تھے۔ تاہم مسلمان مبلغین کی عمدہ تبلیغ اور مسلمانوں کے عمدہ اخلاق نے اُن کے دل جیت لیے تھے اور زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ مسلمان اور بنو حارث بن کعب کے لوگ سگے بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے تھے۔ اس سے قبل بنو حارث بن کعب بت پرست تھے مگر اب بہت سالوں سے اُن کی اکثریت نے اہل نصاریٰ کا مذہب اختیار کر رکھا تھا۔

چنانچہ جب حضرت خالد ولید رضی اللہ عنہ اور اُن کے مبلغین بنو حارث بن کعب کے اُن لوگوں کے سامنے قرآن پڑھتے جن کو اپنی کتاب کی کچھ سوجھ بوجھ تھی تو وہ حقیقت کو جان جاتے کہ قرآن بھی اُسی روشنی کو پیش کر رہا ہے جس کی کرنیں انھیں سابقہ انبیاء کی کتابوں میں ملتی تھیں فرق صرف اس قدر تھا کہ قرآن سارے کا سارا خالص تھا جبکہ اُن کی مذہبی کتابوں میں تحریف ہو چکی تھی چنانچہ پہلے وہ بوند بوند پیتے تھے اب اُن کے سامنے سمندر لہریں لے رہا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھی مکمل طور پہ نبی اکرم ﷺ کی ہدایات پہ عمل کر رہے تھے وہ بنو حارث بن کعب کے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آتے اور انھیں ایک ایک کر کے احکامات اسلام سے روشناس کراتے۔ بہت دن نہ گزرے تھے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ اُن کی محنت رنگ لائی ہے اور اہل نجران اب دل سے مسلمان ہو چکے ہیں تب انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ خط لکھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خالد بن ولید کی طرف سے طرف سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں سلام عرض هو ؛

اما بعد؛ میں آپ کے پاس اللہ کی حمد و ثنا کا تحفہ ارسال کرتا هوں جس کے بغیر کوئی معبود نہیں میں بنی حارث بن کعب تك پہنچا اور آپ کے حکم کے مطابق اُس سے جنك کرنے گریز کیااور انھیں نرمی سے اسلام کی طرف بلایا چنانچہ انھوں نے زیادہ تردد نہ کیا اور اسلام قبول کر لیا اب میں آپ ﷺ کے حکم کے مطابق اُن کو دین اسلام کی تربیت دینے میں مصروف هوں اور آپ ﷺ کے اگلے حکم تك اسی میں منہمك رهوں گا ۔

والسلام و علیم ورحمة"

****

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قاصد مدینے پہنچا تو نبی اکرم ﷺ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف سے دی گئی اس خوش خبری سے بہت خوش اور فوراً ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام جوابی خط تحریر کرایا۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو لکھا؛

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے خالد بن ولید کے نام ؛

اسلام و علیکم؛ میں تیری طرف اللہ کی حمدو ثنا کا هدیہ ارسال کرتا هوں جس کے بغیر کوئی معبود نہیں امابعد ؛تیرا دستی مکتوب تیرے قاصد سے موصول هوا اوراس امر آگاهی حاصل

ھو ئی کہ بنو حارث بن کعب نے جنگ کیے بغیر اسلام قبول کر لیا ھے تو اب جب کہ انھوں نے توحید و رسالت کا اقرار کر لیا ھے تو انھیں بشارت سنا اور اُن کو اللہ کے عذاب سے ڈرا اور اُن میں سے کچھ کو میرے پاس لے آ۔

والسلام و علیم

****

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا خط وصول کیا اور بنو حارث کا وفد ساتھ لے کر مدینہ کو روانہ ہوئے۔ بنو حارث بن کعب کا جو وفد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ آیا اُس میں قیس بن حصین، یزید بن عبد المدان، یزید بن محجل، عبداللہ بن قرار زیادی، شداش بن عبیداللہ قنانی اور عمرو بن عبداللہ ضبابی رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ جب یہ لوگ مدینہ پہنچے اور مسجد نبوی میں اترے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن کو دیکھ کے فرمایا یہ کون لوگ ہیں جو مجھے ہندوستانی محسوس ہوتے ہیں۔

صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ؛

یہ لوگ نجد سے ہیں اور بنو حارث بن کعب سے آئے ہیں جنھوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے بنو حارث بن کعب کے لوگوں کو مخاطب کیا اور فرمایا؛

تم وہی لوگ ہونا جو پرندوں سے فال پکڑتے اور روانہ ہوتے ورنہ رُک جایا کرتے۔ بنو حارث بن کعب بہت دیر تک خاموش رہے اور اُن میں سے کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔

آخر اُن میں سے یزید بن عبد المدان اٹھا اور کہا؛

جی یارسول اللہ ﷺ ہم وہی لوگ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ اُن کی جہالت پہ غصہ ہوئے اور فرمایا خدا کی قسم اگر مجھے اس بات کی خبر نہ دے دی گئی ہوتی کہ تم لوگ توحید اور رسالت کا اقرار کر چکے ہو تو تمھارے سر کٹ کر اب تک تمہار ے قدموں میں پڑے ہوتے۔

اور اگر خالد نے مجھے یہ نہ بتا دیا ہوتا کہ تم لوگوں نے بغیر لڑائی کیے اسلام قبول کیا ہے تو میں تمھارے سر کچل کے رکھ دیتا۔

بنو حارث بن کعب کی طرف سے پھر یزید بن عبدالمدان ہی اٹھا اور کہا؛

یارسول اللہ ﷺ؛

خدا کی قسم؛ ہم اپنے اسلام قبول کرنے پہ خالد کے قطعاً شکر گزار نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا؛

تو پھر تم کس کا شکریہ ادا کرتے ہو؟

یزید بن عبدالمدان نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ ہم تو اُس رب العزت کے شکر گزار ہیں جس نے ہمیں آپ کے ذریعے سے ہدایت عطا فرمائی۔ یزید بن عبدالمدان کی اس بات سے رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے اور آپ ﷺ کا غصہ جاتا رہا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے سوال کیا عہد جاہلیت میں تم اکثر اپنے دشمنوں پہ غالب رہے اس کی کیا وجہ ہے؟

یزید بن عبدالمدان اٹھا اور اُس نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ؛

تب ہم دل جمعی سے لڑتے اور پیٹھ نہ دکھانے کا عہد کرتے جب کوئی باہر سے ہم پہ حملہ کرتا تو ہم باہمی اختلافات کو پس پشت ڈال دیتے اور ہم کبھی کسی سے زیادتی نہ کرتے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

یہ تمام امور احسن ہیں اِن کو جو کوئی بھی اختیار کرے غالب رہے گا۔

اس کے بعد جب بنو حارث بن کعب کا وفد واپسی کے لیے حاضر ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے قیس بن حصین کو اُن کا امیر مقرر کیا اور ریاست مدینہ کی طرف سے یمن کے دو صوبوں کے لیے دو گورنر مقرر کیے جن میں ایک تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ تھے اُن کے علاوہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن حرم رضی اللہ عنہ کو بھی اُن کے ساتھ بھیجا کہ وہ اہل یمن کو دین اسلام کی حقیقت سے آگاہ کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے لیے ایک تحریر لکھوائی جسے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے وضاحت ہے کہ اے ایمان والو؛ اپنے عہد کو پورا کرو یہ وہ عہد ہے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کو بلایا اور انھیں خدا سے ڈرتے رہنے کی تلقین کی بے شک اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو احسان کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ حق وصول کر کے رہیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور یہ کہ لوگوں کو خیر و فلاح کی خوشخبری پہنچائیں انھیں بھلائی کرنے کا حکم دیں لوگوں کو قرآن سکھائیں اور اُن میں قرآن کا فہم اور تفقہ پیدا کریں اور اُن کو بتائیں کہ بجز اُس شخص کے جو پاک صاف ہو قرآن کو کوئی نہ چھوئے اور لوگوں کے جو حقوق و واجبات ہیں اُس سے اُن کو آگاہ کرنا حق کے معاملے میں لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا مگر ظلم و نا انصافی کی بات پہ اُن کے ساتھ سختی سے پیش آنا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو نا پسند کیا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ظلم کرنے والوں پہ خدا کی لعنت ہے اور لوگوں کو جنت اور جنت کے اعمال کی بشارت دیں اُن کو دوزخ اور

دوزخ کے عذاب سے ڈرائیں، لوگوں کو خود سے مانوس کر لیں تا کہ اُن میں دین کا فہم پیدا کیا جا سکے اور انھیں حج کے شعائر سنن واجبات و فرائض بتائیں اُن کو بتائیں کہ حج حج اکبر ہے اور عمرہ حج اصغر ہے اور لوگوں کو منع کریں کہ اُن میں سے کوئی صرف ایک چھوٹا کپڑا پہن کے نماز نہ پڑھے کہ نماز کے لیے کپڑا ایسا ہونا ضروری ہے جس کے دونوں کنارے دونوں کندھوں پہ آ جائیں اور لوگوں کو یہ بات بھی سمجھائیں کہ وہ جب صرف کمر پہ کپڑا ڈالے ہوئے ہوں تو اس طرح مت بیٹھیں جس سے اُن کا ستر کھل جائے اُن کو منع کریں کہ کوئی اپنے بالوں کی مینڈھی گدی پر نہ باندھے اور جب لوگوں کو میں جوش و خروش ہو تو قبیلوں اور گروہوں کے نام لے کر نہ بلائیں بلکہ صرف اللہ عزوجل کا نام لے کے بلائیں پس جو لوگ اللہ کی طرف دعوت قبول نہ کریں تو اُن کو تلواروں سے کاٹ دینا چاہیے تا آنکہ اُن کی دعوت صرف اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہو جائے اور لوگوں کو وضو میں چہروں کو اور کہنیوں کو ہاتھوں تک اور پاؤں کو ٹخنے تک دھونے کی دعوت دیں سر پہ مسح کرنے کا حکم دیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور نماز وقت پہ پڑھی جائے رکوع و سجود کو مکمل طور پہ ادا کرنے خشوع و خضوع کا حکم دیں اور یہ کہ صبح کی نماز اندھیرے میں، ظہر کی نماز سورج ڈھلنے پہ اور عصر کی نماز اس وقت پڑھیں جب سائے دوگنے ہو جائیں مغرب کی نماز اُس وقت پڑھنا جب سورج ڈوب جائے اور عشا کی نماز تب پڑھنا جب آسمان پہ ستارے نمودار ہو جائیں اور نماز جمعہ کو جاتے ہوئے غسل کر لیا کرو، حکم دیا گیا کہ اموال غنیمت میں سے خمس نکال لیا کرو اور زمینوں کی پیداوار سے وہ حصہ وصول کرو جو مومنوں پہ فرض کیا گیا ہے یعنی جن زمینوں کو چشمے اور بارش نے سیراب کیا ہو اُن کی پیداوار سے دسواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور جن زمینوں کو اپنی محنت سے سینچا گیا ہو اُن کی پیداوار سے بیسواں حصہ ہے اور اونٹوں کی زکواۃ اُس اصول پہ وصول کی جائے گی جو مقرر کر دیا گیا ہے یعنی ہر دس اونٹ

میں دو بکریاں ہیں ہر بیس اونٹ پہ چار بکریاں، ہر چالیس گائیوں میں سے ایک گائے ہر تیس گائیوں میں سے ایک تبیع جزع یا جذعہ اور ہر چالیس بکریاں جو چرنے والی ہوں نہ کہ گھر میں کھڑی ہو کر کھانے والی ہوں میں سے ایک بکری ہے یہ وہ فریضہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پہ عائد کیا ہے اور جو اس سے زیادہ دے گا اس کے لیے اور بہتر ہو گا اور جو یہودی یا نصرانی اپنی طرف سے مخلصانہ اسلام لے آئے وہ مومنوں میں شمار ہو گا اس کے وہی حقوق ہوں گے جو دیگر مومنوں کے ہیں اور اُس پہ وہی فرائض ہوں گے جو دیگر مومنوں پہ ہیں اور جو یہودی یا نصرانی اپنے آباء کے دین پہ قائم رے گا اسے اُن کے مذہب سے پھیرا نہ جائے گا لیکن ہر حالت میں خواہ وہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام اُس سے پورا دینار جزیہ لیا جائے گا یا اس کے عوض کپڑا لیا جائے گا پس جو یہودی یا نصرانی اس کی ادائیگی کرتا رہے گا اُس کے لیے اللہ اور اُس کے رسول کا ذمہ ہو گا اور جو اس کی ادائیگی سے انکار کرے گا اسے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ اور تمام مومنوں کا دشمن تصور کیا جائے گا یہ تحریر محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عمرو بن حزم کے لیے ہے جو اہل نجد کو دین سکھانے پہ معمور کیے گئے ہیں۔

والسلام وعلیکم۔ [*16]

****

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ یہ تحریر لے کر روانہ ہو گئے اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت موسیٰ بن اشعری رضی اللہ عنہ کو اہل یمن پہ حکمران بنا کر بھیجا یہ دونوں جلیل القدر صحابہ یمن کے دو صوبوں کے گورنر مقرر کیے گئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے مجھے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو نبی اکرم ﷺ مجھے دور تک رخصت کرنے آئے اس دوران آپ ﷺ مجھے مسلسل نصیحت کرتے رہے۔

آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا؛

''اے معاذ تم ایک ایسی قوم کی طرف جارہے ہو جو اہل کتاب میں سے ہے جب تم اُن لوگوں کے پاس پہنچو تو پہلے انھیں اسلام کی طرف بلانا جب وہ تمھاری یہ بات مان جائیں تو انھیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں جب وہ تمھاری یہ بات بھی مان جائیں تب اُن سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پہ زکواۃ فرض کی ہے جو اِن کے امیروں سے لے کہ انھی کے غریبوں میں تقسیم کی جائی گی اگر وہ تمھاری یہ بات بھی مان لیں تو خیال رکھنا اُن کے مال چھانٹ چھانٹ کے نہ لینا اور مظلوم کی دعا سے بچتے رہنا کیونکہ مظلوم کی آہ اور اللہ کی رحمت کے بیچ کچھ بھی نہیں ہے۔

****

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے سوال کیا اے معاذ؛
جب تمھارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہو تو تم اُس کا فیصلہ کس طرح کروگے؟
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا؛
یارسول اللہ ﷺ پہلے تو میں اس بارے میں کتاب الہٰی سے حکم تلاش کروں گا اگر مجھے کتاب الہٰی میں اس بارے میں کوئی اشارہ نہ ملا تو میں سنت رسول سے اس کا حکم تلاش کروں گا اگر آپ ﷺ کی سنت سے بھی مجھے اُس بارے میں کوئی اشارہ نہ ملا تو میں اُس معاملے پہ غور فکر کروں گا اور اپنی عقل سے فیصلہ کروں گا۔
نبی اکرم ﷺ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے فرمایا اُس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے معاذ جیسے ساتھی عطا فرمائے۔
حضرت معاذ بن جبل ہی سے روایت ہے کہ؛

رسول اللہ ﷺ نے جب مجھے اہل یمن کی طرف حاکم بنا کے بھیجا تو مجھے دس نصیحتیں کیں۔

۱۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا چاہے تمھیں قتل کر دیا جائے یا تمھیں جلا دے جائے۔
۲۔ خبردار اپنے والدین کی نافرمانی مت کرنا خواہ وہ تمھیں تمھارے مال اور گھر سے بے دخل کر دیں۔
۳۔ فرض نماز کو کبھی جان بوجھ کر مت چھوڑنا کیونکہ جو جان بوجھ کر فرض نماز کو چھوڑ دیتا ہے وہ اللہ کے ذمہ سے خارج ہو جاتا ہے۔
۴۔ یاد رکھ کبھی شراب مت پینا کہ یہ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔
۵۔ اور گناہوں سے بچتے رہنا کہ گناہوں سے اللہ ناراض ہو جاتا ہے۔
۶۔ میدان چھوڑ کر کبھی نہ بھاگنا اگرچہ تمام لوگ ہلاک ہو جائیں۔
۷۔ ہمیشہ ثابت قدم رہنا خواہ سب بھاگ جائیں۔
۸۔ اپنے اہل و عیال سے محبت کرنا۔
۹۔ اپنے اہل و عیال سے نرمی برتنا سختی مت کرنا۔
۱۰۔اپنے اہل و عیال پہ خرچ کر اور اللہ کی خاطر اُن سے محبت کر۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نوجوان ہی تھے جب انھیں یمن کا گورنر بنا کے روانہ کیا گیا۔وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بیعت رضوان اور فتح مکہ کے موقع پر موجود تھے جب انھوں نے اسلام قبول کیا تب اُن کی عمر محض اٹھارہ سال تھی۔اُن کا تعلق بنوخزرج سے تھا وہ بہت عمدہ قرآن پڑھتے تھے اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن سیکھنا ہے تو چار آدمیوں سے سیکھو؛ ابن ابی مسعود رضی اللہ عنہ سے یا، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یا، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یا سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ سے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے عہد میں بھی فتوی دیا کرتے تھے وہ حسن و جمال کا پیکر تھے اور اس قدر سخی تھے کہ ہمیشہ مقروض ہی رہتے ۔ نبی اکرم ﷺ نے جب اُن کو رخصت کیا تو وہ سوار تھے اور نبی اکرم ﷺ اُس کے ساتھ ساتھ پیدل ہی چل رہے تھے جس سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بہت تکلیف پہنچ رہی تھی انھوں نے کئی بار نبی اکرم ﷺ سے کہا بھی کہ یا رسول اللہ ﷺ یا آپ سوار ہو جائیں یا مجھے نیچے اترنے دیں۔تاہم نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کہا اسی طرح ٹھیک ہے بس تم میری باتوں کو غور سے سنو اور اِن پہ عمل کرنا کیونکہ میرے پاس وقت اب کم ہے شاید اس کے بعد تم مجھ سے پھر کبھی نہ مل سکو اور نبی اکرم ﷺ کی یہ بات درست ثابت ہوئی اس لیے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن سے تب لوٹے جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہو چکا تھا۔

بنو ہمدان

اہل یمن میں سے بنو ہمدان کی کثیر آبادی ابھی تک اسلام کی دولت سے محروم تھی۔ یمن کے اُس حصے میں جہاں بنو ہمدان کی بستیاں تھیں وہاں ابھی تک اسلام کا اجالا نہ ہوسکا تھا بنو ہمدان کے پاس ہزاروں جنگجو تھے اور اُن کی ساری آبادیوں کو ملا لیا جائے تو وہ کوئی ایک لاکھ سے زیادہ لوگ تھے اس لیے نبی اکرم ﷺ کی خواہش تھی کہ قبیلہ بنو ہمدان بھی اسلام قبول کر لیں۔ اس لیے دس ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو ایک فوجی دستے کے ہمراہ اُن کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ اُن کو اسلام کی طرف بلا سکیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چھ ماہ تک یمن میں ہی مقیم رہے اِس دوران انھوں نے بنو ہمدان سے کئی جنگیں لڑیں بنو ہمدان کو کئی شکستیں دیں مگر بنو ہمدان نے اسلام قبول نہ کیا۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک اور لشکر دے کر روانہ کیا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خمس وصول کرنے بھیجا تھا تاہم یہ روایت درست معلوم نہیں ہوتی کہ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم اپنے لشکر کے ساتھ بنو ہمدان سے جہاد کرو اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو واپس روانہ کر دو اُن کے لشکر میں سے جو تمھارے ساتھ رہنا چاہے اُس کو منع نہ کرنا اور جو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ واپس لوٹنا چاہے اُس کو بھی منع مت کرنا۔

چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنو ہمدان کا معاملہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سونپ کر واپس مدینہ لوٹ آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بنو ہمدان سے خوب جنگ کی تاہم انھوں نے بنو ہمدان کو نہایت عمدہ طریقے سے اسلام کی دعوت بھی دی جس سے بنو ہمدان کے کچھ خاندان تو جنگ کے بغیر ہی مسلمان ہو گئے اور کچھ جنگ کے بعد مغلوب ہو گئے۔ چند ماہ کے اندر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام بنو ہمدان کو سرنگوں کر لیا اور بنو ہمدان کی بہت بڑی آبادی نے اسلام قبول لیا۔ نبی اکرم ﷺ کو بنو ہمدان کے اسلام قبول کرنے سے بہت خوشی حاصل ہوئی اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کو بنو ہمدان کے اسلام قبول کرنے کی خبر ملی تو نبی اکرم ﷺ فوراً ہی سجدے میں گر گئے اور اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بہت سے مال غنیمت کے ساتھ اُس وقت واپس تشریف لائے جب نبی اکرم ﷺ مکہ معظّمہ میں حج کے لیے موجود تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حج سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آ ملے تھے کیونکہ یوم نحر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی قربانی کے بیشتر اونٹ ذبح کیے تھے۔

محرم ۱۰ ہجری، بمطابق ... اپریل 631ء تا 632ء

علم کی چاہت

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب صحابی تھے وہ سابقون الاولون میں شمار کیے جاتے ہیں۔بعض مورخین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ وہ پانچویں شخص تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا مگر صحیح بات یہ ہے کہ اُن لوگوں میں حضرت ابوذر کا نمبر پانچواں تھا جنھوں نے باہر سے آکر اسلام قبول کیا۔حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنا وطن چھوڑ کر مکہ ہی میں بس رہے تھے اور ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی تو انھوں نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے ہمراہ مدینہ کو ہجرت کی۔مورخین نے بیان کیا ہے کہ دس ہجری ہی کے کسی روز کا واقعہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے مسجد میں اس وقت نہایت کم لوگ تھے تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اپنی علمی تشنگی دور کرنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند سوالات کیے۔یہ سوالات اور اُن کے جوابات حکمتِ نبوت کو واضح کرتے ہیں اور مسلمانوں کی بہت راہنمائی کرتے ہیں۔ہم انھیں ذیل میں تحریر کر رہے ہیں۔امام

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ؛

میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ تنہا ہی تشریف فرما ہیں تو میں آپ ﷺ کے قریب جا بیٹھا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

ابوذر رضی اللہ عنہ مسجد میں حاضری کے کچھ آداب ہیں؟

میں نے عرض کیا! وہ کیا یا رسول اللہ ﷺ؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت نماز پڑھ لیا کرو اس کے بعد بیٹھو۔

چنانچہ میں اٹھا دو رکعت نفل نماز ادا کی اور دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جا بیٹھا اور سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کے نزدیک کون سے اعمال پسندیدہ ہیں؟

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا؛

اللہ تعالیٰ پہ ایمان لانا اور اُس کے رستے میں جہاد کرنا۔

میں نے اگلا سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ؛

کس مومن کا ایمان زیادہ مکمل ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

جو اخلاق حسنہ سے مزین ہو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں کون زیادہ افضل ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

وہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا؛ یا رسول اللہ ﷺ کونسی ہجرت افضل ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا؛

وہ جس نے بدی کو ترک کر دیا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب آپ پہ نازل فرمائی ہے اُس میں کون سی آیت سب سے افضل ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا؛

آیت الکرسی۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ انبیاء کی تعداد کتنی ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا؛

ایک لاکھ چوبیس ہزار۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ اِن میں رسولوں کی تعداد کتنی ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا؛

تین سو تیرہ۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اے ابو ذر تقوی اختیار کرو وہ تمھارے حالات کو ٹھیک کر دے گا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا؛ یا رسول اللہ ﷺ مجھے اور نصیحت فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اے ابو ذر رضی اللہ عنہ زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو یہ دلوں کو مردہ کر دیتا ہے اور چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو ذر نے فرمایا؛

یا رسول اللہ ﷺ مجھے اور نصیحت فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اے ابوذر رضی اللہ عنہ مسکینوں سے محبت کرو اور اُن کے پاس بیٹھا کرو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ مجھے اور نصیحت فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اے ابوذر؛ سچ کہا کرو خواہ وہ کڑوا ہو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ مجھے اور نصیحت فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اے ابوذر! اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کا اندیشہ نہ کرو۔

محرم ۱۰ ہجری، بمطابق... اپریل 631ء تا 632ء

حدیث جبریل

اسلام نے ہر ممکن کوشش کی کہ صحابہ کے دل میں ایمان کو راسخ کر دیا جائے، ہر وہ ذریعہ استعمال کیا جائے جس سے مسلمانوں کا ایمان پختہ ہو سکے۔ نبی اکرم ﷺ نے عربوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے طویل اور صبر آزما جہد وسعی کی جس کے نتیجے میں آخر کار اسلام کی روشنی پورے عرب میں پھیل گئی اور لوگ صدیوں سے طاری اُس عقائدی جمود سے باہر آ گئے جس نے اُن کی زندگیوں کو اجیرن کر رکھا تھا۔ اب وہ وقت آ گیا تھا جب اسلام عربوں کے دلوں میں رچ بس گیا تھا اور وہ اسلام کو لے کر دنیا بھر میں پھیلانے کے لیے نکلنے والے تھے۔ صحابہ نے بیان کیا ہے کہ ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص مسجد نبوی میں داخل ہوا وہ یقیناً کوئی مسافر تھا کہ ہم میں سے کوئی اُس شخص کو نہ جانتا تھا مگر حیرت کی بات تو یہ تھی کہ اُس کے اُجلے

سفید لباس پہ سفر کا کوئی نشان نہ تھا۔

وہ شخص سیدھا رسول اللہ ﷺ کی طرف آیا اور دوزانو آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا پھر اُس نے سوال کیا؟

یارسول اللہ ﷺ مجھے اسلام کے بارے میں کچھ بتائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا؛

اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اُس کے رسول ہیں تو نماز ادا کرے، زکواۃ دے، رمضان کے روزے رکھے اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرے۔

اس اجنبی نے کہا؛ آپ نے سچ فرمایا؛

صحابہ نے کہا کہ ہم حیران ہوئے کہ وہ اجنبی خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی اس کی تصدیق کرتا ہے۔

****

نووارد نے دوسرا سوال کیا؟

یارسول اللہ ﷺ مجھے ایمان کی حقیقت سے آگاہ فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا؛

ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پہ، فرشتوں پہ، اس کی نازل کی ہوئی کتابوں پہ، اس کے بھیجے ہوئے رسولوں پہ، یوم قیامت اور تقدیر پہ ایمان لائے۔

یہ سن کر اُس اجنبی نے پھر کہا؛

آپ نے سچ فرمایا یارسول اللہ ﷺ؛

****

اس کے بعد نوارد نے تیسرا سوال کیا؟

احسان کی حقیقت کیا ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

احسان کی حقیقت یہ ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تو اس طرح کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم پہ یہ کیفیت طاری نہ ہو سکے تو کم از کم تمھیں اتنا یقین ضرور ہونا چاہیے کہ وہ تو تمھیں دیکھ ہی رہا ہے۔

****

نوارد نے چوتھا سوال کیا؟

یارسول اللہ ﷺ مجھے قیامت کے بارے میں کچھ بتائیں کہ وہ کب قائم ہو گی۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اس کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

****

اجنبی نے پھر سوال کیا؛

یارسول اللہ ﷺ مجھے قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

سنو قیامت تب تک نہ آئے گی جب تک کہ کنیز اپنی مالکہ کو جنم نہ دے لے اور تو اُن لوگوں کو دیکھے گا جن کے پاؤں میں جوتا تک نہیں کہ وہ بلند و بالا عمارتیں تعمیر کریں گے اور ایک دوسرے سے بلند عمارتیں بنانے کی کوشش کریں گے۔

آپ نے سچ فرمایا یارسول اللہ ﷺ؛

اِس کے بعد وہ شخص اٹھا اور کسی سے کچھ کہے بغیر روانہ ہو گیا۔

****

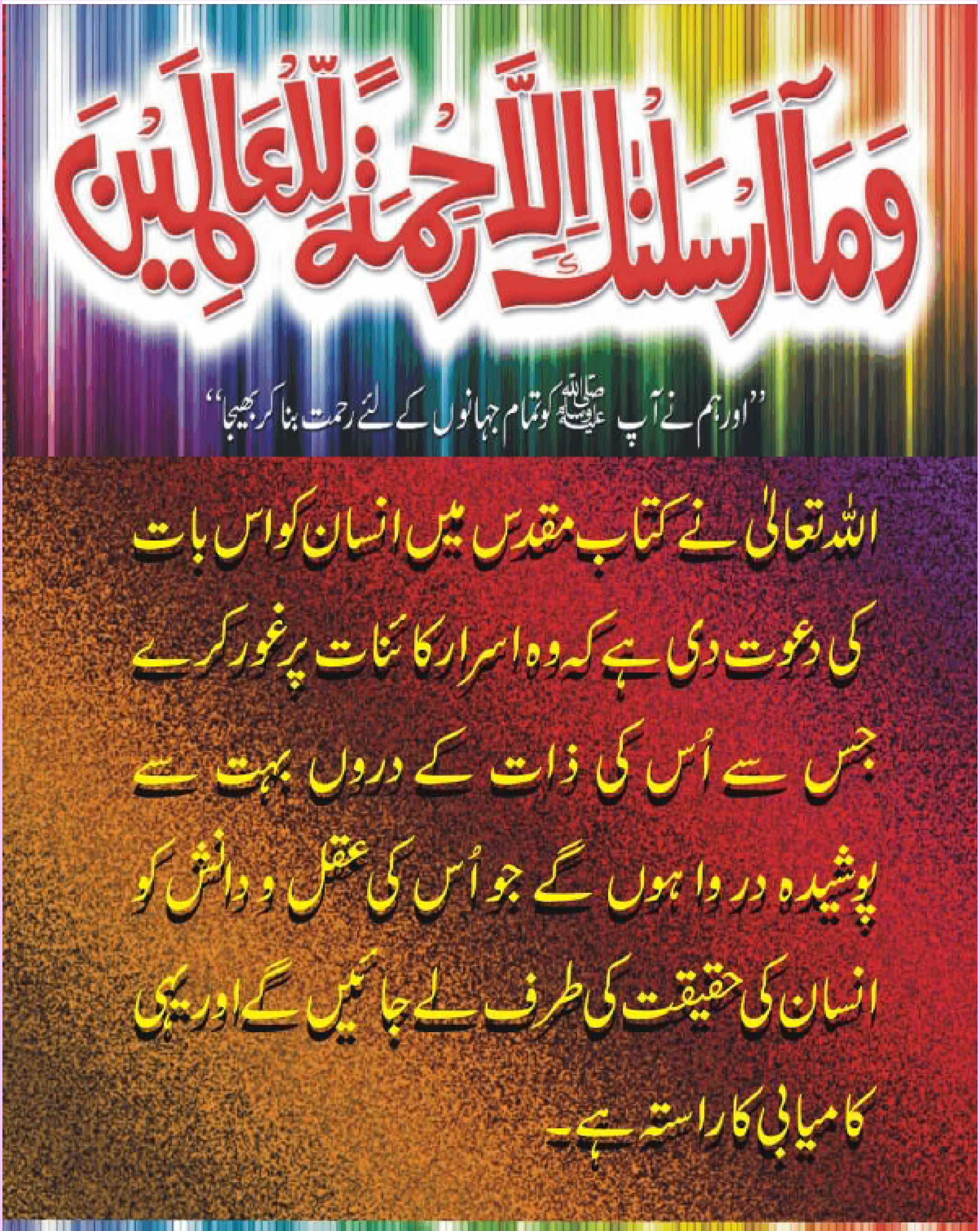
صحابہ کہتے ہیں کہ ہم اس شخص کے اس طرح آنے اور جانے سے حیران ہو رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہم سے سوال کیا؟

تم جانتے ہو یہ شخص کون تھا؟

ہم نے کہا؛

اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

تب نبی اکرم ﷺ نے ہم کو بتایا کہ یہ جبرائیل تھے جو تم کو دین سکھانے آئے تھے۔


وَمَآ اَرسَلنٰکَ اِلَّا رَحمَۃً لِّلعٰلَمِینَ
"اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا"
اللہ تعالیٰ نے کتاب مقدس میں انسان کو اس بات
کی دعوت دی ہے کہ وہ اسرار کائنات پر غور کرے
جس سے اُس کی ذات کے دروں بہت سے
پوشیدہ در وا ہوں گے جو اُس کی عقل و دانش کو
انسان کی حقیقت کی طرف لے جائیں گے اور یہی
کامیابی کا راستہ ہے۔

محرم ۱۰ ہجری، بمطابق... اپریل 631ء تا 632ء

عرفانِ ذات

کائنات کی اس ہماہمی اور رنگ و بو کی اس بہار کے پس منظر میں جو امر کارفرما ہے انسان اس پہ فکر کرنے کی طرف مائل نہیں، وہ اپنے الجھے ہوئے شب و روز کے تسلسل میں بہاروں کی لطیف ساعتیں، خزاں کا بسیط حزن، برسات کی سحر انگیز بوندیں، قوس وقزح کے مسکراتے رنگ، بادِ صبا کی سبک خرامی، مدوجذر کی وحشت، پہاڑوں کی استقامت، گلوں کی مہکار، حسن چمن کی پکار، چشموں کی جھنکار، سکوتِ شب کی خامشی، پرندوں کا لحن وسوز، وادیوں کے نغمے، سرور کی منزلیں، کیف کی آہٹ، دریاؤں کی روانی، جگنو کی روشنی، بادلوں کی ہلچل، بہاروں کی مستی، ستاروں کی جگمگاہٹ، امید کے ساحل، سورج کا غرور، چاندنی کی تسکین، آبشاروں کا حسن، رعد کی مستی بوندوں کا سحر، شام زمستاں کا حزن، سحر کی خنکی، فراق کی اذیت، وصل کی لذت، تیرگی کی راہیں شناسائی کی رغبت، بے کراں وسعتیں، تخیل کی تنگ دامانی، نفرت کے انگار، محبت کی مہکار، جذبوں کی زبان، احساس کا وجدان، شاعروں کا تخیل، فلاسفہ کی الجھنیں، رفعتِ خیال اور کسی لطیف احساس کی

سرسراہٹ تک اُن راہوں سے نہیں گزرتی جو صرف مادی تخیل پہ ایستادہ ہوں۔مگر انسان ایک طویل عرصے سے انھی پست راہوں پہ گامزن ہے جن پہ مادی رفعتوں کے سنگ میل ہیں۔اگر چہ جانتا وہ ہے اور یہ بات اُس کے خمیر میں شامل ہے مگر وہ بھولا ہوا ہے کہ وہ زرق جس سے عرفان کے در کھلتے ہیں، آ گہی کے چشمے رواں ہوتے ہیں، قدم آسودگی کی منزل کو چھوتے ہیں، تمنا وصل میں بدلتی ہے، خزاں بہار کا خوشبودار پیرہن اُوڑھتی ہے، گلوں میں رنگ بھرتے ہیں اَشک مراد حاصل کرتے ہیں ،شرف کا احساس جاگتا ہے اور زندگی کروٹ لیتی ہے، انسان پہچان کی چوکھٹ پہ قدم رکھتا ہے، احساس دھیرے دھیرے سانس لیتا ہے اور بدن کے زنداں میں مقید روح اپنے زخمی وجود پہ اِک نظر ڈالتی ہے اور انسان کی کج روی پہ ششدر رہ جاتی ہے، وہ علم کی چادر ہے جو حرفوں سے بُنی گئی حرف جب ملتے ہیں تو لفظ بنتے ہیں اور لفظ جب جڑتے ہیں تو وہ دستک بنتے ہیں اور دستک جب مسلسل ہو تو حرکتِ قلب میں اضطراب پیدا کرتی ہے اور یہی اضطراب انسان کو عرفان اور تلاش کی بنیاد فراہم کرتا ہے، علم کا شعور ایک مسلسل دستک کی صورت ہے جو بند دروازوں کی آتش شوق کو سلگاتا رہتا ہے کہ انسان عرفانِ ذات کی طرف قدم اٹھائے اور انھی اٹھتے قدموں کی چاپ سے اُس اندھیری رات کا سکوت ٹوٹتا ہے جسے انسان انجانے میں اختیار کر لیتا ہے مگر علم کی رغبت انسان کو لاشعور سے شعور کی طرف پرواز پہ مائل کرتی ہے اور شرف منہج پر ڈال دیتی ہے اور اسی سفر کے بیچ کہیں وہ پڑاؤ ہے جہاں انسانی تخیل کی پرواز کے نتیجے میں وہ اسلوبِ زیست وضع ہوتے ہیں جو مقصود زیست ہیں جو انسان کی راہنمائی اندھیروں سے روشنی کی طرف، جاہلیت سے علم کی طرف، پستی سے رفعت کی طرف، انحراف سے اقرار کی طرف، نفرت سے محبت کی طرف، دکھ سے سکھ کی طرف، انتشار سے ارتکاز کی طرف، جدائی سے وصل کی طرف، خزاں سے بہار کی طرف، تندی سے سہج کی طرف، شدت سے سہل کی طرف، اندھیرے رستوں سے منزل کی طرف، شب کی تیرگی سے خنکی سحر کی طرف، ناشناسائی سے آشنائی کی طرف، تخیل کی تنگ دامانی سے بے کراں وسعتوں کی طرف، سراب سے حقیقت کی طرف، مایوسی سے صدائے طرب کی طرف کرتے ہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ

شعوری اور فکری بانجھ پن کے وارث کسی بھی سماج کے لیے انفرادی یا اجتماعی عرفانِ ذات کا سفر بے جا سرابوں میں الجھا رہتا ہے اور ان کی زندگی روایتوں کے جمود اور اثاثہء قلب وضمیر سے تہی پست آرزوؤں تلے سسکتی رہتی ہے ان کے ہاں مادی احساسِ زیاں اور معیارِ زیست کی ندامت تو موجود ہے مگر عکسِ گُہرِ ذات اور اسرارِ روحانیت کے لیے ان کے تمام در مقفل ہیں۔

اشکوں کے وہ نایاب عتیق جو خالق کی پہچان کے بعد زمیں شناس ہوتے ہیں اور دل کے تاریک نہاں خانوں میں بوند بوند خنکی اور کرن کرن اجالا کرتے ہیں جانے کب سے شوقِ زیست کے عوض رہن رکھے جا چکے ہیں، غلاظت کی کتنی ردائیں ہیں جن کو اوڑھے ہم شام وسحر کر رہے ہیں، تمنا کے کتنے آلاؤ ہیں جن کے عوض ہم نے خالق کی پہچان کے ہر درجے کو گروی رکھ دیا ہے محرومیوں کے کتنے سمندر ہیں جن میں بنا پتوار ہم غوتے کھا رہے ہیں، کتنی منزلیں اور کتنے اہداف ہیں جو ہمارے انگ انگ سے توانائیوں کا رس چوس رہے ہیں، معیارِ زیست کے تقاضے لحہ لحہ انسان سے اپنا خراج مانگ رہے ہیں ایسے میں انسان وہ اشک کہاں سے لائے جن کا تقاضا افکار حقیقت کرتے ہیں، پسِ مژگاں اگرچہ نمک اور پانی کی کوئی کمی نہیں مگر وہ گُہرِ نایاب جو حقیقی مطلوب ہے وہ تو جانے کب سے انسانی سماج نے میرے افکار نے میرے اعمال نے میری ریا نے میری مصلحتوں اور میری رسموں نے مجھ سے چھین لیے ہیں، اب چمن کی ہر روش پہ تشنہ آرزوؤں کی اوس ہے اب نگر نگر کوچہ کوچہ مسابقت کی ایک بے منزل دوڑ ہے، ہر پھولتی سانس اور دوڑتے قدموں کا مقصود مادی آسائش اور ہوائے نفس کے حقیر مدار ہیں، چارسو بے وجہ نفرت اور حسد کی دھند کے سائے ہیں، لاحاصل جنوں پہ شوخ رنگوں کی بہار ہے اور حقیقت پہ خالق سے دوری کی بے رنگ راکھ، ایسے میں وہ چشم و عارض خاک ہوئے جو ادراک کی لطیف منزلوں اور احساس کی ان رفعتوں پر فائز تھے جہاں عرفانِ ذات کے راہی پہچانِ خالق کی منزلیں طے کرتے اور معرفت کے اس منصب پر فائز ہوتے ہیں جہاں حقیقتیں اپنے در ان کے لیے وا کرتی ہیں اور وہ خالق کی عنایات کے بوجھل ادراک تلے سسکتے ہیں، آگہی ان کو تحیر اور شکر کے اُن جہانوں میں لیے پھرتی ہے جہاں وہ جان جاتے ہیں کہ چمن کی ہر

کلی ان کے لیے مہکی ہے عارضِ گُل پہ لہراتا جوبن ان کے لیے ہے،کوئل کی نغمگی بادِصبا کی مستی اُن کے لیے ہے،زمیں کی وسعت آسماں کی رفعت اُن کے لیے ہے،سرور کی ہر منزل کیف کی ہر آہٹ اُن کے لیے ہے،تسکین کا لمحہ لمحہ سکوں کے سب موسم اُن کے لیے ہیں،عورت کی سب وفائیں ،مرادوں کے سب پڑاوٗ اُن کے لیے ہیں،سمندروں کے مدوجزر،دم سحر نغمہ طیور،بہاروں کی مستی،ستاروں کی جگمگاہٹ،آبشاروں کا حسن،رعد کی مستی،بوندوں کا سحر،آنچل کی راعنائی،حنا کی مہک اور جیون کے سب رنگ اُن کے لیے ہیں عطا اُن کے لیے عنایت اُن کے لیے جو مانگنا جان گئے جو یہ جان گئے کہ کس سے مانگنا ہے اور کس طرح مانگنا ہے،اور یہ اشک بھی انھی کی امانت ہیں جو قیمت اشک کو جان گئے جو اس گُہرِ نایاب کو پست آرزوؤں کی نظر نہیں کرتے بلکہ وہ روتے ہیں تو اس لیے کہ خالق کا حق ادا نہ کر سکے وہ روتے ہیں تو اس لیے کہ مقام شکر اُن کی حد اسطاعت سے دور کھڑا ہے مگر یاد رہے کہ اس انبوہ آدم میں جس کا ہم حصہ ہیں دو طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک تو وہ جو خالق پہ یقین رکھتے ہیں اور دوسرے وہ جو خالق کے وجود سے انکاری ہیں۔

یہ ثانی الذکر گروہ جو وجود خالق سے انکاری ہے یا کم از کم اُس کے بارے میں متذبذب ہے ہماری اس بحث سے خارج ہے کیونکہ اُس نے اپنے وجود کو از خود کائنات کی سب سے بدترین مخلوق میں شمار کر لیا کہ عقل کی موجودگی میں اُس نے خالق کا انکار کیا یا خالق تک پہنچنے کی جستجو ہی نہ کی اور جستجو کی اس راہ سے گریز انسانی قلب میں اُس نرمی اور گداز کو پیدا ہی نہیں ہونے دیتا جو اسے عرفان ذات تک لے جا سکے۔اب جہاں تک اولالذکر گروہ انسانی کا تعلق ہے تو اس میں بھی دو گروہ پائے جاتے ہیں اِن میں ایک تعداد اُن لوگوں کی ہے جو حضرت موسیٰؑ اسلام کی شریعت پہ آ کے رُک گئے اور آنحضرت محمد ﷺ جو پیغام لے کر انسانیت کی طرف اترے اُس کا انکار کیا یہ قوم بنی اسرائیل کی باقیات ہیں اور یہودی کہلاتے ہیں چنانچہ اُن کا وجود خالق پہ اعتراف کسی کام نہ آیا کہ انھوں نے خالق کی منشا کے خلاف اپنے نفس کی خواہش کی پیروی اختیار کی۔انھی کے ساتھ ایک بڑی تعداد اُن لوگوں کی ہے جنھوں نے حضرت عیسیٰؑ کے دین کی پیروی اختیار کی اور نصرانی کہلائے۔انھوں نے

بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُن احکامات سے منہ موڑا جن میں انھیں نبی اکرم ﷺ کی آمد کی خبر پہنچائی گئی تھی چنانچہ یہ لوگ بھی صریحاً گمراہی کی راہوں پہ چلے نکلے کہ انھوں نے بھی آنحضرت محمد ﷺ کا انکار کیا۔ اسی انسانی گروہ سے انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے آنحضرت محمد ﷺ کی پیروی کی اور مسلم کہلائے اِن میں بھی دو گروہ ہیں اول تو وہ جو محض اس لیے مسلمان ہیں کہ وہ نسلاً ایک مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے اس لیے وہ مسلمان ہیں اس سے زیادہ اسلام سے اُن کا کوئی رشتہ نہیں اُن کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں قرآن حکیم میں اُن کے لیے کیا کیا احکامات اتارے گئے ہیں اسلام اُن سے کن باتوں کا تقاضا کرتا ہے دین کی اساس کن باتوں پہ رکھی ہے وہ راہیں کون سی ہیں جن پہ چل کے اس دنیا میں عرفان ذات اور موت کے بعد ہمیشہ کی کامیابی حاصل ہونے والی ہے اصطلاع میں اس انسانی گروہ کو جہلا کہا جائے گا دوسرا گروہ وہ ہے جنھوں نے اپنے اندر اس احساس کو ہمیشہ زندہ رکھا کہ وہ ایک مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں اور اسلام حقیقت کا وہ دین ہے جس کی پیروی ہی میں ہمیشہ کی کامیابی اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے نجات ہے اور یہی وہ انسانی گروہ ہے جن پہ عرفان ذات کے در کھلتے ہیں اور کائنات کے اسرار ہاتھ باندھے اُن کے سامنے کھڑے رہتے ہیں یہی وہ انسانی گروہ ہے جن کے علم واستدلال سے دنیا کے آزار سے نجات ممکن ہے، یہی وہ انسانی گروہ ہے جن کو اصل میں امامت کا منصب سونپا گیا ہے، یہی وہ انسانی گروہ ہے جن کی موجودگی ثبات دنیا کی وجہ ہے، یہی وہ انسانی گروہ ہے جن کے دم قدم سے سچائی اور علم کے وہ پھول کھلتے ہیں جن کی بدولت اس دنیا میں ابھی تک سانس لینا ممکن ہے، یہی وہ انسانی گروہ ہے ہے جس کی سماعتوں میں اللہ کے آخری پیغمبر آنحضرت محمد ﷺ کے پیغام کی گونج ہے جن کی سماعتوں میں منیٰ وعرفات کے وہ خطبے گونجتے ہیں جن سے عرفان ذات کے در وا ہوتے ہیں جن سے شکر کے اشک گراں ہوتے تو آیئے ہم بھی اترتے ہیں منیٰ اور عرفات کے اُن میدانوں میں جہاں اُس پیام ابدی کی گونج آج تک موجود ہے آیئے ہم بھی تو سنیں رسول اللہ ﷺ کیا فرما رہے ہیں اس لیے کہ ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہم اپنے خالق کو پہچان جائیں ہم پہ بھی عرفان ذات کے در کھلیں اور ہم بھی آ

سودگی اور رفعتوں کے راہی ہو جائیں۔ انشاءاللہ



جس طرح ہر ابتداء کو انتہا ہے، ہر ابد کو ازل ہے، ہر آغاز کو انجام ہے، ہر تلاش کو منزل ہے، ہر رستے کا اختتام ہے، ہر زندگی کو فنا ہے، ہر رات کو سحر ہے، ہر کتاب نے آخر ختم ہونا ہے ہر کام کو آخر پایہ تکمیل تک پہنچنا ہے، اسی طرح ذوالحجہ کے اِن ایام میں قرآن حکیم کی تکمیل ہوئی فریضہ رسالت بھی اختتام کے انتہائی قریب تھا اور میدان عرفات میں نبی اکرم ﷺ نے اہل عرب کو آخری خطاب کیا جس میں اس بات کی طرف بھی اشارات موجود ہیں کہ فریضہ رسالت بھی اختتام کو پہنچا اسی لیے تو نبی اکرم ﷺ نے اہل عرب سے شہادت لی کہ بتاؤ میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے تو اہل عرب نے اعتراف کیا کہ ہاں آپ ﷺ نے ہم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔

تیاری اور روانگی

سب سے پہلے حجۃ الوادع کی وجہ تسمیہ بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے یاد رہے کہ مورخین نے رسول اللہ کے اس حج کو کئی ناموں سے یاد کیا ہے چنانچہ ہم وہ نام اور اُن کی وجہ تسمیہ بیان کیے دیتے ہیں۔

****

حجۃ البلاغ:

مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سفر حج میں مسلمانوں کو کئی خطبے دیئے جو نہ صرف اپنی شان بلاغت میں منفرد تھے بلکہ اُن کے مفاہیم راستی اور فلاح کے اُن رستوں کے سنگ میل بن کے رہ گئے جو فلاح اور کامیابی کی ضمانت تصور کیے جا سکتے ہیں اور چونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پہ کئی بار صحابہ سے اس بات کی گواہی لی کہ میں نے اللہ کا دین تم تک پہنچا دیا ہے اس لیے اس سفر کو حجۃ البلاغ کا نام دیا گیا۔

****

حجۃ السلام؛

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس مبارک سفر میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے سات بار

خطاب کیا جس میں اسلام کی حقیقی اساس اور بنیادی تعلیمات کو از سر نو صحابہ کے ذہنوں میں تازہ کیا چونکہ آپ کے یہ خطبے اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہیں اس لیے بعض مورخین نے اس سفر کو حجۃ السلام کا نام بھی دیا ہے۔

****

حجۃ التمام:

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ چونکہ اسی سفر کے موقع پر جب نبی اکرم ﷺ عرفات میں صحابہ سے خطاب فرما چکے تب قرآن حکیم میں سورۃ مائدہ کی یہ آیت نازل کی گئی جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ خوشخبری سنائی کہ میں نے اُن کے لیے اُن کا دین مکمل کر دیا ہے ارشاد ہوا؛

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۔

(القرآن الحکیم سورۃ المائدہ ۳ ؛ آیات ۵)

ترجمہ؛

”آج میں نے تمھارے لیے دین کو اور اپنی نعمت تم پہ تمام کر دی ہے اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا ہے“۔

****

حجۃ الوداع :

اس سفر مبارک کا سب سے معروف نام ہے جس کو بہت سے مورخین نے اختیار کیا ہے انھوں نے بیان کیا کہ چونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس سفر میں اپنے صحابہ پہ اس بات کو کھول دیا کہ یہ

ہماری آخری ملاقات ہےاس کے بعد شاید ہم پھر کبھی نہ مل سکیں اس لیے میں اپنی امت کو یہیں سے الوداع کہتا ہوں۔ چنانچہ اس سفر مبارک کو حجۃ الوداع کہا گیا یہ اس سفر کا سب سے معروف نام ہے اس لیے ہم نے ابھی اسی کو ختیار کیا ہے۔ حجۃ الوداع کے تذکرے سے قبل ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مورخین اس بات پہ متفق نہیں کہ حجۃ الوداع سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے کتنے حج کیے کتنے عمرے کیے اس سلسلے میں بہت سی روایت ہیں جو باہم متفاوت ہیں اس لیے ہم اُن کے بیان سے گز یر اختیار کرتے ہیں اور علمائے تاریخ کی اُس تحقیق تک خود کو محدود رکھتے ہیں جو اس ضمن میں متاخرین نے کی ہے۔ چنانچہ امام محمد عبداللہ بخاری، امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور ابن سعد نے حضرت انسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں چار عمرے کیے ان میں سے تین عمرے ماہ ذی قعدہ میں اور ایک عمرہ حجۃ الوداع کے ساتھ ماہ ذی الحجہ میں کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع سے قبل کتنے حج کیے اس بارے میں مورخین بہت متفرق ہیں اور کوئی ایسی رائے ہم تک نہیں پہنچی جس کو اطمینان بخش قرار دیا جا سکے دراصل حقیقت تو یہ ہے کہ عرب اسلام سے پہلے بھی حج کرتے تھے اور کئی ہزار سال سے کرتے آئے تھے خود نبی اکرم ﷺ کے عمل سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد بہت سے حج کیے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ بعثت کے بعد حج کے موقع پہ لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے رہے ہیں تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ دوسرے عرب تو حج کریں مگر رسول اللہ ﷺ حج نہ کریں۔ اس لیے علامہ سفیان ثوری کا یہ بیان ہمیں درست معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم جب مکہ میں تھے تو چاہے وہ بعثت سے پہلے کا زمانہ ہو یا بعثت کے بعد کا نبی اکرم ﷺ ہر سال حج کیا کرتے تھے۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اصل میں کتنے حج کیے اس کی تفصیلات ہم تک نہیں پہنچیں اس لیے اس بارے میں مورخین مختلف رائے رکھتے ہیں ۔ تاہم حجۃ الوداع جو نبی اکرم ﷺ کا آخری حج تھا مورخین نے اس کی تمام تر تفصیلات فراہم

کی ہیں اس لیے اب ہم حجۃ الواع کا تذکرہ کرتے ہیں۔

حجۃ الوداع کی تفصیلات فراہم کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے؛

رسول اللہ ﷺ کے منادی کرنے والوں نے خطہ عرب میں دور دور تک اعلان کر دیا تھا کہ اس سال حج رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں کیا جائے گا۔ چنانچہ کون سا مسلمان ایسا ہوگا جس کے دل میں یہ امنگ نہ جاگی ہوگی کہ وہ اس قافلے میں شامل ہو جائے اس لیے زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ عرب کے چپہ چپہ سے قافلے شہر مدینہ میں اترنے لگے۔ مدینے کی گلیوں میں بے پناہ ہجوم تھا۔ لوگ خوش تھے اللہ کے شکر گزار تھے کہ اُس نے انھیں اسلام جیسی لازوال نعمت سے نوازا اور وہ اُس قافلہ حج کے مسافر تھے جس کی قیادت خود رسول اللہ ﷺ کر رہے تھے۔

آخر تیاری مکمل ہوگئی نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو دجانہؓ کو مدینے میں اپنا نائب مقرر کیا اپنی تمام بیویوں کو حکم دیا کہ اُن کے ساتھ حج کے لیے نکلیں اُن کے لیے اونٹوں پہ ہودج ڈال دیئے گئے تھے۔ ۲۵ ذیقعدہ بزور ہفتہ کو نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز مسجد نبوی میں ادا کی قافلہ حج تیار تھا۔ اہل مدینہ نے اس سے قبل اپنے شہر میں اس قدر ہجوم کبھی نہ دیکھا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کا قافلہ بڑی شان کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوا مدینے سے سات میل کے فاصلے پہ بنو جشم کا ایک چشمہ تھا جس کو ذوالحلیفہ کہا جاتا تھا نبی اکرم ﷺ نے اسی چشمے پہ پڑاؤ ڈال دیا۔

رات اسی چشمے پہ گزری اسی رات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر بیٹا پیدا ہوا جن کا نام محمد بن ابی بکر رکھا گیا۔ اسماء بن عمیس حضرت محمد بن ابی بکر کی والدہ تھیں چونکہ نبی اکرم ﷺ نے اسی مقام پہ احرام باندھا تھا اس لیے یہ چشمہ ہمیشہ کے لیے اہل مدینہ کا میقات مقرر ہو گیا۔

اگلے دن ظہر کی نماز سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے غسل کیا بالوں میں تیل ڈالا حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ کو زریرہ نامی خوشبو لگائی جس کے بعد نبی اکرم ﷺ کے دو سفید کپڑوں کو اپنے جسم پہ لپیٹا اور محرم ہو گئے۔

نماز ظہر سے پہلے احرام کے دو نفل پڑھے اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھی نماز کے بعد نبی اکرم

ﷺ بیداء کے مقام پہ اپنی اونٹنی قصویٰ پہ سوار ہوئے اور تلبیہ کہی۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ

حاضر ہوں میں اے اللہ میں حاضر ہوں

لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ

حاضر ہوں میں تیرا کوئی شریک نہیں

اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ

میں تیرے دربار میں حاضر ہوں ساری تعریفیں تیرے لیے اور ساری نعمتیں تو نے ہی عطا فرمائی ہیں۔

وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ

سارے ملکوں کا تو ہی بادشاہ ہے تیرا کوئی شریک نہیں

صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہی تلبیہ کہی کوہ ودمن گونجنے لگے ایک بہت بڑا قافلہ سوئے حرم رواں تھا۔ وادیاں اور صحرا، گھاٹیاں اور رستے تلبیہ سے گونج رہے تھے صحابہ جب کسی بلندی پہ چڑھتے تو تکبیر کہتے کسی نشیب میں اترتے تب بھی تکبیر کہتے۔

نبی اکرم ﷺ ایک مقام سرف پہ اترے۔

نبی اکرم ﷺ کو بتایا گیا کہ حضرت عائشہؓ بیٹھی رو رہی ہیں نبی اکرم ﷺ اُن کے پاس گئے اور فرمایا میرا خیال ہے تمھیں حیض آ گیا ہے جس کی وجہ سے تم رو رہی ہو حالانکہ اس میں رونے والی کوئی بات نہیں اس لیے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم کی تمام بیٹیوں پہ اتارا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اب تم عمرے پہ حج کو بھی داخل کر لو۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو دلاسا دیا اور فرمایا تم وہ سب کچھ کر سکتی ہو جو باقی حاجی کرتے ہیں صرف بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی۔ اس کے بعد یہ قافلہ اپنی منزل کی جانب روانہ ہوا۔ جب یہ قافلہ مقام عرج پہ پہنچا تو نبی اکرم ﷺ کھانے کے لیے رُکے

۔معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کا وہ اونٹ جس پہ کھانے پینے کی اشیاء موجود تھیں کہیں گم ہو گیا ہے۔

وہ اونٹ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایک غلام کی ذمہ داری میں تھا۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ آنحضرت محمد ﷺ کھانے کے لیے رُکے ہیں مگر اُن کے غلام نے وہ اونٹ ہی گم کر دیا ہے جس پہ کھانا تھا تو اُن کو بہت غصہ آیا اور وہ کوڑا لے کر اپنے اُس غلام کو مارنے لگے۔وہ اُسے مارتے جاتے اور کہتے جاتے تمھیں صرف ایک اونٹ کی نگرانی سونپی گئی تھی تم اُسے بھی نہ سنبھال سکے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو بیزاری کا اظہار کیا اور فرمایا؛

اس محرم شخص کی طرف دیکھو یہ کیا کر رہا ہے۔

صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تک پہنچائی تو وہ رُک گئے۔نبی اکرم ﷺ کے کچھ صحابہ کو معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کا کھانے والا اونٹ گم ہوا ہے تو وہ کھانا لے آئے اور نبی اکرم ﷺ کے آگے رکھ دیا۔

نبی اکرم ﷺ وہ کھانا یعنی حیس کھانے لگے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کھاؤ تم اپنے غلام پہ غضب ناک ہو رہے تھے حالانکہ بعض اوقات لوگ کوتاہی نہیں کرتے مگر معاملہ ایسا ہو جاتا ہے جو اُن کے بس میں نہیں ہوتا۔

یہ اللہ پاک کی طرف سے پاک غذا آ گئی ہے جو اُس کھانے کا بدل ہے جو گم ہو گیا ہے۔

اگلے روز جب نبی اکرم ﷺ پڑاؤ اٹھا کر چلنے لگے تو حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جو ہمیشہ قافلے کے آخیر میں رہا کرتے تھے وہ رسول اللہ ﷺ کا اونٹ لے آئے تھے۔اسی دوران حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے بیٹے حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کے کھانے کا اونٹ گم ہو گیا ہے اس لیے ہم آپ کے لیے کھانے کا سامان لائے ہیں۔نبی اکرم ﷺ نے اِن صحابہ کے

لیے دُعا کی اور اُن کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا زادِراہ بھیج دیا ہے ہمارا اونٹ مل گیا ہے اللہ تمھارے مال میں برکت عطا فرمائے۔

نبی اکرم ﷺ کے اس مبارک قافلے کا سفر جاری تھا یہ قافلہ ذوالحلیفہ ،عرج، سرف عسفان سے ہوتا ہوا سات دن کے سفر کے بعد ذی طویٰ پہنچا جو مکہ سے ایک منزل سے بھی کم فاصلے پہ تھا نبی اکرم ﷺ نے وہیں پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا تا کہ لوگ سفر کی تھکاوٹ اتار سکیں اور اطمینان کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہوسکیں۔

اگلے روز مورخہ چار ذوالحجہ دس ہجری بروز اتوار چاشت کے وقت نبی اکرم ﷺ شہر مکہ میں داخل ہوئے صحابہ کی بلند آواز میں تلبیہ سے سارا مکہ شہر گونج رہا تھا نبی اکرم ﷺ حرم پاک کی طرف بڑھے اور ثنیہ کدا کی طرف سے داخل ہوئے نبی اکرم ﷺ کی نظر جونہی بیت اللہ پہ پڑی تو نبی اکرم ﷺ نے یہ دُعا پڑھی۔

" اَللّٰھُمَّ زِدْھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَ تَعْظِیْمًا وَمَهَابَةً وَبِرًّا وَزِدْمِنْ شَرَفِهٖ وَ کَرَمِهٖ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوِ اعْتَمَرَهٗ تَشْرِیْفًا وَتَکْرِیْمًا وَ تَعْظِیْمًا وَّبِرًّا۔

اے اللہ؛ اس گھر کی عظمت وعزت اور دبدبہ وخیر کو روز افزوں فرما اور اس کا حج یا عمرہ کرنے والوں میں جو اس کی عزت وتعظیم کرتے ہیں ان کے مرتبے عزت وعظمت اور خیر وصلاحیت میں دن دوگنی ترقی عطا فرما۔

****

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حرم کے دروازے پہ اپنی سواری بٹھائی اور بیت اللہ کا طواف کیا۔طواف سے فارغ ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حجر اسود کو چوما۔طواف کے دوران

نبی اکرم ﷺ مسلسل رو رہے تھے اور یہ کیفیت ایسی تھی جس کو الفاظ کا جامع پہنانا قدرے مشکل ہے۔اس لیے کہ یہی وہ حرم پاک ہے یہی وہ دیوار و در ہیں جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ قریش اُن کو اذیت پہنچا رہے ہیں۔

قریش نے نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا انکار کیا اللہ کی واحدنیت کا انکار کیا،قرآن کا انکار کیا نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچائی، نبی اکرم ﷺ کو وطن سے نکالا، نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات سے منہ موڑا،صحابہ پہ ظلم کیا تاہم وہ زمانے گزر گئے تھے اور آج اہل قریش بھی اُسی ذوق و محبت کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حج کر رہے تھے جس ذوق و محبت سے دوسرے عرب کر رہے تھے۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے رمل فرمایا یعنی پہلے تین چکروں میں تیزی کے ساتھ چلے اور باقی چکروں میں درمیانی رفتار اختیار کی۔

امام حلبی نے لکھا ہے؛

رمل کی ابتدا عمرہ قضاۃ میں ہوئی تھی جب مشرکوں نے کہا کہ مسلمانوں کو مدینہ کے بخار نے کھالیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو رمل کا حکم دیا تاکہ مشرکین کی غلط فہمی دور ہو سکے اور مشرکین نے کہا یہ تو پہلے سے بھی طاقتور اور توانا ہو گئے ہیں۔

امام حلبی نے ہی لکھا ہے؛

نبی اکرم جب حجر اسود کو چھوتے تو یہ دُعا پڑھا کرتے:

بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔

نبی اکرم ﷺ طواف کرتے ہوئے جب رکن حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان پہنچتے تو قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھتے؛

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔

(القرآن الحکیم سورۃ البقرۃ ۲ ؛ آیات۲۰۱)

ترجمہ؛

''اے ہمارے رب؛ ہم کو اس دنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا فرمانا اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لینا''۔

****

نبی اکرم ﷺ جب بیت اللہ طواف سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے مقام ابراہیم پہ دو نفل ادا کیے۔اس کے بعد نبی اکرم ﷺ چاہ زمزم کی طرف تشریف لے گئے۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے لیے پانی کا ڈول نکالا آپ ﷺ کو جس قدر طلب تھی آپ نے آب زمزم پیا اس کے بعد کلی کی پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا؛
اگر مجھے اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ اس کو سنت بنا لیں گے اور مناسک حج میں شامل کر لیں گے تو میں زمزم کا ڈول اپنے ہاتھوں سے کھینچتا۔زمزم نوش فرمانے کے بعد نبی اکرم ﷺ صفا پہاڑی کی طرف چلے۔صحابہ کا بہت بڑا ہجوم آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا صفا اور مروہ کی سعی اللہ کی یادگاروں میں سے ایک یادگار ہے اس لیے اس پہاڑی پہ پہنچو تو وہیں سے ابتداء کرو جہاں سے ابتداء کرنے کا تمھیں حکم دیا گیا ہے۔

امام حلبی نے لکھا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے صفا مروہ کے درمیان سعی کی تو یہ دُعا پڑھی۔

'' لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو تن تنہا ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے اپنے بندے کی مدد کی اور جس نے تن تنہا لشکر احزاب کو شکست دی اور خون ریزی کے بغیر ہی انھیں ذلیل وخوار کیا"۔

****

اِن امور سے فارغ ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُن صحابہ کو حکم دیا کہ وہ لوگ احرام کھول دیں جنھوں نے محض عمرے کا رادہ کیا تھا اور جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے،خود نبی اکرم ﷺ نے اپنا احرام نہ کھولا اس لیے کہ آپ ﷺ قران تھے یعنی آپ ﷺ نے حج اور عمرے کا احرام باندھا تھا اور آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے اونٹ بھی تھے۔
پہلے تو صحابہ قدرے متردد ہوئے تاہم پھر انھوں نے احرام کھول دیئے بہت کم لوگ بچے تھے جو قران تھے یعنی انھوں نے حج وعمرے کا احرام اکٹھا ہی باندھا تھا اور قربانی کے جانور بھی اُن کے ساتھ تھے، اِن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے جو یمن سے آج ہی بہت سے مال غنیمت کے ساتھ سیدھا مکہ پہنچے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جن کے ساتھ قربانی کے جانور موجود تھے ،حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محرم رہے تھے باقی لوگوں نے احرام کھول دیا تھا اور حج کا دوبارہ احرام باندھا۔
نبی اکرم ﷺ نے چار روز شہر مکہ میں ہی گزارے نبی اکرم ﷺ کے لیے ابطح کے مقام پہ خیمہ نسب کیا گیا تھا۔

یوم ترویہ

حج تو ہزاروں سال کا ایک تسلسل تھا۔اس دوران بہت سی باتیں اور عادات راسخ ہو چکی تھیں۔لوگ جانتے تھے کہ انھیں اِن ایام کے استقبال کے لیے کیا اہتمام کرنے ہیں۔وہ کون سی مشکلات ہیں جو حاجیوں کو پیش آسکتی ہیں۔چنانچہ اِن امور کے تدارک کے لیے صدیوں سے جہدوسعی کا جو تسلسل تھا اُس کی بنا پہ عرب جانتے تھے کہ میدان عرفات میں حاجیوں کو پانی کی شدید ضرورت ہوتی ہے اس لیے عرب آٹھ ذوالحجہ کو ہی مکہ سے پانی بھر بھر کے میدان عرفا ت میں لاتے اور وہاں پتھروں یا چمڑے سے بنے حوضوں میں جمع کرتے بیان کیا گیا ہے کہ ترویہ کے معنی سفر میں پانی ساتھ لے جانے کے ہیں۔

چار روز تک مکہ میں مقیم رہنے کے بعد نبی اکرم ﷺ یوم ترویہ کے روز منیٰ میں تشریف لے آئے۔حاجیوں کا بے پناہ ہجوم آپ ﷺ کے ہمراہ تھا مکہ کی پوری وادی اُن کی تلبیہ سے جھوم رہی تھی۔صدیوں بعد وہ وقت آیا تھا جب بیت اللہ میں عین اُسی تاریخ اور عین اسی طریق پہ حج کیا جا رہا تھا جس طریقے پہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کیا تھا۔نبی اکرم ﷺ منیٰ میں ٹھہر گئے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ظہر،عصر،مغرب اور عشاء کی نمازیں منیٰ میں ہی ادا کیں،رات منیٰ میں ہی گزاری۔

یوم عرفہ

نبی اکرم ﷺ نے منیٰ میں ہی توقف فرمایا حتیٰ کہ سورج طلوع ہوگیا اس کے بعد آپ ﷺ میدان عرفات کی طرف تشریف لے گئے جہاں رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے خیمہ میں استراحت فرمائی جب سورج ذرا مغرب کی طرف جھک گیا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی ونٹنی قصویٰ طلب کی اُس پہ سوار ہوئے جہاں نبی اکرم ﷺ سوار ہوئے اور خطبہ حج ارشاد فرمایا وہاں آج مسجد نمرہ ہے آج تک خطبہ حج وہیں سے دیا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ خطبہ ایک تاریخ ساز اور شاندار خطبہ تھا جس میں نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو دوبارہ اسلام کی تعلیمات کی طرف متوجہ کیا اور اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا جس کی نصرت واعانت سے عظیم الشان اسلامی انقلاب کی تکمیل ہوئی۔ شاید آج خطہ عرب کی پوری آبادی میدان عرفات میں حاضر تھی۔ عربوں کی حد تک اسلامی انقلاب کی تکمیل ہو چکی تھی اور تھوڑے ہی عرصے میں اسلام دور دور تک پھیل گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے یوم عرفہ کو جو خطبہ دیا مورخین نے اُسے محفوظ رکھا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا؛

"بَعْدَ الْحَمْدِ لِلّٰهِ وَ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ اَيُّهَا النَّاسُ؛

اِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَ اَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ اِلٰى اَنْ تَلْقَوْا رَبَّكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِىْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِىْ بَلَدِكُمْ هٰذَا۔ وَاِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْئَلُكُمْ عَنْ

اَعْمَالِکُمْ وَقَدْ بَلَّغْتُ وَمَنْ کَانَتْ عِنْدَہٗ أَمَانَۃٌ فَلْیَرُدَّھَا لِمَنِ ائْتَمَنَہٗ عَلَیْھَا وَاِنَّ کُلَّ رِبًا مَوْضُوْعٌ وَلٰکِنْ لَکُمْ رؤُسُ أَمْوَالِکُمْ وَلَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ۔ قَضَی اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا رِبًا۔ وَاِنَّ أَوَّلَ رِبًا أَضَعُ رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَاِنَّہٗ مَوْضُوْعٌ کُلُّہٗ اَلَا اِنَّ کُلَّ شَیْءٍ مِن أَمْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ مُوْضُوْعٌ وَاِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَاءِ نَا دَمُ رَبِیْعَۃَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ کَانَ مُسْتَرْضِعًا فِیْ بَنِیْ سَعْدِبْنِ بَکْرٍ وَقَتَلَہٗ ھُذَیْلُ۔

أَیُّھَا النَّاسُ؛

اَلشَّیْطَانُ قَدْ یَئِسَ أَنْ یُطَعْ فِیْمَا سِوَی ذٰلِكَ فَقَدْ رَضِیَ بِمَا تَحْقِرُوْنَ مِنْ أَعْمَالِکُمْ فَاحْذَرُوْہُ عَلٰی دِیْنِکُمْ۔ أَیُّھَا النَّاس اِتَّقُوْا اللّٰہَ وَ اسْتَوْصُوْا بِالنِسَاءِ خَیْرًا فَاِنَّھُنَّ عِنْدَکُمْ عَوَانٍ لَا یَمْلِکْنَ لِاَنْفُسِہِنَّ شَیْئًا ۔وَاِنَّکُمْ اِنَّمَا أَخَذْتُمُوْھُنَّ بِأَ مَانَۃِ اللّٰہِ وَاسْتَحَلَلْتُمْ فُرُوْجَھُنَّ بِکَلِمَۃِ اللّٰہِ وَ لَکُمْ عَلَیْھِنَّ حَقٌّ ۔وَلَھُنَّ عَلَیْکُمْ حَقٌّ وَلَکُمْ عَلَیْھِنَّ اَنْ لَا یُوْطِئنَ فُرُشَکُمْ أَحَدًا تَکْرَھُوْنَہٗ وَعَلَیْھِنَّ اَن لَّایَئَاتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ وَاِنْ فَعَلْنَ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْأَذِنَ لَکُمْ أَنْ تُھَاجِرُوْھُنَّ فِیْ الْمَضَاجِعِ وَتَضْرِبُوْھُنَّ ضَرْبًا غَیْرَمُبَرِّحٍ فَاِنْ انْتَھَیْنَ فَلَھُنَّ عَلَیْکُمْ رِزْقُھُنَّ وَ کِسْوَتُھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاعْقِلُوْا۔ اِیُّھَا النَّاسُ قَوْلِیْ فَاِنِّیْ قَدْ بَلَّغْتُ۔

وَقَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ أَبَدًا اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِہٖ أَمْرَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَسُنَّۃَ نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔أَ یُّھَاالنَّاسُ؛ اِسْمَعُوْا قَوْلِیْ وَاعْقِلُوْہُ تَعْلَمُنَّ أَنَّ کُلَّ مُسْلِمٍ اَخٌ لِمُسْلِمِیْنَ اِخْوَۃٌ۔ فَلَایَحِلُّ لِا مْرِئٍ مِنْ أَخِیْہِ اِلَّامَا اِلَّا مَا أَعْطَاہُ عَنْ طِیْبِ نَفْسٍ وَلَا تَظْلِمُنَّ أَ نْفُسَکُمْ وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْقُلُوْبَ لَا تَغُلُّ عَلٰی ثَلَاثٍ ۔ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ مُنَاصَحَۃٌ أُ ولِی الْاَ

مُرِ وَعَلیٰ وِعلیٰ لُزُوْمَ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِيْنَ۔ فَاِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيْطُ مِنْ وَرَآءِ
هِمْ وَمَنْ تَكُنْ الدُّنْيَا نِيَّتُهٗ يَجْعَلَ اللّٰهُ فَقْرَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَيُشَتِّتْ عَلَيْهِ
ضَيْعَتَهٗ وَلَا يَاْتِيْهِ مِنْهَا اِلَّا مَا كُتِبَ لَهٗ وَمَنْ تَكُنِ الْاٰخِرَةَ نِيَّتُهٗ يَجْعَلِ اللّٰهُ
غِنَاهُ فِىْ قَلْبِهٖ وَيَكْفِيْهِ ضَيْعَتُهٗ وَتَأْتِيْهِ الدُّنْيَا وَهِىَ رَاغِمَةٌ ۔فَرَحِمَ اللّٰهُ
امْرَاً سَمِعَ مَقَالَتِىْ حَتّٰى يُبَلِّغَهٗ غَيْرَهٗ۔ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ وَلَيْسَ بِفَقِيْهٍ وَرُبَّ
حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ أَرِقَّاءَ كُمْ اَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ
وَاكْسُوْهُمْ مِمَّا تَلْبَسُوْنَ فَاِنْ جَاءَ بِذَنْبٍ لَا تُرِيْدُوْنَ أَنْ تَغْفِرُوْهٗ ،فَبِيْعُوْا
عِبَادَاللّٰهِ وَلَا تُعَذِّبُوْهُمْ۔ اُوْصِيْكُمْ بِالْجَارِ حَتّٰى أَكْثَرَ فَقُلْنَا اِنَّهٗ سَيُوْرِثُهٗ
۔ اَيُّهَا النَّاسُ؛اِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَدّٰى لِكُلِّ ذِىْ حَقٍّ حَقَّهٗ وَاِنَّهٗ لَايَجُوْزُ وَصِيَّةٌ لِوَارِثٍ
وَالْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔ وَمَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ
اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا ۔ اَلْعَارِيَةُ
مُؤَدَّاةٌ وَالنِّحْلَةُ مَرْدُوْدَةٌ وَالدَّيْنُ مَقْضِىٌّ وَالزَّعِيْمُ غَارِمٌ ۔ وَأَنْتُمْ
تُسْئَلُوْنَ عَنِّىْ وَمَا أَنْتُمْ قَائِلُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ أَنَّكَ بَلَّغْتَ وَ أَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ۔

ترجمہ؛

’’اے لوگو؛تمھاری جانیں اورتمھارے اموال تم پرعزت وحرمت والے ہیں یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو۔یہ اسی طرح ہے جس طرح تمھارا آج کا یہ دن حرمت والا ہے۔ اورجس طرح تمھارا یہ مہینہ حرمت والا ہے۔بیشک تم اپنے رب سے ملاقات کروگے وہ تم سے تمھارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔

سنو؛اللہ کا پیغام میں نے پہنچادیا ہےاورجس شخص کے پاس کسی نے امانت رکھی ہواس پرلازم ہے کہ وہ اس امانت کواس کے مالک تک پہنچادے سارا سود معاف ہےلیکن تمھارے لیےاصل زرہے نہ کسی پرظلم کرونہ تم پرکوئی ظلم کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ کوئی سود نہیں۔سب سے پہلے جس ربا کو میں کالعدم قرار دیتا ہوں وہ عباس ابن مطلب کا سود ہے۔یہ سب کا سب معاف ہے۔میں زمانہ جاہلیت کی ہر چیز کو کالعدم قرار دیتا ہوں اور تمام خونوں میں سے جو خون میں معاف کر رہا ہوں وہ عبدالمطلب کے بیٹے حارث کے بیٹے ربیعہ کا خون ہے جو اس وقت بنوسعد کے ہاں شیر خوار بچہ تھا اور اسے قبیلہ بنو ہذیل نے قتل کر دیا تھا۔

اے لوگو؛ شیطان اب اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ اس زمین پر کبھی اس کی عبادت کی جائے گی۔لیکن اسے یہ توقع ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے گناہ کرانے میں کامیاب ہو جائے گا۔اس لیے تم چھوٹے چھوٹے اعمال سے ہوشیار رہنا۔

اے لوگو؛ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، میں تمھیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔کیونکہ وہ تمھارے زیر دست ہیں، وہ اپنے بارے میں کسی اختیار کی مالک نہیں اور یہ تمھارے پاس اللہ کی طرف سے امانت ہیں اور اللہ کے نام کے ساتھ وہ تم پر حلال ہوئی ہیں تمھارے ذمہ اُن کے حقوق ہیں اور تمہارا اُن پہ حق یہ ہے کہ وہ تمھارے بستر کی حرمت برقرار رکھیں۔اور اُن پر لازم ہے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں۔اور اگر اُن سے ایسی کوئی حرکت سرزد ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمھیں اجازت دی ہے کہ تم اُن کو اپنی خوابگاہوں سے دور کر دو۔اور انھیں بطور سزا کے مارو لیکن جو ضرب شدید نہ ہو۔اور اگر وہ باز آ جائیں تو پھر تم پر لازم ہے کہ تم اُن کے خورد و نوش اور لباس کی عمدگی کا خیال رکھو۔

اے لوگو؛ میری بات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرو بیشک میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے۔

میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جن کو اگر تم مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

اور وہ ہیں اللہ کی کتاب (قرآن حکیم) اور میری سنت۔

اے لوگو؛ میری بات غور سے سنو اور اس کو سمجھو تمھیں یہ چیز معلوم ہونی چاہیئے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

کسی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے مال سے اس کی رضا مندی کے بغیر کچھ لے پس تم آپس میں ظلم نہ کیا کرو۔

جان لو؛ کہ دل اِن تین باتوں پر حسد و عناد نہیں کرتے۔کسی بھی عمل کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرنا۔حاکم وقت خود کو از راہ خیر خواہی نصیحت کرنا۔

مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ شامل رہنا۔

اور بے شک اِن کی دعوت اُن لوگوں کو بھی گھیرے ہوئے ہے جو اِن کے علاوہ ہیں۔جس کی نیت طلب دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کے فقر و افلاس کو اس کی آنکھوں کے سامنے عیاں کر دیتا ہے اور اس کے پیشہ کی آمدن منتشر ہو جاتی ہے اور نہیں حاصل ہوتا اس کو اس سے مگر اتنا جو اس کی تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے اور جس کی نیت آخرت میں کامیابی حاصل کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور اس کا پیشہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور دنیا اس کے پاس اس حالت میں آتی ہے کہ وہ ناک گھسیٹ رہی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے میری بات کو سنا اور دوسروں تک پہنچایا۔بسا اوقات وہ آدمی وہ فقہ کے کسی مسئلے کا جاننے والا ہوتا ہے وہ خود فقیہ نہیں ہوتا اور بسا اوقات حامل فقہ کسی ایسے شخص کو بات پہنچاتا ہے جو اس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔

تمھارے غلام، تمھارے غلام جو تم خود کھاتے ہو اُن کو بھی کھلاؤ اور جو تم خود پہنتے ہو اُن کو بھی پہناؤ۔اگر اُن سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے جس کو تم معاف کرنا پسند نہیں کرتے تو اُن کو فروخت کر دو۔

اے اللہ کے بندو؛ اِن کو سزا نہ دو۔

میں پڑوسی کے بارے میں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔

اے لوگو؛ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے، اس لیے کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ اپنے کسی وارث کے لیے وصیت کرے بیٹا بستر والے کا ہے اور بدکار کے لیے پتھر ہے جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے بغیر کسی طرف منسوب کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بدلہ اور مال قبول نہ کرے گا۔

جو چیز کسی سے مانگ کر لو اسے واپس کرو عطیہ ضرور واپس ہونا چاہیے اور قرضہ لازمی طور پر اسے ادا کرنا چاہیے اور جو ضامن ہو اس پر اس کی ضمانت ضروری ہے۔

تم سے میرے بارے میں دریافت کیا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟

صحابہ نے بہ یک زبان کہا؛

ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام ہم کو پہنچا دیا ہے اپنے فرض کو ادا کیا اور اس میں خلوص کی حد کر دی۔

[*17]

نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو یہ عظیم الشان خطبہ دیا اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان دیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز ظہر کے لیے اذان کہی پھر اقامت کہی۔

لوگوں نے صفیں درست کیں تا حد نظر سر ہی سر تھے۔

میدان عرفات میں اُس روز کتنے لوگ تھے اس بارے میں مختلف روایات ہیں تاہم یہ بات یقینی ہے وہاں سارا عرب امنڈ آیا تھا اسلام عرب بھر میں پھیل چکا تھا اور لوگ ایک لاکھ سے زیادہ ہی تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے نماز ظہر کی دو رکعتیں ادا کیں اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز عصر کے لیے اقامت کہی اور لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز عصر ادا کی۔ یوم عرفہ کا باقی

سارا وقت نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کے لیے دعاؤں میں گزارا۔ مورخین نے اُس روز کی جن مناجات کو محفوظ رکھا اور وہ ہم تک پہنچی اُن کو ہم ذیل میں تحریر کر رہے ہیں۔
اُن دُعاؤں میں سے ایک یہ تھی۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِیْ نَقُوْلُ وَخَيْرًا مِمَّا نَقُوْلُ ۔
اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ وَاِلَيْكَ مَاٰبِیْ وَلَكَ تُرَاثِیْ۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ وَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْأَمْرِ۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبُكَ مِنْ شَرِّ مَا يَجِیءُ بِهِ الرِّيْحُ وَمِنْ شَرِّ مَايَلِجُ فِیْ اللَّيْلِ وَشَرِّ مَا يَلِجُ فِیْ النَّهَارِ وَشَرِّ بَوَائِقِ الدَّهْرِ۔

اے اللہ؛ ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں اس طرح جس طرح ہم تیری حمد کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بہتر۔
اے اللہ؛ میری نمازیں، میری قربانیاں، میری زندگی اور میری موت صرف تیرے لیے ہے۔
میرا لوٹنا بھی تیری جناب میں ہے اور میری میراث بھی تیرے حوالے ہے۔
اے اللہ؛ میں عذاب قبر سے، سینہ میں پیدا ہونے والے وسوسوں اور کسی مقصد کے منتشر ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔
اے اللہ؛ میں ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کا سبب ہوا ہو اور اس چیز کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو دن میں داخل ہو نیز زمانے کی تباہ کاریوں کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پہ یہ دُعا فرمائی۔

" اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِی وَتَرٰی مَكَانِیْ ، وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ ، لَا یَخْفٰی عَلَیْكَ شَیْءٌ مِنْ أَمْرِیْ اَنَا البَائِسُ الْفَقِیْرُ، اَلْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ ،اَلْوَجِلُ الْمُشْفِقُ

الْمُقِرُّ اَلْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ ، أَسْئَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِیْنِ ، وَأَبْتَهِلُ اِلَیْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ وَأَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِیْرِ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ عَبْرَتُهٗ وَذَلَّ جَسَدُهٗ وَرَغِمَ اَنْفُهٗ لَكَ ' اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِیًّا وَكُنْ بِیْ رَءُوْفًا رَحِیْمًا یَا خَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ وَیَا خَیْرَ الْمُعْطِیْنَ۔

اے اللہ؛ تو میری گفتگو کو سنتا ہے۔ میری قیام گاہ کو دیکھ رہا ہے۔ میرے باطن اور ظاہر کو جانتا ہے، میرے حالات میں سے کوئی چیز تجھ پہ مخفی نہیں، میں غمزدہ فقیر ہوں، میں تیری جناب میں فریاد کرنے والا ہوں، پناہ مانگنے والا ہوں، ڈرنے والا، خوفزدہ اپنے گناہوں کا اقرار واعتراف کرنے والا، میں تجھ سے ایک مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں اور ایک گنہگار ضعیف اور کمزور کی عاجزی کی طرح عاجزی کرتا ہوں اور تیری جناب میں اس طرح دُعا کرتا ہوں جس طرح ایک ڈرنے والا نابینا دُعا مانگتا ہے، جس کی گردن تیرے لیے جھک گئی ہے جس کے آنسو تیرے خوف سے بہہ رہے ہیں، جس کا جسم عاجزی کر رہا ہے، جس کی ناک تیری بارگاہ میں خاک آلود ہے۔

اے اللہ؛ مجھے شقی نہ بنانا اور میری دُعا قبول کرنا اور میرے ساتھ مہربانی اور رحم کا سلوک کرنا۔

اے اُن سب سے بہترین جن سے مانگا جاتا ہے اور اُن سب سے بہتر جو عطا کرتے ہیں۔

****

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ یہ دُعا بھی اُس روز کی دعاؤں میں شامل تھی جسے ہم

ضیاالنبی سے ذیل میں تحریر کر رہے ہیں۔

"لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ،لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ ،بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَئىءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا ، وَفِیْ صَدْرِیْ نُوْرًا اوَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا ۔
اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَيَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ وَسْوَاسِ الصَّدْرِ ، وَ شَتَاتِ الْاَمْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّمَا يَلِجُ فِی اللَّيْلِ وَشَرِّبُوَائِقَ الدَّهْرِ۔

****

"کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ سارے ملک، ساری تعریفیں اسی کے لیے ہیں، ساری بھلائیاں اس کے دستِ قدرت میں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
اے اللہ؛ میرے دل میں نور کر دے، میرے سینے میں نور کر دے، میرے کانوں میں نور کر دے، میری آنکھوں میں نور کر دے،
اے اللہ؛ میرے سینے کو اپنے لیے کھول دے، میرے ہر حصے کو اپنے لیے آسان فرما۔
میں سینہ کے وسوسوں سے، حالات کے پراگندہ ہونے سے، قبر کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔
اے اللہ؛ جو فتنہ رات میں داخل ہوتا ہے اور دن میں داخل ہوتا ہے میں اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس کے شر سے جس کے ساتھ ہوائیں چلتی ہیں اور زمانہ کی ہلاکت انگیزیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

[*18]

****

مورخین نے لکھا ہے کہ اسی موقع پر جب نبی اکرم ﷺ لوگوں کو خطبہ حج دے کر فارغ ہوئے تب سورۃ مائدہ کی یہ آیات اتاری گئیں جس میں اس بات کی خبر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا دین مکمل کر دیا ہے اور اُن پہ اپنی نعمت تمام کر دی ہے۔

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ۔

(القرآن الحکیم سورۃ المائدہ ۳ ؛ آیات۵)

ترجمہ؛

''آج میں نے تمھارے لیے دین کو اور اپنی نعمت تم پہ تمام کر دی ہے اور تمھارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

****

یوم عرفہ یعنی نو ذوالحجہ بزور جمعۃ المبارک نبی اکرم ﷺ جب دعاؤں سے فارغ ہوئے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور رات کا اندھیرا پھیلنے لگا تھا تب نبی اکرم ﷺ منی سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے۔لوگوں کا انبوع کثیر تھا جس نے نبی اکرم ﷺ کی سواری کو اپنے حصار میں لیا ہوا تھا۔بے حد دھکم پیل تھی نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی پر اُن کے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سوار تھے جو بار بار لوگوں کو پکارتے اور کہتے؛

لوگوں آہستہ چلو دھکم پیل مت کرو۔

اطمینان سے چلو۔

رسول اللہ ﷺ کو تکلیف مت پہنچاؤ۔

آخرامت مسلمین کا یہ اولین قافلہ مزدلفہ پہنچا۔
نبی اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور مسلمانوں نے نماز مغرب اور نماز عشاء ایک ساتھ ادا کی۔اس کے بعد نبی اکرم ﷺ اپنے خیمے میں تشریف لے گئے اور صبح کی نماز سے قبل اپنے خیمے سے باہر نہیں آئے۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ اس دوران نبی اکرم ﷺ نے آرام کیا۔جب صبح ہوئی تو فجر کی نماز اول وقت میں ادا کی۔اس کے بعد اپنی اونٹنی پہ سوار ہوئے اور معشر حرام تشریف لے آئے ۔وہاں قبلہ رو ہو کر دیر تک رب العزت سے راز و نیاز ہوتے رہے دعائیں مانگی جاتی رہیں اور قبول کی جاتی رہیں۔
جب صبح کی سپیدی اچھی طرح پھیل گئی تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کیا اور منی کے لیے روانہ ہوئے نبی اکرم ﷺ کی سواری جب بطن محسر یعنی اُس وادیٔ میں پہنچی جہاں ابرہہ کی فوج پہ اللہ کا عذاب اترا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی اونٹنی کی رفتار تیز کر دی اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ ﷺ کسی ایسی جگہ سے گزرتے جہاں کسی قوم پر اللہ کا عذاب اترا ہو تو جلدی کرتے۔اس کے بعد نبی اکرم ﷺ منی پہنچے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سواری سے نیچے اتر آئے اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے لیے کنکریاں چنیں۔
نبی اکرم ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے وہ کنکریاں لیں اور اونٹ پہ سوار رہتے ہوئے ہی شیطان کو کنکریاں ماریں۔لوگوں کا بے پناہ ہجوم نبی اکرم ﷺ کی سواری کے اطراف پھیل چکا تھا نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو بیٹھنے کا حکم دیا لوگ نبی اکرم ﷺ کی سواری کے چاروں طرف بیٹھ گئے۔
تب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو یہ خطبہ دیا۔

حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی باتوں کو بلند آواز سے دھراتے جاتے وہ نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی کے عین منہ کے نیچے کھڑے تھے وہ کہتے ہیں اونٹنی کے منہ سے گرنے والی جھاگ میرے کندھوں کے درمیان گر رہی تھی اور میں رسول اللہ ﷺ کی باتوں کو بلند آواز سے دہرا رہا تھا تا کہ دور و نزدیک سب لوگوں تک نبی اکرم ﷺ کی بات پہنچ جائے۔

آج یوم نحر تھا چنانچہ اُس روز نبی اکرم ﷺ نے منیٰ سے لوگوں کو خطاب کیا اور فرمایا؛

" اَلَا اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالسَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ

الَّذِیْ بَيْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ اَتَدْرُوْنَ اَیُّ يَوْمٍ هٰذَا؟

قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ وَسَكَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ فَقَالَ اَلَيْسَ هٰذَا يَوْمَ النَّحْرِ ؟

قُلْنَا بَلٰی قَالَ اَیُّ شَهْرٍ هٰذَا؟

قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ فَسَكَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ ذُوالْحِجَّةِ قُلْنَا بَلٰی ۔ قَالَ فَاَیُّ بَلَدٍ هٰذَا؟

قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَكَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ الْبَلْدَةَ ؟ قُلْنَا بَلٰی قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِیْ بَلَدِكُمْ هٰذَا ، فِیْ شَهْرِكُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ وَ يَسْئَلُكُمْ عَنْ اَعْمَالِكُمْ اَلَا لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اَلَا لِيُبَلِّغْ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلِّغُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ اَوْعٰی لَهٗ مِنْ

بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ ثُمَّ قَالَ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ اللّٰهُمَّ فَاشْهَدْ۔

حاضرین میری بات توجہ سے سنو؛

زمانہ گردش کرتے ہوئے اس حالت پر پہنچ گیا ہے جب اس کا آغاز ہوا، جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا گیا۔ سال کے بارہ مہینے ہیں اِن میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں تین لگا تار ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے، کیا تم سمجھتے ہو آج کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کی، اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضور کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے ہم نے گمان کیا کہ شاید رسول اللہ ﷺ اس مہینے کا نام بدلنے والے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے سوال کیا؟ کیا یہ یوم النحر نہیں، ہم نے عرض کی اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں، حضور کچھ دیر خاموش رہے تو ہم نے خیال کیا کہ آپ ﷺ شاید اس کا نام بدلنا چاہتے ہیں پھر فرمایا؛ کیا یہ ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے، ہم نے عرض کی اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں، حضور کچھ دیر خاموش رہے تو ہم نے گمان کیا شاید نبی اکرم ﷺ اس مہینہ کا نام بدلنا چاہتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے پھر فرمایا؛ کیا یہ شہر مکہ نہیں ہے، ہم نے عرض کی ،اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے تو ہم نے خیال کیا شاید رسول اللہ ﷺ اس شہر کا نام بدلنا چاہتے ہیں، پھر فرمایا؛ تمھارے خون، تمھارے مال اور تمھاری عزتیں تم پر حرام ہیں اسی طرح جس طرح یہ حرمت والا دن اس حرمت والے شہر میں، عزت وشرف کا مالک ہے اور عنقریب تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے وہ تم سے تمھارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔

کان کھول کے سن لو؛ میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگ جاؤ ۔غور سے سنو؛ جو یہاں موجود ہیں میرا یہ پیغام اُن لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں۔ شاید جس کو تم میرا یہ پیغام پہنچاؤ وہ میرے اس پیغام کو تم سے زیادہ سمجھنے اور یاد رکھنے والا ہو۔ پھر فرمایا بتاؤ کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔

صحابہ نے عرض کی؛ یا رسول اللہ ﷺ بے شک۔
رسول اللہ ﷺ نے بارگاہ رب العزت میں درخواست کی؛
اے میرے اللہ تو گواہ رہنا۔

****

خطبے کے بعد معماً بعد نبی اکرم ﷺ اُس مقام کی طرف تشریف لے گئے جہاں اللہ کی راہ میں جانور قربان کیے جاتے تھے نبی اکرم ﷺ کے پاس قربانی کے سو اونٹ تھے۔
نبی اکرم ﷺ نے تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھوں سے ذبح کیے اور باقی اونٹ ذبح کرنے کا حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بقیہ سینتیس اونٹ ذبح کیے یوں قربانی کا یہ عمل مکمل ہو گیا۔
نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے بھی قربانی کی ازواج مطہرات کی طرف سے ایک گائے ذبح کی گئی۔
قربانی سے فارغ ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حجام کو طلب فرمایا جس کا نام معمر بن عبداللہ بن نضلہ بیان کیا گیا ہے۔
حجام نے نبی اکرم ﷺ کا حلق کیا یعنی سر کے بال اتارے۔
اہل ایمان کا بے پناہ ہجوم تھا جو رسول اللہ ﷺ کے بال حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔ وہاں پہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور اُن کی بیوی اُم سلیم موجود تھیں رسول اللہ ﷺ نے اُن کو حکم دیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک لوگوں میں تقسیم کریں۔
بال اتر چکے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن لوگوں کے دُعا کی جنھوں نے حلق کرایا تھا یعنی تمام بال اتروا دیئے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِیْنَ

اے اللہ حلق کروانے والوں کو بخش دے۔

کچھ صحابہ نے حلق نہیں کرایا تھا بلکہ تھوڑے بال اتروائے تھے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی یا رسول اللہ ﷺ بال ترشوانے والوں کے لیے بھی دُعا فرمائیں تو نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لیے بھی دُعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُقَصِّرِیْنَ ۔

اے اللہ؛ بال ترشوانے والوں کو بھی بخش دے۔

حلق کے بعد نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہؓ کے خیمے میں تشریف لے گئے احرام اتارا قمیض پہنی۔حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ کو خوشبو لگائی اور آپ ﷺ احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو گئے۔

باہر تشریف لائے اور حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا جاؤ اور لوگوں میں اعلان کر دو کہ یہ کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کا دن ہے۔

اس کے بعد ظہر تک نبی اکرم ﷺ نے آرام کیا قربانی کا کچھ گوشت کھایا اور شوربا پیا۔

ظہر سے پہلے ہی اپنی اونٹنی پہ سوار ہوئے اور مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے گئے اس وقت حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ سوار تھے۔

بیت اللہ پہنچ کر طواف زیارت کیا آب زمزم پیا اور منی کی طرف تشریف لے آئے ظہر کی نماز ادا کی پھر شیطانوں کو کنکریاں ماریں۔

اگلے روز گیارہ ذوالحجہ کا دن تھا۔شاید جبرائیل نے آپ ﷺ کو اس بات سے آگاہ فرما دیا تھا کہ وقت رخصت قریب آ لگا ہے اس لیے نبی اکرم ﷺ عجلت میں اپنے خیمے سے نکلے اور اپنی اونٹنی پہ سوار ہو گئے۔عقبہ کے مقام پر تشریف لے گئے جو نسبتاً ذرا بلند مقام تھا۔صحابہ کا جم غفیر تھا جس نے نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی کو گھیر رکھا تھا تب نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو الوداعی خطبہ دیا۔

" اَمَّا بَعْدُ اَیُّھَاالنَّاس ؛
اَلَا وَ اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ ۔اَلَا وَ اِنَّ اَبَا کُمْ وَاحِدٌ اَلَا لَا فَضَل لِعَرِبِیّ عَلیٰ عَجَمِیّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ علیٰ عَرَبِیٍّ وَلَا لِاَسْوَادَ علیٰ اَحْمَرَ ۔ وَلَا لِاَ حُمرَ علیٰ اَحمَرَ ، وَلَا حمَرَ عَلیٰ اَسوَدَ اِلَّا بِالتَّقوٰی۔
اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ ۔ قَالُوْا بَلَّغَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغائِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعیٰ مِنَ السَّامِعِ ۔
ثُمَّ قَالَ اَیُّ شَھْرٍ ھٰذَا ؟
وَ سَکَتُوْا فَقَالَ ھٰذَا شَھْرٌ حَرَامٌ اَیُّ بَلَدٍ ھٰذَا ؟ وَسَکَتُوْا وَقَالَ اِنَّ اللّٰہِ بَلَدٌ حَرَامٌ ۔ اَیُّ یَوْمٍ ھٰذَا ؟ وَسَکَتُوْا۔قَالَ یَوْمٌ حَرَامٌ ۔ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ قَدْ حَرَّمَ دِمَاءِ کُمْ وَ اَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ کَحُرْمَۃِ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا۔فِی یُوْمِکُمْ ھٰذَا اِلیٰ اَنْ تَلْقَوْا رَبَّکُمْ ۔ اِلَا ھَلْ بَلَّغْتُ ؟
قَالُوْا نَعَمْ ۔قَالَ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ ثُمَّ قَالَ اِنَّکُمْ سَتَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ وَیَسْئَلُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ؟
قَالَ النَّاسُ نَعْمَ۔
قَالَ اللّٰھُمَّ اشْھَدْ
اَلَا وَاِنَّ مَنْ کَانَتْ عِنْدَہٗ اَمَانَۃٌ فَلْیُؤَدِّھَا اِلیٰ مَنِ ائْتَمَنَہٗ عَلَیْھَا ۔ اَلَا وَاِنَّ کُلَّ رِبًا فِیْ الْجَاھِلِیَّۃِ مُوضُوْعٌ وَاِنْ کُلَّ دَمٍ فِیْ الْجَاھِلِیَّۃِ مُوْضُوْعٌ ۔ وَاِنَّ اَوَّلَ دِمَاءِ کُمْ اَضْعُ دَمُ اِیَاسِ بْنِ رَبِیْعَۃَ بْنِ حَارِثٍ کَانَ مُسْتَرضِعًا فِیْ بَنِیْ سَعْدِ بْنِ لَیْثٍ وَ قَتَلَہٗ ھُذَیْلُ اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ ؟
اَلَاھَلْ بَلَّغْتُ ؟

قَالُوْا نَعَمْ۔

قَالَ اللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔

فَلْیُبَلِغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ اَلَا اِنَّ کُلَّ مُسْلِمٍ مُحَرَّمٌ عَلیٰ کُلِّ مُسْلِمٍ ۔

ثُمَّ قَالَ اسْمَعُوْا مِنِیّ تَعِیْشُوْا ۔

اِلَا لَا تَظْلِمُوْا ،اِلَا لَا تَظْلِمُوْا، اِلَا لَا تَظْلِمُوْا

اِنَّہٗ لَایَحِلُّ مَالُ امْرَیٍٔ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِنْہُ ثُمَّ قَالَ ۔

اَیُّھَاالنَّاسُ؛

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِیْ الْکُفْرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَ یُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا ،لِیُوَاطِئُوْا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ اَلَا اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَکَھَیْئَتِہٖ یَوْمَ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔

ثُمَّ قَرَأَ اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَاللّٰہِ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا فِیْ عِنْدَاللّٰہِ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًافِیْ کِتَابِ اللّٰہِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ ۔ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْھِنَّ اَنْفُسَکُمْ ثَلَاثٌ مُتَوَالِیَاتٌ ذُوالْقَعْدَۃِ ذُوالْحِجَّۃِ ، مُحَرَّمٌ وَرَجَبُ الَّذِیْ یُدْعٰی شَھْرَ مُضَرَ الَّذِیْ بَیْنَ جُمَادَیْ وَشَعْبَانَ وَالشَّھْرُ تِسْعَۃٌ وَّعِشْرُوْنَ وَثَلَاثُوْنَ۔

اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ؟

قَالَ النَّاسُ نَعَمْ۔

قَالَ اللّٰھُمَّ فَاشْھَدْ۔

ثُمَّ قَالَ اَیُّھَاالنَّاسُ ؛اِنَّ لِلنِّسَآءِ عَلَیْکُمْ حَقًا وَاِنَّ لَکُمْ عَلَیْھِنَّ حَقًّا ۔فَعَلَیْھِنَّ اَلَّا یُوْطِئْنَ فُرُشَکُمْ اَحَدًا وَلَا یُدْخِلْنَ بُیُوتَکُمْ اَحَدًاتَکْرَھُوْنَہٗ اِلَّا بِاِذْنِکُمْ فَاِنْ فَعَلْنَ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ قَد اَذِنَ لَکُمْ اَنْ تَھْجُرُوھُنَّ بِالْمَضَاجِعِ وَ

اَنْ تَضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَاِنِ انْتَهَيْنَ وَ اَطَعْنَكُمْ فَلَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۔

وَاِنَّمَا النِّسَآءُ عِنْدَكُمْ عَوَانٍ ۔لَا يَمْلِكْنَ لِاَنْفُسِهِنَّ شَيْئًا۔

وَاِنَّمَا اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانَةِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ۔فَاتَّقُوْا اللّٰهَ فِىْ النِّسَاءِ وَ اسْتَوْصُوْا بِهِنَّ خَيْرًا۔

اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ؟

قَالَ النَّاسُ نَعَمْ۔

قَالَ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔

يَآ يُّهَا النَّاسُ اِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ اَنْ يُّعْبَدَ بِاَرْضِكُمْ لٰكِنَّهٗ قَدْ رَضِیَ اَنْ يُّطَاعَ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِمَّا تَحْقِرُوْنَهٗ وَقَدْ رَضِیَ بِهٖ اِنَّ الْمُسْلِمَ أَخُوْةٌ وَلَا يَحِلُّ لِايَحِلُّ لِامْرِئٍ مُسْلِمٍ وَمُ اَخِيْهِ وَلَا مَالُهٗ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ ۔

اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِذَ قَالُوْهَا ۔عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَ هُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَا بُهُمْ عَلَى اللّٰهِ لَا تَظْلِمُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا وَ يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابِ بَعْضٍ اِنِّیْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ تَعَالٰى ۔اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ؟

قَالَ النَّاسُ نَعَمْ۔

قَالَ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔

اے لوگو؛ کان کھول کے سن لو تمھارا پروردگار ایک ہے۔کان کھول کر سن لو۔تمھارا باپ ایک ہے۔کان کھول کر سن لو عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو کوئی فضیلت ہے عربی پر۔نہ

کالے رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر اور نہ سرخ رنگ والے کو کالی رنگت والے پر بجز تقویٰ کے۔

اللہ کی جناب میں تم میں سے وہی زیادہ معزز اور محترم ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔

کان کھول کر سنو اور مجھے بتاؤ؛

کیا میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے؟

سب نے کہا؛

بے شک اللہ کے رسول نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا؛

جو یہاں موجود ہیں وہ یہ باتیں اُن لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ بسا اوقات جس کو بعد میں پیغام پہنچایا جائے وہ سننے والوں سے زیادہ عقلمند ہوتا ہے۔

پھر فرمایا، یہ کون سا مہینہ ہے؟

صحابہ خاموش رہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ شہر حرام ہے یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہ پھر خاموش رہے۔

فرمایا، یہ حرمت والا شہر ہے۔

پھر فرمایا؛ آج کون سا دن ہے؟

لوگ خاموش رہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ حرمت والا دن ہے۔

اِن ارشادات کے بعد فرمایا؛

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمھارے خونوں کو، تمھارے اموال کو، تمھاری آبروؤں کو ایک دوسرے پر حرام کر دیا ہے جس طرح یہ مہینہ اس شہر میں اور اس مبارک دن میں جو بڑی عزت و حرمت والا ہے، اور یہ حرمت اُس روز تک برقرار رہے گی جب قیامت کے روز تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے۔

پھر فرمایا؛ لوگو کیا میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔

صحابہ نے کہا۔ بے شک آپ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

اے اللہ تو گواہ رہنا۔

پھر فرمایا ؛ اے لوگو تم اپنے پروردگار سے ملاقات کرو گے اور وہ تم سے تمھارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔

خبردار کیا میں نے تم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟

صحابہ نے کہا؛ بے شک آپ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ اے اللہ تو بھی گواہ رہنا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

خبردار؛ جس شخص کے پاس کسی کی کوئی امانت ہے وہ اس مانت کو حقدار تک پہنچا دے۔

کان کھول کر سن لو؛ میں تمام سود کو کالعدم قرار دیتا ہوں اور تمام خون معاف کیے جا رہے ہیں۔

سب سے پہلا قتل جو میں معاف کرتا ہوں وہ میرے چچا کے بیٹے حارث بن ربیعہ کا خون ہے جو بنی سعد میں شیر خوار بچہ تھا۔

بنو ہذیل نے اِس کو قتل کر دیا تھا۔

خبردار؛ کیا میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟

صحابہ نے عرض کی؛

بے شک آپ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

اے اللہ تو بھی گواہ رہنا۔

پھر فرمایا؛ جو حاضر ہیں اُن پر واجب ہے کہ میرے پیغامات اُن تک پہنچا دیں جو یہاں موجود

نہیں۔

کان کھول کر سن لو؛ ہر مسلمان دوسرے مسلمان پہ حرام ہے۔

پھر فرمایا؛ میری بات اچھی طرح سن لو؛ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا، ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا، ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا،

کسی مسلمان کا مال دوسرے مسلمان پہ حلال نہیں جب تک کہ وہ خوشی سے نہ دے۔

پھر فرمایا؛ اے لوگو (حرمت والے مہینوں کو) ہٹا دینا اور اضافہ کر دینا کفر ہے گمراہ کیے جاتے ہیں اس سے وہ لوگ جو کافر ہیں، حلال کر دیتے ہیں ایک ماہ کو ایک سال اور حرام کر دیتے ہیں اسی کو اگلے سال تا کہ پوری کریں گنتی اِن مہینوں کی جنھیں حرام کیا ہے اللہ نے۔

کان کھول کر سن لو؛ کہ زمانہ لوٹ کر پھر اسی دن پر آ گیا ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔

پھر قرآن حکیم کی کچھ آیات پڑھیں۔

مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں بارہ ہے جس دن اللہ تعالٰی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اِن میں سے یہ چار حرام ہیں یہی درست دین ہے پس نہ ظلم کرو تم اِن میں اپنے نفسوں پر۔

یہ تین مہینے مسلسل ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور چوتھا رجب ہے جس کو شہر مضر کہا جاتا ہے جو جمادی الاول اور شعبان کے درمیان ہے اور مہینے کے دن کبھی اُنتیس اور کبھی تیس ہوتے ہیں۔

خبردار؛ کیا میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟

صحابہ نے عرض کی؛

بے شک آپ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

اے اللہ تو بھی گواہ رہنا۔

پھر فرمایا، اے لوگو؛ عورتوں کے تم پر حقوق ہیں اور تمھارے حقوق اُن پر ہیں۔

تمھارے حقوق اُن پر یہ ہیں کہ وہ تمھارے بستر کو روندنے کی کسی کو اجازت نہ دیں اور جن کو تم ناپسند کرتے ہو انھیں تمھارے گھروں میں داخل نہ ہونے دیں بجز تمھاری اجازت کے۔

اور اگر وہ ایسا کریں تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس بات کا اذن دیا ہے کہ تم اِن کے بستروں کو اپنے سے الگ کر دو اور یہ کہ انھیں ذدوکوب کرو جو زیادہ شدید نہ ہو۔

پس اگر وہ باز آ جائیں اور تمھاری فرمانبردار بن جائیں تو اُن کے لیے خوردونوش اور لباس معروف طریقہ سے پیش کرنا تم پہ لازم ہے۔

بے شک عورتیں تمھارے زیردست ہیں وہ اپنے لیے کسی چیز کی مالک نہیں تم نے انھیں اللہ تعالیٰ سے بطور امانت لیا ہے اور اللہ کے کلام سے تم نے اُن کو اپنے لیے حلال کیا ہے۔ پس عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اُن کے بارے میں ایک دوسرے کو بھلائی کی نصیحت کرو۔

خبردار؛ کیا میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟

صحابہ نے عرض کی؛

بے شک آپ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

اے اللہ تو بھی گواہ رہنا۔

پھر فرمایا، اے لوگو شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ تمھاری اس سرزمین پہ اُس کی پوجا کی جائے گی لیکن وہ اس بات پہ راضی ہو گیا کہ تم چھوٹے چھوٹے گناہوں کا ارتکاب کرتے رہو۔

بے شک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے بے شک سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی مسلمان کے لیے اپنے بھائی کا خون اور مال حلال نہیں جب تک کہ وہ خوشی سے نہ

دے۔

مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کر لیں۔

جب وہ یہ اقرار کرلیں گے تو اپنے خون اور اموال کو مجھ سے محفوظ کرلیں گے بجز اُن کے حق کے اور اُن کے اعمال کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو میرے بعد پھر کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے رہو۔

میں تم میں ایک ایسی مضبوط چیز چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر تم اُس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو راہ راست سے نہیں بھٹکو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔

خبردار؛ کیا میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟

صحابہ نے عرض کی؛

بے شک آپ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

اے اللہ تو بھی گواہ رہنا۔

خطبہ سے فراغت کے بعد نبی اکرم ﷺ اپنی قیام گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔حضرت ابو رافع نے نبی اکرم ﷺ کے لیے وادیٔ ابطح میں خیمہ نصب کر رکھا تھا۔اسی جگہ کو حیف بنی کنانہ بھی کہا جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے عصر مغرب اور عشا کی نمازیں وہیں ادا کیں۔

اگلے روز یعنی تیرہ ذوالحجہ سہ شنبہ کو نبی اکرم ﷺ وادیٔ ابطح سے نکل گئے اور مدینہ کی طرف اپنے سفر کا آغاز کیا۔تاہم نزدیک ہی ایک وادیٔ محصب میں قیام کیا اُس روز تمام نمازیں یہیں ادا کیں رات کو آرام کیا۔

پھر صحابہ کے ساتھ فجر کی نماز سے قبل ہی بیت اللہ کی طرف تشریف لے گئے اور طواف وداع

کیا۔

بیت اللہ سے اپنے خیمے کی طرف واپس ہوئے تو راستے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے خیمے کے پاس ٹھہر گئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیمار تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے عیادت کے لیے رکے تھے ۔حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں تو وہ خوشی سے اٹھ بیٹھے مگر اُن سے بیٹھا نہ گیا کیونکہ اُن کی کمر میں شدید درد تھا اور وہ لیٹ گئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے سرہانے کی طرف بیٹھ گئے اور اُن سے احوال دریافت کیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا؛

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درد سے بے حال ہوں۔

اس کے بعد فرمایا؛ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت بیمار ہوں میں نہیں جانتا کہ میں جانبر ہوں سکوں گا یا نہیں اس لیے حضور مجھے مشورہ دیں کہ میں اپنی ساری دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛

ساری نہیں اپنی کچھ دولت اللہ کی راہ میں خرچ کردو۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک حصہ میں رکھ لیتا ہوں تین حصے انفاق کر دیتا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار میں سر ہلا دیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصف مال؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر انکار میں سر ہلا دیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا؛ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیسرا حصہ؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛ ہاں یہ کافی ہے۔

نبی اکرمﷺ وادئ محصب میں اپنے مسکن پر پہنچے تو رسول اللہﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے نبی اکرمﷺ سے فرمایا؛ یا رسول اللہﷺ میں ایسا حج کر کے واپس جا رہی ہوں جس کے ساتھ عمرہ ہی نہیں ہوا۔

چنانچہ آنخضرت محمدﷺ نے حضرت عائشہؓ کے بھائی حضرت عبدالرحمان ابن ابوبکر کو بلایا اور اُن کو حکم دیا اپنی بہن کو ساتھ لے جاؤ اور عمرہ کر کے مجھ سے یہیں آملو۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس طرح میں اپنے بھائی کے ساتھ روانہ ہوئی ہم نے تنعیم کے مقام سے عمرے کا احرام باندھا۔ پھر ہم مکہ کی طرف روانہ ہوئے عمرہ ادا کیا اور جب ہم واپس وادئ محصب میں رسول اللہﷺ کے پاس پہنچے تو رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔

پھر اسی صبح رسول اللہﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے آپﷺ ثنیہ سفلی شبیکہ کدی کے راستے روانہ ہوئے جو بابِ شکیبہ کے قریب ہے۔

پھر آپﷺ غدیر خم کے مقام پہ پہنچے جو رابغ کے قریب ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ یہاں سے عرب کے مختلف علاقوں کو جانے والے راستے باہم جدا ہوتے تھے اس لیے اس سے قبل کے مختلف قبائل اپنی آبادیوں کی راہ لیں نبی اکرمﷺ نے صحابہ کو اکٹھا کیا اور اُن سے خطاب فرمایا؛

"امابعد؛ ال ایھا النّاسُ فانما انا بشر یوشکان یاتی رسول ربی فاجیب وانا تارك فیکم الثقلین اولھما کتاب اللّٰہ فیہ الھدی والنور فخذوا کتاب واستمسکوبہ واھل بیتی اذکر کم اللّٰہ فی اھل بیتی

من کنت مولاہ فعلی مولاہ ، اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ ۔

"حمد وثنا کے بعد؛ اے لوگو میں اللہ کا ایک بندہ ہوں ممکن ہے کہ خدا کا فرشتہ جلد آجائے اور مجھے

قبول کرنا پڑے میں تمھارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک خدا کی کتاب ہے جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑ و اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں خدا کی یاد دلاتا ہوں جس کو میں محبوب ہوں علی بھی اُس محبوب ہونا چاہیے اے اللہ جو علی سے محبت رکھے اس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ"۔

اس کے بعد عربوں کے قافلے اپنی اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئے نبی اکرم ﷺ بھی اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں آپ ﷺ نے کئی مقامات پہ قیام کیا اور شب بسری کی آخر حجاج کرام کا یہ قافلہ اپنی منزل مقصود کے بالکل قریب پہنچ گیا تب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا ابھی مدینہ میں داخل نہیں ہونا بلکہ یہیں ذوالخلیفہ کے مقام پر پڑاؤ ڈال دو اور رسول اللہ ﷺ کا معمول یہی تھا کہ جب آپ باہر سے تشریف لاتے تو سیدھے اپنے گھر نہ جاتے بلکہ پہلے مسجد جاتے نوافل ادا کرتے گھر والوں کو اپنی آمد کی اطلاع کرتے اس کے بعد گھر تشریف لے جاتے۔

نبی اکرم ﷺ نے رات وہیں ذوالخلیفہ میں گزاری اگلی صبح جب فجر کی نماز ادا ہو چکی تو مدینے کی طرف روانہ ہوئے جب یہ متبرک قافلہ شہر نبوی میں داخل ہوا اور اُن مانوس دیوار و در کو دیکھا جنھوں نے مشکل وقتوں میں نبی اکرم ﷺ کو پناہ دی تھی تب نبی اکرم ﷺ کے لبوں سے بے اختیار یہ دُعا نکلی۔

اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک و الہ الحمد وھو علی قل شیءٍ قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون ، صدق

اللّٰہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ ۔

خدابزرگ وبرتر ہےاس کے سوا کوئی خدانہیں،کوئی اس کا شریک نہیں بس اُسی کی سلطنت ہے، اسی کے لیے ہے مدح اور ستائش اور وہ ہر بات پر قادر ہے ہم لوٹے آ رہے ہیں توبہ کرتے ہوئے فرمانبردارانہ زمین پر پیشانی رکھ کر اپنے پروردگار کی مدح وستائش میں مصروف ہوکر،خدا نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اپنے بندے کی مدد کی اور تمام قبائل کو تنہا شکست دی۔

۱۰ ہجری، بمطابق...اپریل 631ء تا 632ء

متفرقات ۱۰ ہجری

نبی اکرم ﷺ کی ساری زندگی اسلام کو سر بلند کرنے میں گزری۔ یہ جہد وسعی کا ایک طویل سفر تھا جو اپنے دامن میں بہت سی شدتیں، بہت سے امتحان، بہت سی مشکلات لیے ہوئے تھا تاہم ناموافق حالات میں بھی نبی اکرم ﷺ کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے فرض سے غافل نہ ہوئے یہی وجہ ہے کہ آخر عربوں کو حق کے سامنے سر جھکانا ہی پڑا آخر اسلام کا ہلالی پرچم بلند ہوا تب مخالفتیں ندامتوں میں بدل گئیں، نفرتیں محبتوں میں بدل گئیں، خزائیں بہاروں میں بدل گئیں، سختیاں نرمی میں بدل گئیں، عداوتیں چاہتوں میں بدل گئیں، اندھیرے روشنی میں بدل گئے، وحشت کی جگہ امن اور شرک کی جگہ توحید نے لے لی، سارا عرب اسلام کی روشنی سے منور ہو گیا۔ دس ہجری میں نبی اکرم ﷺ کی مصروفیات زیادہ تر مدینہ تک محدود رہیں۔ نبی اکرم ﷺ زیادہ تر عربوں کے اُن وفود کے ساتھ مشغول رہے جو خطہ عرب کے چپے چپے سے مدینہ میں اتر رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ اس سال کسی عرب قبیلے کے خلاف جہاد کے لیے نہ نکلے اگرچہ صحابہ کی جماعتیں اسلام کی دعوت لیے

عرب کے مختلف علاقوں کا رخ کرتی رہیں۔ نبی اکرم ﷺ ذوالقعدہ کے مہینے میں حج کے لیے نکلے اور حج کرنے کے بعد واپس مدینہ پہنچ گئے جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تو یہ ذوالحجہ کی پچیس تاریخ تھی یعنی دس ہجری کا سال گزر گیا تھا اور اُس کے صرف پانچ دن ہی بچے تھے۔ دس ہجری میں رسول اللہ ﷺ کی دیگر کچھ مصروفیات کا تذکرہ متفرقات دس ہجری کے عنوان سے کیا جا رہا ہے۔

منبر کی تعمیر

ابن سعد نے طبقات ابن سعد میں لکھا ہے دس ہجری میں جب نبی اکرم ﷺ کی عمر باسٹھ سال ہوگئی تب نبی اکرم ﷺ پر زیادہ دیر تک کھڑے ہو کر خطبہ دینا گراں گزرنے لگا تو صحابہ نے اس بات کو محسوس کیا اور انھوں نے آپس میں مشاورت کی۔تب حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ ﷺ کے لیے منبر نہ بنا لیں جس پہ بیٹھ کر آپ ہمیں خطاب کریں اور سارے لوگ آپ کو دیکھ سکیں میں نے ملک شام میں دیکھا ہے کہ اُن کے اہم لوگ جب اپنی رعایا سے خطاب کرتے تو منبر پہ بیٹھ کر کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کو نہایت مختصر جواب دیا؛

تم لوگ جو چاہو کرو؛

حضرت عباس بن سہل الساعدی رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ منبر بنانے سے قبل نبی اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ لکڑی کے ایک دوشاخہ سے سہارا لے کر کھڑے ہوتے اور صحابہ سے خطاب فرماتے،شاید وہ لکڑی شوحط کے درخت کی تھی۔بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک یمنی چادر تھی جو چھ ہاتھ لمبی تھی اور ساڑھے تین ہاتھ چوڑی تھی جسے رسول اللہ ﷺ اوڑھ لیتے اور ہم کو جمعہ کا خطبہ دیتے جب آپ ﷺ جمعہ پڑھا کر

فارغ ہو جاتے تو اس چادر کو پھر سے لپیٹ کر رکھ دیا جاتا۔

حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ نے جب نبی اکرم ﷺ سے منبر بنانے کی اجازت حاصل کر لی تب وہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اُن سے کہا میرے ساتھ جنگل کو چلیں ہم لکڑی کاٹ کرلاتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے لیے منبر بناتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛

ٹھہرو میرے غلام کلاب کو آلینے دو وہ لکڑی کے کام کا ماہر ہے۔

چنانچہ جب حضرت عباس ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا غلام کلاب آ گیا تو اُسے ساتھ لے کر ہم لوگ جنگل کی طرف گئے اور اثلہ نامی درخت کاٹ لائے جس کی لکڑی کافی سخت ہوتی تھی۔کلاب نے اس لکڑی سے منبر بنادیا جس کے دو درجے تھے اور تیسری نشست گاہ تھی۔تب رسول اللہ ﷺ اُس منبر پہ بیٹھ کر ہمیں خطبہ دینے لگے نبی اکرم ﷺ جب منبر پر قدم رکھتے تو صحابہ کو سلام کرتے اور جب آپ ﷺ بیٹھ جاتے تو ہمیں دو خطبے دیتے دو جلسے کرتے اور ہمیں انگشت شہادت سے اشارہ کرتے اور ہم لوگ آمین کہتے۔نبی اکرم ﷺ نے بعد میں اپنے منبر کے بارے میں بتایا کہ میرا یہ منبر جنت کے دروازوں سے ایک دروازے پر ہے یا یہ فرمایا کہ میرا یہ منبر میرے حوض (کوثر) پر رکھا ہے تو یاد رکھو جس شخص نے میرے منبر کے سامنے کھڑے ہو کر جھوٹی قسم کھائی وہ جان لے کے کہ اُس کا گھر جہنم ہے۔صحابہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کا منبر بن گیا اور نبی اکرم ﷺ اُس پہ بیٹھ کے ہم کو خطبہ دینے لگے تو ہم نے ایک عجیب سی آواز سنی جیسے کوئی گریہ زاری کر رہا ہو۔ہمیں سمجھ نہ آئی کہ وہ آواز کہاں سے آ رہی ہے ہم نے اپنے چاروں طرف دیکھ لیا مگر اُس گریہ خواں کو نہ پایا پھر ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ منبر سے اتر آئے ہیں آپ ﷺ اُس طرف تشریف لے گئے جہاں وہ دوشاخہ رکھا تھا جس پہ سہارا لے کر رسول اللہ ﷺ ایک عرصے سے ہم کو خطاب فرما رہے تھے تب ہم نے جانا کہ گریہ زاری کی یہ آواز اُس دوشاخے سے آ رہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی جدائی سے

پریشان تھا نبی اکرم ﷺ اُس دوشاخے کے پاس گئے پیار کے ساتھ اُس پہ اپنا ہاتھ رکھا اور اُسے تسلی دی جس کے بعد اُس دوشاخے سے آواز آنا بند ہو گئی۔

آخری رمضان

حضرت ابوعبیدہ بن عبداللہ نے روایت کہ ہم نے محسوس کیا کہ جب سے سورۃ نصر اتاری گئی ہے تب سے رسول اللہ ﷺ زیادہ وقت تنہائی میں گزارنا پسند کرتے ہیں اور ہر وقت استغفار کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ رسول اللہ ﷺ سے ابن سعد نے روایت کہ ہے کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ جب حج سے واپس آئے تب میں نے اکثر رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ کلمات سنے۔

سبحان اللّٰہ وبِحَمدہٗ استغفراللّٰہ و اتوب علیہ۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں آخر میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ ہی لیا یارسول اللہ ﷺ آپ اِن کلمات کی جس قدر کثرت اِن دنوں فرمارہے ہیں اس سے قبل میں نے یہ کثرت کبھی نہیں دیکھی۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو جواب دیا؛

وہ اس لیے کہ میرے پروردگار نے مجھے میری امت سے ایک علامت کی خبر دی ہے کہ جب اس کو دیکھنا تو اپنے پروردگار کی حمد وتسبیح بیان کرنا اور کثرت سے استغفار کرنا اور میں نے اس علامت کو دیکھ لیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا اشارہ سورۃ نصر کی طرف تھا۔

ابن سعد نے ابو صالح سے روایت کی کہ حضرت جبرائیل ہر سال رمضان میں رسول اللہ ﷺ

کوقرآن پڑھایا کرتے مگروہ رمضان جس کے بعدرسول اللہ ﷺ کو اٹھالیا گیا اس رمضان کو رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل کے ساتھ دومرتبہ دورہ قرآن کیا۔ نبی اکرم ﷺ اکثر رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف فرمایا کرتے مگروہ رمضان جس کے بعد آپ ﷺ کو اٹھالیا گیا اُس رمضان کورسول اللہ ﷺ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں جبرائیل علیہ اسلام کو قرآن سنایا کرتے جب نبی اکرم ﷺ اس شب کی صبح کرتے جس میں آپ کو جوسنانا ہوتا وہ سنا دیتے تو آپ ﷺ کی وہ صبح اس حالت میں ہوتی کہ آپ ﷺ حد سے زیادہ سخی ہو جاتے اور رسول اللہ ﷺ سے جو چیز بھی طلب کی جاتی آپ ﷺ انکار نہ فرماتے اور جس رمضان کے بعد آپ ﷺ نے انتقال فرمایا اُس رمضان کو نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل کے ساتھ دومرتبہ قرآن حکیم پڑھا۔

طلیحہ بن اسود عنسی

وہ ایک یمنی کاہن تھا جس نے پہلے اسلام قبول کیا اس کے بعد مرتد ہو گیا اور اپنی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ بنی اسرائیل کے بعض قبائل نے اس کی اطاعت کی اور لوگوں کی ایک جماعت اُس کی نبوت پہ ایمان لے آئی ۔ یہ دس ہجری کے شاید آخری ایام تھے جب نبی اکرم ﷺ کو اس جھوٹے نبی کی اطلاع ملی تو نبی اکرم ﷺ نے ضرار بن الازور کو حکم دیا کہ وہ اس فتنے کی سر کوبی کریں وہ ایک فوجی دستہ لے کر اسود عنسی کی طرف روانہ ہوئے مگر ابھی انھوں نے اسود عنسی کے خلاف فوج کشی نہ کی تھی کہ انھیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی اطلاع ملی وہ سکتے میں آ گئے اور فیصلہ نہ کر سکے کہ دشمن پہ حملہ کریں یا مدینہ لوٹ جائیں اُن کے ساتھ موجود صحابہ بھی رسول اللہ ﷺ کی رحلت سے آزردہ تھے اس لیے اُن کا مطالبہ یہی تھا کہ مدینہ واپس چلا جائے اور وہ مدینہ لوٹ آئے جس سے یہ نقصان ہوا کہ طلیحہ بن اسود عنسی کو قدم جمانے کا موقع مل گیا اُس کے پیروکاروں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔ عرب کے کئی معروف اور طاقتور قبائل نے اُس کی نبوت کو قبول کر لیا جن میں بنو سلیم، بنو غطفان اور بنو ہوازن شامل تھے۔ اس کے علاوہ بنو طے تھے جنھوں نے طلیحہ بن اسود عنسی کو اللہ کا رسول تسلیم کر لیا تھا اور بنو عمار تھے جنھوں نے طلیحہ بن اسود عنسی کو پناہ دے رکھی تھی اور اُس کی نبوت کو قبول کر لیا تھا۔ طلیحہ بن اسود عنسی نجد کے ایک معروف چشمے بزاخہ پر خیمہ زن تھا اور اُس کے اردگرد کئی عرب قبائل جمع ہو چکے تھے

جنھوں نے اسود عنسی کو اللہ کا رسول تسلیم کر لیا تھا دوسری طرف مسلمان رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد اس بڑے صدمے کو سہارنے کی کوشش میں تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ منتخب ہو چکے تھے انھوں نے مسلمانوں سے مشاورت کے بعد ایک لشکر طلیحہ اسود عنسی کی طرف بھیجا قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سونپی۔

مشاورت کی اس مجلس میں بنو طے کے رئیس عدی بن حاتم بھی موجود تھے انھوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے درخواست کی آپ اس لشکر کو ضرور روانہ کریں مگر چند دن کی تاخیر کے ساتھ تا کہ میں اپنے قبیلے کو اسود عنسی کے چنگل سے آزاد کرا سکوں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی درخواست قبول فرما لی۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے انھوں نے اپنے قبیلے کو سمجھایا بجھایا اور بنو طے اُن کی بات مان گئے انھوں نے اسود عنسی سے علیحدگی اختیار کر لی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تیزی سے دشمن کی طرف روانہ ہوئے اُن کا لشکر قریب پہنچ چکا تھا جب انھوں نے دیکھا کہ بنو طے اسود عنسی سے الگ ہو گئے ہیں تو انھوں نے اسود عنسی اور اُس کے حواریوں پہ حملہ کر دیا۔ قبل ازیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوج کے ہراول دستے کو اسود عنسی کے حواریوں نے گھیر لیا تھا اور انھوں نے حضرت محصن بن عکاشہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ثابت بن اقرم انصاری کو شہید کر دیا تھا جس کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بہت دکھ تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا حملہ بہت تیز تھا مسلمان اگرچہ تعداد میں کم تھے اور دشمن بہت زیادہ مگر حضرت خالد ولید رضی اللہ عنہ کی جنگی مہارت سامنے اُن کا ٹھہرنا محال تھا۔ مسلمانوں کا بے پناہ دباؤ تھا جس کو محسوس کر کے اسود عنسی کے بھائی جو اپنی افواج کا سربراہ تھا نے سمٹنا شروع کر دیا تھا۔

اسود عنسی ایک طرف چادر اوڑھے بیٹھا تھا اور لوگوں کو دھوکا دے رہا تھا کہ ابھی اُس پہ وحی

اترے گی۔

بنوغطفان کا سردار عینیہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ بھی اسود عنسی کا پیرو تھا وہ عربوں کا دبنگ سردار تھا اسود عنسی کی اُس کے سامنے کوئی حیثیت نہ تھی و۔ہ اسود کے پاس آیا اور اُس سے کہا کیا ابھی وحی نہیں آئی۔

اُس نے کہا؛ نہیں

عینیہ بن حصن فزاری دوبارہ لڑنے کو چلا گیا مگر جلد ہی اُس نے محسوس کر لیا کہ اُن کو شکست ہونے والی ہے۔

وہ دوبارہ اسود عنسی کے پاس آیا اور اور اُسے پاؤں کی ٹھوکر مار کر کہا؛

کیا ابھی تجھے وحی نہیں آئی۔

اسود عنسی نے کہا؛

وحی آ گئی ہے فرشتے نے مجھ سے کہا ہے تیرے ساتھ وہی ہو گا جو تیرے نصیب میں ہو گا۔

عینیہ بن حصن فزاری نے اُسے چادر سے پکڑ کر گھسیٹ لیا اور لوگوں سے پکار کے کہا؛ لوگو؛ یہ جھوٹا نبی ہے میں تو اسے چھوڑ کر جا رہا ہوں وہ اپنے قبیلے کو لے کر الگ ہوا تو دوسرے عرب بھی بھاگ گئے۔ مرتدین میں بہت سے لوگ قتل ہوئے بہت سے گرفتار ہوئے اور لوگوں کی ایک بہت بڑی اکثریت نے اُسی وقت پھر سے اسلام قبول کر لیا۔

عینیہ بن حصن فزاری کو مسلمانوں نے گھیر لیا طلیحہ بن اسود عنسی کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

طلیحہ بن اسود عنسی نے دوبارہ کلمہ پڑھ لیا مگر عینیہ بن حصن فزاری نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بدتمیزی کی اور ترش روئی کے ساتھ پیش آیا اُس نے اسلام بھی قبول نہ کیا اس لیے اُس کو قتل کر دیا گیا۔

مسیلمہ کے قاصد

مسیلمہ کذاب بھی ایک جھوٹا نبی تھا۔اُس نے نو ہجری میں اپنی نبوت کا اعلان کیا وہ بھی اہل یمن سے تھا اور یمامہ اُس کا مسکن تھا۔مسیلمہ کذاب کا تعلق بنو حنیفہ کے ساتھ تھا۔مسیلمہ ایک عیار اور کمینہ شخص تھا۔ وہ بنو حنیفہ کے لوگوں کے ساتھ مدینہ آیا تھا۔ بعد میں اُس نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ اعلان نبوت کے بعد وہ ایک بار مدینہ آیا تھا۔وہ مدینہ میں اپنی بیوی بنت حارث بن کریز کے ہاں اترا۔ نبی اکرم ﷺ حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے ساتھ اُس کے گھر گئے تا کہ اُسے اُس خسارے سے آگاہ کر سکیں جس میں وہ گرا جا رہا تھا مگر اُس نے رسول اللہ ﷺ کی بات سننے کے بجائے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کر دیا کہ میں آپ پر ایمان لاتا ہوں مگر آپ علان کر دیں کہ آپ کے بعد نبوت مجھے منتقل ہو گئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُس بد بخت کو جواب دیا میرے ہاتھ میں یہ جو چھڑی ہے میں تو یہ بھی تجھے نہ دوں کجا کہ میں تجھے نبوت اور حکومت میں شامل کروں۔اس کے بعد دس ہجری میں مسیلمہ کذاب کے دو قاصد رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لیے مسجد نبوی میں اترے اُن میں سے ایک کا نام ابن اثال تھا اور دوسرے کا نام ابن نواحہ تھا۔

انھوں نے مسیلمہ کذاب کا خط نبی اکرم ﷺ تک پہنچایا۔

نبی اکرم ﷺ نے مسیلمہ کے قاصدوں سے پوچھا؟

کیاتم اُس کو نبی مانتے ہو؟ مسیلمہ کے قاصدوں نے اعتراف کیا۔
نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم؛ اگر قاصدوں کو قتل کرنے کی کوئی روایت موجود ہوتی تو میں تم دونوں کو قتل کرادیتا۔ مسیلمہ کے قاصد واپس چلے گئے اور یہ دس ہجری کا آخری مہینہ تھا۔
نبی اکرم ﷺ نے پردہ فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر المومنین منتخب ہوئے تو انھوں نے فتنہ ارتداد کے خاتمے کے لیے کئی لشکر روانہ کیے جن میں سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے طلیحہ بن اسود عنسی پہ حملہ کیا۔ جبکہ حضرت عکرمہ بن ابن ہشام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مسیلمہ کذاب پہ حملہ کریں۔ چنانچہ انھوں نے صحابہ کی جماعت کے ساتھ مسیلمہ کذاب پہ حملہ کیا اور اُسے قتل کر دیا۔ وحشی ابن حرب نے اپنے برچھے سے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا۔

باذان کا انتقال

باذان ایرانی النسل تھے۔وہ بہرام گور کی اولاد سے تھے جو ایران کا نامی بادشاہ ہو گزرا ہے جس کا تعلق ساسانی قوم کے ساتھ تھا۔باذان کسریٰ کی جانب سے یمن کے گورنر تھے۔اُن کے ایمان لانے کا ایمان افروز واقعہ سیرۃ المزمل میں تحریر کیا جا چکا ہے اس لیے ہم یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتے صرف اس قدر یاد رہے کہ کسریٰ پرویز کے قتل کے بعد وہ اسلام لے آئے تھے جن کی وجہ سے یمن کے بہت بڑے علاقے میں اسلام کی روشنی پھیل گئی تھی۔وہ بہت راسخ العقیدہ مسلمان تھے اُن کو رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا موقع نہ مل سکا تھا تاہم اُن کے قاصد نے رسول اللہ ﷺ کو اُن کے اسلام لانے کی اطلاع پہنچا دی تھی اور نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لیے دُعائے خیر بھی فرمائی تھی۔چونکہ اہل یمن کی کثیر آبادی انھی کی وجہ سے مشرف بہ اسلام ہوئی تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اُن کو یمن کی امارت پہ برقرار رکھا تھا۔عہد اسلامی میں یہ یمن کے پہلے اسلامی گورنر تھے اور شاہان عجم سے پہلے شخص تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت سے نوازا تھا انھوں نے دس ہجری کو انتقال فرمایا۔

ابراہیم کی وفات

ربیع الاول دس ہجری کو نبی اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم نے اٹھارہ ماہ کی عمر میں انتقال فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ کو اُن کی وفات سے بہت صدمہ پہنچا اُن کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ تھیں جن کو شاہ مصر مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو آزاد کر کے اُن سے نکاح کر لیا تھا۔ حضرت ابراہیم کی پیدائش سے رسول اللہ ﷺ بہت خوش تھے مگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کچھ اور تھا اور رسول اللہ ﷺ کو آخری عمر میں اس دُکھ کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم عوالی مدینہ کی ایک انصاری عورت کا دودھ پیتے تھے وہ ایک لوہار کا گھر تھا جہاں ہر وقت دھواں بھرا رہتا رسول اللہ ﷺ اپنے بیٹے سے ملنے اُس کے گھر جایا کرتے آنحضرت محمد ﷺ اپنے بیٹے کو گود میں لے کر پیار کیا کرتے انھیں چومتے اور اُن سے کھیلتے رہتے اور اُس دھویں کی پرواہ بھی نہ کرتے جو مسلسل آپ ﷺ کو پریشان کیے رہتا۔ پھر اٹھارہ ماہ بعد حضرت ابراہیم نے انتقال فرمایا۔ حضرت جابرؓ اُن کے انتقال کا احوال بیان کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت محمد ﷺ اُس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے گھر میں تھے کہ صحابہ نے اطلاع کی کہ حضرت ابراہیم کی حالت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ آپ ﷺ حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر کی طرف چلے۔ نبی اکرم ﷺ گھر پہنچے اور آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم کو اپنی گود میں لے لیا

وہیں اُن کی آخری سانسیں پوری ہوئیں۔ نبی اکرم ﷺ رو رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

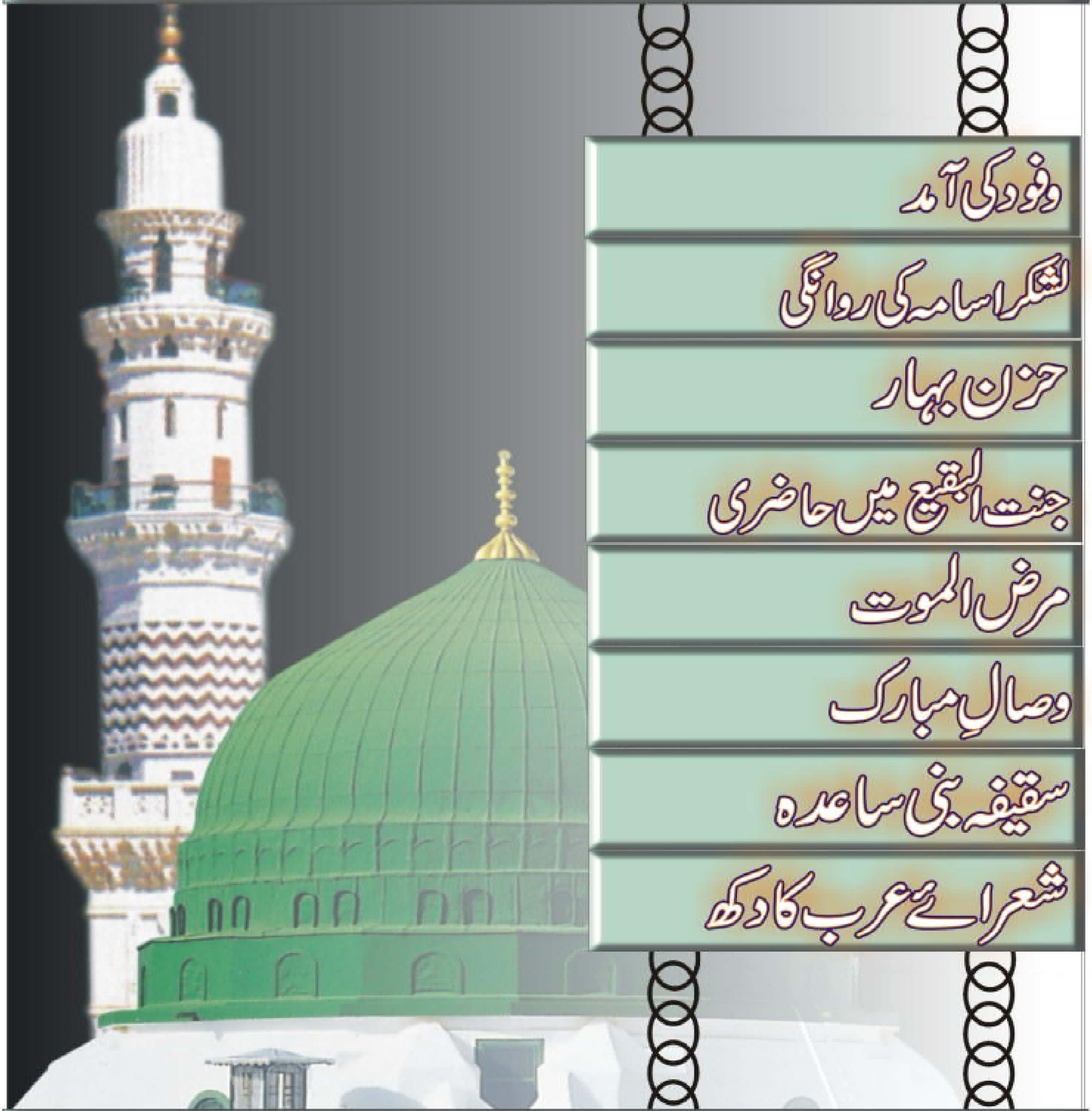
اے ابراہیم ؛ ہم تیرے فراق میں غمزدہ ہیں ہماری آنکھیں رو رہی ہیں اور دل میں جلن ہے۔ پھر لوگوں نے حضرت ابراہیم کو دفن کر دیا ہم لوگ واپس آئے تو ہم نے دیکھا کہ سورج کی روشنی ماند پڑ گئی ہے سورج کو گرہن لگ گیا ہے لوگوں نے کہا یہ ضرور رسول اللہ ﷺ کے صاحبزدے کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ بے قرار ہوا ٹھے اور باہر آ کر لوگوں سے کہا؛

"ان الشمس والقمر ایتان من ایت اللّٰہ لا ینکسفان لموت احد ولا نھلحیات فاذا رأیتموھا فاعو االلّٰہ وصلو احتی یتجلی۔

سورج اور چاند گرہن اللہ کی نشانیاں ہیں کسی کی موت اور حیات سے نہیں گہناتے جب تم گہن کو دیکھو تو اللہ سے دُعا کرو اور نمازیں پڑھو حتیٰ کہ سورج کھل جائے۔

[*19]

یکم محرم 11 ہجری بمطابق 8 اپریل 632ء



- وفود کی آمد
- لشکر اسامہ کی روانگی
- حزن بہار
- جنت البقیع میں حاضری
- مرض الموت
- وصالِ مبارک
- سقیفہ بنی ساعدہ
- شعرائے عرب کا دکھ

سیرت المزمّل ﷺ مدنی عہدِ رسالت

محرم ۱۱ ہجری، بمطابق... اپریل 632ء

رفعتوں کا تسلسل

زندگی سانسوں کے اُس تسلسل کا نام ہے جس کا آنا جانا اُس تحرک کا پتا دیتا ہے جس کے پس منظر میں خواہشوں اور آرزوؤں کا طلسم کارفرما ہے۔ روزِ اول سے انسان نے اِس دنیا میں ہی اپنی خوشیوں کی اُس جنت کو تلاشا ہے جہاں اُس کی طلب آسودگی محسوس کر سکے مگر اپنے اس منتہائے مقصود کی تلاش میں انسان نے ہمیشہ اُس راہ کو اختیار کیا ہے جس کی طرف اُس کے نفس نے اُس کی راہنمائی کی ہے۔ اگرچہ انسان کے شعوری ارتقاء کے ہر پڑاؤ پہ خالق نے اس امر کا اہتمام ضرور کیا تھا کہ انسان کو منزل تک لے جانے والے راستے روشن رہیں مگر انسان نہ نجانے کیوں اپنے نفس کی پکار پر اندھیرے رستوں ہی کا راہی رہا۔ وہ کبھی بھی مکمل طور پہ اپنے اندر سے اٹھنے والی اُس صدائے بازگشت پہ اپنی توجہ مذکور نہ کر سکا جو اُسے ہر اُس قدم پہ ٹوکتی رہی جو راستی سے ہٹا ہوا تھا۔ قرآن حکیم میں انسان کی فطری کجروی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ انسان پرلے درجے کا جھگڑالو اور سخت جلد باز واقع ہوا ہے۔ چنانچہ تاریخ کے ہر دریچے سے اسی انسانی رویے کی آتی صدا

رہی، اُس نے اللہ کے اُن نیک بندوں سے ہمیشہ جھگڑا کیا جو اُسے راہ ہدایت بتانے کے لیے اترے تھے، جو اُس کی آسانی چاہتے تھے، جو اُس کی نجات کے خواہش مند تھے، جو اُس کی بھلائی کی آرزو رکھتے تھے، جو اُن کے لیے کامیابی کی ضمانت بن کے آئے تھے۔ لوگوں نے اُن کی تعلیمات کا انکار کیا اُن کے افکار سے پہلو تہی کا رویہ اختیار کیا، اُن کو ایذا پہنچائی، بنی اسرائیل تو اس قدر بد بخت اور گمراہ قوم ثابت ہوئے کہ وہ اپنے انبیاء کو قتل کر دیا کرتے۔

چنانچہ ایران کے مجوسیوں سے لے کر ہند کے آریاؤں تک، مصر کے فرعونوں سے لے کر فلسطین کے قبطیوں تک، روم کے نصرانیوں سے لے کر عرب کے عربوں تک لوگ اللہ کے انبیاء کا انکار ہی کرتے آئے۔ یہ انسانی انحراف کا ایک طویل تسلسل ہے جو تاریخ کے بکھرے اوراق میں انمٹ نقوش کی طرح ثبت ہے۔ انسان نے تمدنی طور پہ بہت ترقی کی مگر تہذیبی طور پہ اُس کے اطوار کو تاریخ کے کسی بھی موڑ پہ اطمینان بخش قرار نہیں دیا جا سکتا۔

کبھی جاہلیت کی رسموں نے اُسے آزار پہنچایا تو کبھی وہ فلسفہ کی دقیق فکر تلے دب کے رہ گیا، کبھی آباء پرستی نے اُسے گمراہ کیا تو کبھی مذہبی پروہتوں نے اُس کی زندگی اجیرن کر دی، کبھی انسان نے آسمانی اوتار بن کے اسے ڈسا تو کبھی وہ خود اپنی توہم پرستی کی وسعتوں میں گم کسی بھٹکے آہو کی طرح حیران و ششدر زیست کرتا رہا، کبھی وہ ان گڑھ پتھروں کو پوجتا رہا تو کبھی گھڑے ہوئے پتھروں کو معبود مانتا رہا، خالق کی طرف سے انتہائی اہتمام کے باوجود انسان کی فکری پستی کا سفر جاری رہا کہ شاید اُس کی یہ روش خالق کے منصوبے کا حصہ رہی ہو۔ تاریخ کے اکثر و بیشتر صفحات کراہت کے منظروں سے بھرے پڑے ہیں، انسان اپنے شرف کو کم و بیش بھول چکا تھا اُس نے نہ طوفان نوح سے سبق سیکھا نہ قوم بنی اسرائیل کے منصب خلافت سے محروم ہو جانے پہ کوئی اشک ندامت اُس کی پلکوں سے گرا، نہ قوم ثمود کی بربادی اُسے ہدایت کی طرف لائی، نہ قوم عاد کی عظمت رفتہ سے اُس نے کوئی لمحہ عبرت کشید کیا۔ وہ انکار ہی کرتا رہا حق سے انکار، سچ سے انکار، حقیقت سے انکار، علم سے انکار، دلیل سے انکار، رسالت سے انکار، توحید سے انکار، اور اِس انکار کے پیچھے اُس کے پاس کوئی بھی عقلی دلیل نہ

تھی بس اُس کا نفس تھا جو اُسے انکار پہ اکساتا رہا۔اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں فرمایا ہے "قسم ہے زمانے کی انسان خسارے میں ہے"۔اور انسان کا یہی خسارا تو خالق کو پسند نہیں یہی بات انسان کو حضرت نوحؑ سے لے کر حضرت ابراہیمؑ تک نے سمجھائی اور یہی بات لے کر موسیٰ وعیسیٰ علیہ السلام لے کر اترے اور یہی بات رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو بتائی مگر آنحضرت محمد ﷺ کو اُس وقت شدید حیرت کا سامنا کرنا پڑا جب اُن کی قوم نے اُن کی بات ماننے سے انکار کیا اس لیے کہ اُن کی قوم کے پاس انکار کی کوئی وجہ کوئی جواز کوئی دلیل موجود نہ تھی مگر پھر بھی انھوں نے انکار کیا کہ یہ اُسی طویل تر انکار کا تسلسل تھا جو صدیوں سے انسان کا وطیرہ رہا ہے۔مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کے ہر پیامبر کو اپنے پیغام کی حقانیت پہ شرح صدر حاصل ہوتا ہے اس لیے انھوں نے کبھی بھی انکار کی شدت کو نظر میں نہیں رکھا بلکہ اپنی دعوت کی رفعت ہی اُن کے پیش نظر رہی۔وہ ہمیشہ دعوت پہ کمر بستہ رہے وہ بغیر کسی غرض کے لوگوں کو راستی کی طرف بلاتے رہے۔

ریگزار عرب میں جب پہلے پہل رسول اللہ ﷺ نے اپنے اقرباء اور اعزا کو دعوت حق کی طرف بلایا تو اُن لوگوں نے بھی نبی اکرم ﷺ کے پیغام سے انکار کیا جن سے نبی اکرم ﷺ کو اس بات کی ذرا بھی توقع نہ تھی۔نہ صرف آپ ﷺ کے اپنے خاندان نے انکار کیا بلکہ اُن کے انکار میں شدت بھی تھی جو اس بات کی علامت تھی کہ وہ پوری طرح آباء پرستی کے شکنجے میں کسے ہوئے ہیں۔نتیجہ یہ نکلا کہ کل کے دوست آج کے دشمن بن گئے،کل جو ساتھی تھے آج انھوں نے راہیں بدل لیں کل جو مونس وغمخوار تھے آج وہی گلے میں کپڑا ڈالنے والے بن گئے،کل جو امین وصدیق کہتے تھے آج وہی انکار کرنے والوں کی اگلی صف میں کھڑے تھے۔

کوئی دلیل اُن کو قائل کرنے کے لیے کافی نہ تھی کوئی نشانی اُن کے انکار میں دراڑ نہ ڈال سکی،وہ چاند کو ٹوٹتا دیکھ کر حیران تو ہوتے مگر اگلے ہی لمحے اُسے جادو قرار دے دیتے،وہ کنکریوں کی زبان سے حق کی شہادت تو سنتے مگر اگلے ہی لمحے قبائلی عصبیت اُن پہ غلبہ پالیتی،وہ رسول اللہ ﷺ کی شرافت اور اعلیٰ نسب کے تو قائل تھے مگر اُن کے پیغام سے انکاری تھے،اہل مکہ کے انکار کی شدت کم ہونے

کی بجائے بڑھتی ہی رہی کہ شاید انھیں حق کی جستجو ہی نہ تھی، اُن کی اکثریت کی کوئی ذاتی رائے ہی نہ تھی وہ اپنے سردار کی طرف دیکھتے وہ انھیں جس طرف ہانکتا وہ جانوروں کی طرح اُسی طرف دوڑ پڑتے۔ وہ چھپ کر تو قرآن سن لیتے کہ قرآن کی معجزاتی فصاحت و بلاغت اُن کی راتوں کی نیندیں چھین رہی تھی مگر دن کی روشنی میں اُن کا انکار کسی سخت چٹان کی طرح اپنی جگہ ہی کھڑا رہتا۔ وہ حرم کے والی اور حضرت ابراہیم کی اولاد تھے مگر کی حق قبول کرنے استعداد سے محروم دکھائی دیتے۔ پھر دلوں کو چیر دینے والی قرآنی صدا سے دلوں میں چھید ہونے لگے کچھ لوگ حق کے اجالوں میں اترنے لگے۔ اگرچہ خود رسول اللہ ﷺ کے خاندان بنو ہاشم سے بہت کم لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔

تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنو ہاشم کی مستحکم قبائلی عصبیت کے حصار میں تھے اس لیے دشمن سوچ سمجھ کے ہاتھ ڈالتے تھے کہ وہ جانتے تھے کہ بنو ہاشم ادھار رکھنے والے نہیں بلکہ فوری بدلہ لینے والے لوگ ہیں اور اِسی قبائلی عصبیت کی بنا پہ رسول اللہ ﷺ مکہ کی گلیوں میں عرب کے بازاروں میں، حرم کے دروازوں پہ، وادی کی گھاٹیوں میں، منیٰ کے میدانوں میں، عرفات کے خیموں میں، عکاظ کے میلوں میں، مجنہ کی رونقوں میں، ذی طویٰ کے ویرانوں میں، شعب کی ڈھلوانوں میں، حرا کی تنہائیوں میں، ثور کی ڈھلوانوں پہ، سلمیٰ واجا کی پہاڑیوں پر، ندوہ کے ایوانوں میں بلا خوف و خطر لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے رہے دین کی دعوت پہنچاتے رہے، قرآن کی آیات سناتے رہے، دانش کی طرف بلاتے رہے، حقیقت کی نشاندہی کرتے رہے جس کی بنا پہ دین اسلام ہر گزرتے دن شہر مکہ کے گھروں میں دبے پاؤں داخل ہونے لگا۔

تب اہل مکہ نے جانا کہ کسی کا بھائی رسول اللہ ﷺ کی پیروی اختیار کر چکا ہے تو کسی کا بیٹا عجیب عجیب باتیں کرنے لگا ہے، کسی کا باپ دینِ حق کو قبول کر چکا ہے تو کسی کا غلام احد احد پکارتا ہے۔ اول اول اہل قریش کی مخالفت زبانی کلامی تھی۔ جب انھوں نے دیکھا کہ اسلام اُن کے گھروں میں داخل ہو چکا ہے تو انھوں نے ظلم و تشدد کا بازار گرم کر دیا۔ اسلام قبول کرنے والے کمزور و نادار لوگ تھے اس لیے اُن پہ دست درازی آسان تھی۔ جن کے خاندان مضبوط تھے اُن کو اپنے خاندان کی

طرف سے ایذا کا سامنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اُن کو دین حق کی طرف بلاتے رہے مگر اہل مکہ کا انکار برقرار رہا۔ پانچ سال گزر گئے قریش کا ظلم وستم حد سے بڑھ گیا۔ نبی اکرم ﷺ کے حکم پر صحابہ کے ایک گروہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی کچھ عرصے بعد دوسرے گروہ نے ہجرت کی۔ آٹھ سال اور بیت گئے اہل مکہ کا انکار برقرار رہا بلکہ اُس میں شدت آ گئی تھی۔

پھر رسول اللہ ﷺ اللہ کے حکم سے مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے گئے کہ مکہ میں انکار تھا تو مدینہ میں اقرار تھا، مکہ میں نفرت تھی تو مدینہ میں محبت تھی، مکہ میں کڑی دھوپ تھی تو مدینہ میں خنک چھاؤں تھی مکہ میں ظلم تھا وحشت تھی تو مدینہ میں امن تھا سلامتی تھی، مکہ کے سردار دشمنی پہ اتر آئے تھے تو مدینہ کے سردار راہوں میں پلکیں بچھائے بیٹھے تھے، اہل مکہ دشمن تھے تو اہل مدینہ دوست تھے، مکہ کی وسعتیں تنگ ہوگئیں تھیں تو مدینہ کا ظرف کشادہ ہوگیا تھا، مکہ کے ریگزار سلگتے تھے تو مدینہ کے نخلستان مہکتے تھے ، مکہ میں بادِ صرصر تھی تو مدینہ میں بادِ صبا کا چلن تھا، اہل مکہ حق کے انکاری تھے تو اہل مدینہ حق کی محافظت کا عہد کرتے تھے، اہل مکہ صاحب جفا تھے تو اہل مدینہ پیکر وفا تھے، اہل مکہ قرآن سے انکاری تھے تو اہل مدینہ قرآن کے قاری تھے۔ پھر وہ وقت آیا جب اہل مدینہ کو آزمایا گیا تو اہل مدینہ آزمائش میں پورے اترے۔ قریش نے تلواریں نکالیں تو اوس وخزرج اپنے بیٹوں کے ساتھ نکلے بھائیوں کے ساتھ نکلے، خون بہانے اور خون دینے کا عزم لے کر نکلے۔

حق و باطل میں پہلا میدان بدر کے کنویں پہ سجا اور قریش کے سارے سردار قتل ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کا فرعون ابو جہل ہے چنانچہ اُس روز بدر ابو جہل کو قتل کیا گیا، ولید بن عقبہ مارا گیا، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ بھی قتل ہو گئے، امیہ ابن خلف کو بھی قتل کر دیا گیا ، نبیہ اور منبہ پسران حجاج بھی قتل ہو گئے۔ قریش مکہ پہنچے تو وہ مہینوں نے اپنے سرداروں کا نوحہ کرتے رہے۔ پھر انتقام کی آگ بجھانے کے لیے وہ احد پہاڑ کے دامن میں اترے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کو پس پشت ڈالا تو قریش کو مسلمانوں کو قتل کرنے کا موقع مل گیا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، مسلمان اکٹھے ہوئے اور

انھوں نے قریش کو مار بھگایا۔قریش پھر آئے مدینے کا محاصرہ کیا مگر اللہ نے اُن کے دلوں میں خوف ڈال دیا۔وہ پھر بھاگ کھڑے ہوئے اِس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی۔اہل مکہ کو پھر حوصلہ نہ ہوسکا کہ مدینہ پہ دھاوا بھول سکیں وہ اس قدر مرعوب تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مذاکرات کی میز پر آ گئے اور مسلمانوں سے معاہدہ کر لیا۔

پھر وہ معاہدے سے پھر گئے اور نبی اکرم ﷺ ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ شہر مکہ میں اترے۔قریش میں اب مدافعت کی طاقت نہ تھی وہ چھپ گئے مکہ فتح ہو گیا پھر وہ اسلام لے آئے اب صرف بدوی عرب تھے پھر وہ بھی سرنگوں ہو گئے بنو ہوازن اور بنو غطفان نے اسلام قبول کر لیا۔بنو ثقیف یعنی اہل طائف نے مدینہ آ کر اپنے قصوروں کی معافی مانگ لی اور اسلام قبول کر لیا۔یہ ایک طویل جدو جہد تھی صبر و ثبات کا ایک طویل تسلسل تھا جس سے گزر کے اسلام عربوں کے دل میں اترا تھا اور اب گیارہ ہجری کے آغاز پہ صورت حال یہ تھی کہ آنخضرت محمد ﷺ کی بعثت کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔جزیرہ نمائے عرب میں باطل کے تمام قلعے مسمار ہو چکے تھے۔اہل عرب کے صنم خانوں میں دھول اُڑ رہی تھی۔اُن کے معبدوں میں ہو کا عالم تھا،تو ہم پرستی کی ردا تار تار ہو چکی تھی،حتیٰ کہ اُن کے ذہنوں میں آباد طلسم کدوں کا نام و نشان بھی مٹ چکا تھا۔جانے کتنی صدیوں سے قائم اُس نظام کو شکست و ریخت کا سامنا تھا جس میں ظلم و ناانصافی کے ساتھ ساتھ کفر بھی شامل تھا۔

نسلی عصبیت اور قبائلی تعصب کی جگہ اسلامی اخوت اور مساوات محمدی نے لے لی تھی چنانچہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ کسی عربی کو کسی عجمی پہ کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فوقیت نہیں۔اس کے برعکس علم دانائی اور تقویٰ کو معیار فضیلت قرار دے دیا گیا تھا،صدیوں پرانے فرسودہ نظام حیات کا ملبہ دور دور تک بکھرا ہوا تھا اور اس بکھرے ہوئے ملبے پر ایک نئے تمدن ایک نئی ثقافت اور ایک نئے شعور کا قصر عظمت تعمیر ہو چکا تھا اور اب جزیرۃ العرب کا ہر ہر گوشہ ہر ہر قریہ نئے ضابطہ حیات کی سرمدی روشنی سے جگمگا رہا تھا ہر قسم کی ملوکیت اور فرعونیت کا انسداد کر دیا گیا تھا۔خاص طور پہ اہل عرب میں انسانوں

کو غلام بنانے کا جو دستور تھا اسلام نے عملاً غلامی کے اس سماج کے خاتمے کی بنیاد رکھ دی تھی اور غلاموں کے حقوق کا تعین کر کے شرف انسانی کی بحالی کا انقلابی قدم اٹھالیا گیا تھا۔ جمہوری انداز فکر انسان کی سوچوں میں بیدار ہو کر ایک توانا اور مضبوط اجتماعی رویئے کا روپ دھار چکا تھا۔ انسانی تاریخ میں پہلی بار انسان کے بنیادی حقوق کا تعین کیا گیا تھا۔ قافلہ ہائے ماہ وسال خیر اور روشنی کی راہوں پہ گامزن تھے قرآنی تصور زیست نے روشن روشن اور اجلے دنوں کو انسان کا مقدر بنا دیا گیا تھا کہ تب سماجی جبر کا حصار ٹوٹ چکا تھا، دختر حوا کے پاؤں کی زنجیریں کٹ چکی تھیں، یتیموں بیواؤں اور غریبوں کے برہنہ سر ڈھانپ دیئے گئے تھے۔ خوشحالی اور آسودگی کے چراغ ہر گھر کے دریچوں سے جھانک رہے تھے، سکون اور اطمینان کی دولت ہر آنگن میں اتر رہی تھی، بندگی کا نور جبینوں میں چمک رہا تھا، آنکھوں میں شرم وحیا کی کندیلیں روشن تھیں کہ ذکر الٰہی اور تعلیمات قرآنی سے فکری انتشار اور نظری تضادات کا خاتمہ ہو چکا تھا۔

نفسیاتی الجھنوں میں بندھے انسان کو خوف خدا اور خشیت الٰہی نے ہر بندھن سے آزاد کر دیا تھا۔ آج کا انسان اپنے عجز اور خالق کی ہیبت کا ادراک حاصل کر چکا تھا وہ جان چکا تھا کہ ازل سے ابد تک کس کی بادشاہت ہے اور اُن کا خالق علیم وخبیر ہے۔ عالمی اُفق پہ دائمی امن کی بشارتیں تحریر کی جا چکی تھیں قرآن اترنے کے بعد یوں محسوس ہوتا کہ جیسے زیست ایک نئی کروٹ لے کر بیدار ہوئی ہو اور اُس نے عجلت میں فرسودگی اور جہالت کا پیرہن اتار دیا ہو۔

اسلامی انقلاب اپنی پوری تخلیقی توانائیوں روحانی صداقتوں اور ازلی سچائیوں کے ساتھ عربوں کی پور پور میں داخل ہو چکا تھا اور زندگی پہ اترنے والی بہار اِن ازلی سچائیوں کی تصدیق کر رہی تھی، تحریک اسلامی نے اپنے تمام اہداف حاصل کر لیے تھے، عالمی اُفق پہ اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے زمین ہموار ہو چکی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی رسالت کی تکمیل ہو چکی تھی۔ دین توحید کے مکمل ہونے کا اعلان بھی کیا جا چکا تھا۔ بصیرت نبوی خالق کی پوشیدہ حکمتوں کو محسوس کر رہی تھی اس لیے تاجدار رسالت نے اپنے قریبی ساتھیوں کو خالق کی منشا سے آگاہ کر دیا تھا۔ یہ دُکھ صحابہ کی بساط سے

بڑھ کے تھا۔ انھوں نے کبھی اس بات کا تصور بھی نہ کیا تھا کہ اُن کی زندگی میں کوئی ایسا سورج بھی طلوع ہوگا جس میں نبی اکرم ﷺ اُن کے بیچ موجود نہ ہوں گے مگر یہ فیصلہ خالق کا تھا اس لیے انھیں بہر حال اس کو قبول کرنا تھا۔

گیارہ ہجری دکھ اور حزن کا سال تھا۔ اِس سال رسول اللہ ﷺ صحابہ سے رخصت ہو گئے، اس سانحہ عظیم کے تذکرے سے پہلے ہم گیارہ ہجری کے دیگر واقعات تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں کہ خود ہم سیرۃ المزّمل کے اس طویل تسلسل میں کامل دس سال اس قدر محور ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ اس دوران دنیا میں کیا ہوتا رہا۔ میرے شب و روز تاریخ کی گرد آلود راہداریوں میں گزرے، میرے دن اور راتیں اِسی ایک کام کے لیے وقف رہیں، میرے لمحات زیست کا لمحہ لمحہ اسی قرض کو اتارنے میں مصروف رہا میرا وقت مکہ کے ریگزاروں اور مدینہ کے نخلستانوں میں گزرتا میری راتیں اور میرے خواب بھی عجیب سے تھے میں اپنے بستر پہ سوتا تو صحرائے عرب کے کسی خیمے میں جاگتا کبھی میری آنکھ حرم میں کھلتی تو کبھی میں تلواروں کی جھنکار سے جاگتا اور کسی غزوے میں خود کو موجود پاتا اور یہ سب اُس عظیم سعادت کی بدولت تھا جس کا مجھے حکم دیا گیا تھا اور یہ محض اللہ رب العزت کا فضل اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کا اثاثہ تھا کہ یہ طویل سفر طے ہوا اور اب منزل کے خدوخال قدرے واضح ہونے لگے ہیں۔

اگر چہ ابھی وہ دھندلے سے ہیں کہ ابھی مجھے سیرت المزمل کی کئی جلدیں مزید تحریر کرنی ہیں میں سوچتا ہوں کہ اگر وہ سب ہو گیا جو میری اوقات میرے علم میری بساط سے بہت زیادہ ہے تو باقی جلدیں بھی انشاء اللہ احاطہ تحریر میں آ جائیں گی جن میں اُن امور کی طرف اپنی توجہ مبذول کی جائے گی جن کو اسلام کا عکس قرار دیا جا سکتا ہے۔ علم کی بے قدری اور جہالت کی وجہ سے آج ہمارے سماج ہمارے معاشرے میں جن رسم و رواج کو جن بدعات و عادات کو اسلام کہا جا رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ اُن کا اسلام کو دور سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ ہماری کوشش ہوگی کہ اسلام کے اجلے چہرے سے اُس راکھ کو اڑا سکیں جو لوگوں نے اپنی جہالت کی بنا پر ردائے اسلام پر چڑھا دی ہے اللہ ہمارا حامی و مددگار ہو

آمین۔

محرم ۱۱ ہجری، بمطابق... اپریل 632ء

بنوزبید کا وفد

عرب دین کی حیثیت سے اسلام کو قبول کر چکے تھے اس لیے عرب کے وہ قبائل جو ابھی تک اس سعادت سے محروم تھے وہ اسلام قبول کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی جلدی میں تھے۔اسی لیے تو بنوزبید سے عمرو بن مہدی کرب تیزی سے اپنے قبیلے کے لوگوں کو ساتھ لے کر نکلا اور شہر مدینہ کو روانہ ہوا۔عمرو بن مہدی کرب اپنے زمانے کا مشہور شہ سوار اور عمدہ جنگجو تھا۔وہ ابھی اپنے علاقے کی حدود کے اندر ہی تھا تو اُس نے قیس بن مشکوح المرادی کو دیکھا جو اُس کا دوست تھا اور قبیلہ بنومراد کا سردار تھا۔عمرو بن معدیکرب نے قیس سے کہا؛ ہمارے ساتھ نکلو کہ ہم مدینہ میں عربوں کے اُس سردار کے پاس جاتے ہیں جنھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور شہر مکہ جن کے قبضے میں ہے ہم اُن سے بات کریں گے اُن کی بات سنیں گے اگر ہم کو اُن کی بات پسند آ گئی تو ہم اُن کا دین اختیار کر لیں گے ورنہ واپس لوٹ آئیں گے۔

قیس نے انکار کیا اور کہا؛ مجھے اس امر میں کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔

عمرو بن مہدی کرب نے کہا؛ میں تو اسی میں بھلائی دیکھتا ہوں کہ اُن سے ملا جائے جنھوں نے عربوں کی کایا پلٹ کے رکھ دی ہے۔

اس کے بعد انھوں نے اپنی سواریوں کو ایڑ لگائی اور اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئے وہ مدینہ پہنچے اور کون تھا جو اس در سے خالی اٹھا ہو۔ چنانچہ بنو زبید کے سب لوگوں نے اپنے دامن خوشیوں سے بھر لیے اور آخروی فلاح کے رستے کو چن لیا۔

قیس بن مشکوح المرادی کو خبر پہنچی کہ عمرو بن مہدیکرب نے اسلام قبول کر لیا ہے تو اُس کو برا لگا اُس نے عمرو بن مہدیکرب کی ہجو کہی۔

جواب میں عمرو بن مہدیکرب نے بھی کچھ اشعار کہے ہم اِن اشعار کو آپ کے لیے الروض الانف سے تحریر کر رہے ہیں۔

اَمَرْتُکَ یَوْمَ ذِیْ صَنْعَاء

اَمْراً بَادِیًا رَشَدُہٗ

میں نے تجھے ذی صنعا کے مقام پر ایک ایسے امر کے متعلق کہا تھا جس کی ہدایت واضح تھی۔

اَمَرْتُکَ بِاتِّقَاءِ اللّٰہ

وَالْمَعْرُوْفِ تَتَّعِدُہٗ

میں نے تجھے اللہ سے ڈرنے اور نیکی کرنے کی تلقین کی تھی اور اُس بات کی طرف بلایا تھا جس کو تو پہچانتا تھا۔

خَرَجْتُ مِنْ مِثْلَ الْا
حُمِيْرِ غَرَّهٗ وَتِدُهٗ
میں نے اپنی آرزو سے اُس چھوٹے گدھے کی طرح نکلا جسے کھونٹی نے دھوکہ دیا ہو۔

تَمَنَّانِیْ عَلٰی فَرَسٍ
عَلَيْهِ جَالِسًا اَسَدُهٗ
اب میری آرزو اس گھوڑے پر بیٹھنے کی ہے جس پر بیٹھنا شیر پر بیٹھنا ہے۔ [20*]

بنو نخع کا وفد

لوگ اُن سے پہلے بھی اسلام قبول کرتے اور اُن کے بعد بھی اور آج تک لوگ اسلام قبول کرتے چلے آئے ہیں۔مگر بنو نخع کی خصوصیت یہ ہے کہ عربوں میں وہ آخری قبیلہ تھے جنھوں کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا۔اُن میں سے اکثر لوگ مسلمان تھے چونکہ وہ یمن کی طرف سے آئے تھے اس لیے وہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے سے پہلے ہی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کر چکے تھے۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ بنو نخع کا ایک بہت بڑا وفد مدینے میں اترا جو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کرنا چاہتا تھا۔وہ اپنے عہد کی تجدید کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے تھے۔وہ تعداد میں دو سو سے بھی زیادہ تھے اس لیے اُن کو رملہ بنت حارث کے گھر اتارا گیا۔اگلے دن انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی اُن میں سے ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے قریب ہوا اور عرض کی؛

یارسول اللہ ﷺ؛

میرا نام زرارہ بن عمرو ہے اور میں کئی روز سے عجیب و غریب خواب دیکھ رہا ہوں کیا رسول اللہ ﷺ مجھے اُن خوابوں کے بارے میں کچھ بتائیں گے جن کی وجہ سے میں پریشان ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

ضرور؛تم مجھے اپنے خوابوں سے آگاہ کرو۔

زرارہ بن عمرو نے عرض کی؛

یارسول اللہ ﷺ جب میں راستے میں تھا تو ایک رات میں نے بکری کا ایک بچہ دیکھا جو سیاہ اور ابلق ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

جب تم اپنے وطن سے نکلے تو تمھاری بیوی امید سے تھی۔

زرارہ بن عمرو نے اعتراف کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تب اللہ تعالیٰ نے تجھے بیٹا عطا فرمایا ہے۔

حضرت عمرو بن زرارہ کچھ دیر سوچتے رہے پھر عرض کی؛

یارسول اللہ ﷺ مگر اُس کا ابلق ہونا سمجھ سے باہر ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

میرے قریب ہو جا؛

حضرت عمرو بن زرارہ نبی اکرم ﷺ کے قریب ہوا تو آپ ﷺ نے اُس کے کان میں کہا؛

کیا تمھارے جسم کے بعض حصوں پہ برص کے داغ نہیں جنھیں تم لوگوں سے چھپاتے ہو۔

حضرت عمرو بن زرارہ ششدر رہ گئے اور عرض کی؛

یارسول اللہ ﷺ؛

خدا کی قسم آپ اللہ کے سچے رسول ہیں کیونکہ اس سے قبل میرے رب کے سوا اور کوئی شخص اس زار سے واقف نہ تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تمھارے بیٹے پہ انھی کا اثر ہے۔

حضرت عمرو نے زرارہ نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ عربوں کے مشہور بادشاہ نعمان بن منذر نے

اپنے ہاتھوں نے جڑاؤں کنگن پہن رکھے ہیں اس کا کیا مطلب ہوا؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تمھارے اس خواب میں ملک عرب کی طرف اشارہ ہے جہاں ایک طویل مدت کے بعد امن و امان قائم ہوا ہے۔

حضرت عمرو بن زرارہ نے کہا؛

یا رسول اللہ ﷺ؛ میں نے خواب میں دیکھا کہ زمین سے ایک بڑھیا نکلی ہے جس کے کچھ بال سیاہ ہیں اور باقی سفید ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا کی عمر بس اسی قدر رہ گئی ہے جس قدر ایک ایسی بڑھیا کی زندگی باقی رہتی ہے جس کے کچھ بال سیاہ اور باقی سارے بال سفید ہوں۔

حضرت عمرو بن زرارہ نے عرض کی؛

یا رسول اللہ ﷺ میں نے خواب میں دیکھا کہ زمین سے آگ نکل رہی ہے اور وہ لوگوں کو پکارتی ہے حتیٰ کہ وہ میرے اور میرے بیٹے عمرو کے درمیان آ گئی اس سے کیا مراد ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اس میں اُس عظیم فتنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جب لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے اور باہم الجھ پڑیں گے جس طرح ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے الجھ کر رہ جاتی ہیں۔

حضرت عمرو بن زرارہ نے سوال کیا یہ فتنہ کب واقع ہوگا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اگر تیرا بیٹا مر گیا تو اسے تو پالے گا اور اگر تو مر گیا تو تیرا بیٹا اس کو پالے گا۔

حضرت عمرو بن زرارہ نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے

دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس فتنے سے محفوظ رکھے۔

نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ رب العزت میں التجا کی اے میرے رب میرے اس بندے کو اُس فتنے سے محفوظ رکھ۔

اور ایسا ہی ہوا کچھ عرصہ بعد حضرت عمرو بن زرارہ تو انتقال فرما گئے مگر اُن کا بیٹا اس فتنے میں ملوث ہو گیا اول اول وہ حضرت عثمان کا حمایتی تھا مگر آخر میں وہ خارجیوں کے ساتھ مل گیا۔ بنو نخع کے لوگوں کی آمد کا مقصد پورا ہو گیا تو وہ اپنے وطن کو لوٹ گئے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

"اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا"

گیارہ ہجری کے واقعات اپنے اندر حزن و یاس کا وہ رنگ رکھتے ہیں حساس دل جن کو اپنے اشک بنا لیتے ہیں عرب بھری بہار میں لٹ گئے تھے ابھی تو اُن کے خواب ادھورے تھے، ابھی تو وہ مدتوں رسول اللہ ﷺ کی معیت کے شائق تھے مگر اللہ کے فیصلے اٹل ہیں۔

ربیع الاول 11 ہجری، بمطابق ... مئی 632ء

لشکر اسامہ کی روانگی

نبی اکرم ﷺ حج سے واپس آئے تو انھوں نے صحابہ کو ایک بڑی فوجی مہم کے لیے تیاری کا حکم دیا۔ صحابہ اس جنگ کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ ربیع الاول کے مہینے میں جب اسلامی فوج ہر لحاظ سے تیار ہو گئی مدینہ کے باہر سے جن قبائل نے اس جنگ میں شرکت کرنا تھی وہ پہنچ گئے ہتھیاروں اور سواریوں کا مکمل انتظام کر لیا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس لشکر کی روانگی کا عندیہ دیا۔ نبی اکرم ﷺ اس لشکر کو رومیوں کی طرف روانہ کرنا چاہتے تھے جنھوں نے جنگ موتہ میں بہت سے اکابر صحابہ کو شہید کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کا امیر بنایا جن کی عمر اس وقت انیس سال تھی۔ صحابہ کو جب نبی اکرم ﷺ کے اس فیصلے کے متعلق پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ رومیوں کے خلاف اس بڑی جنگ میں ایک کم عمر اور ناتجربہ کار لڑکے کو امیر بنا رہے ہیں حالانکہ اس لشکر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ جیسے عمر رسیدہ اور

تجربہ کار صحابہ موجود تھے تو اُن میں سے بعض نے اس فیصلے پہ بات کی۔ جب صحابہ کی یہ چہ مگوئیاں نبی اکرم ﷺ تک پہنچیں تو آپ ﷺ نے امامہ باندھا اور اپنے حجرے سے باہر تشریف لے آئے ۔اگرچہ آپ ﷺ اُس وقت اُس بخار میں مبتلا ہو چکے تھے جو آپ ﷺ پہ اللہ کی طرف سے آخری تکلیف تھی اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور منبر پہ تشریف فرما ہوئے۔

جب صحابہ اکٹھے ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

"اے لوگو؛ یہ کیا بات ہے جو مجھ تک پہنچی ہے کہ تم لوگ اسامہ کی امارت پہ حرف زنی کرتے ہو۔خدا کی قسم تم نے اُس وقت بھی اعتراض کیا تھا جب میں نے اسامہ کے باپ کو تمھارا امیر بنایا تھا۔ بخدا زید بھی اس بات کا مستحق تھا کہ اُسے امیر بنایا جاتا اور اسامہ بھی اس بات کا اہل ہے کہ اُسے امیر بنایا جائے"۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ کو قریب بلایا اور فرمایا؛

اسامہ تم اپنے لشکر کے ساتھ بلقاء کی طرف نکلو اُس جگہ پہنچو جہاں انھوں نے تمھارے باپ کو شہید کیا تھا۔ اُس جگہ کو اپنے لشکر کے پاؤں تلے روندو اور دشمن پہ صبح سویرے حملہ کرنا اپنے جاسوس پہلے آگے بھیجنا اُن لوگوں کی باتوں کو رد نہ کرنا جو اس علاقے کے پیچ وخم سے واقف ہوں اگر اللہ تمھیں فتح عطا فرمائے تو وہاں زیادہ دیر تک مت رکنا اور واپس آ جانا۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے جنگی علم باندھا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور اُن سے کہا روانہ ہو جاؤ۔

یہ ہفتہ کا دن تھا اور سہ پہر کا وقت تھا جب اسامہ کے گھڑ سوار دستے ایک ایک کر کے مدینہ سے رخصت ہو گئے اُن کے بعد شتر سوار نکلے اور اُن کے پیچھے پیدل فوج روانہ ہو گئی۔

لشکر اسامہ میں موجود اکابر صحابہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری کی وجہ سے پریشان تھے اس لیے یہ اسلامی لشکر مدینہ سے باہر مقام جرف پہ اتر گیا اور کسی اچھی خبر کا انتظار کرنے لگا مگر اُن تک پہنچنے

والی خبریں اچھی نہ تھیں ۔شام کو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے ساتھ واپس مدینہ تشریف لے آئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو بخار میں غشی کی حالت میں پایا اس سے اگلے روز حضرت اسامہؓ کی والدہ حضرت اُم ایمن کا قاصد حضرت اسامہ تک پہنچا جورات کو ہی اپنے لشکر میں واپس پہنچ چکے تھے۔

قاصد نے پیغام دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی حالت کچھ اچھی نہیں ہے اس لیے وہ واپس آ جائیں۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ نے لشکر کو مدینہ واپسی کا حکم دیا اور مغرب کے وقت حضرت اسامہ بن زیدؓ نے نبی اکرم ﷺ کے اپنے ہاتھ سے باندھا ہوا پرچم مسجد نبوی کے سامنے گاڑ دیا اور وہ اُس وقت تک وہیں رہا۔ جب وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم سے رومیوں کے خلاف دوبارہ نہ نکلے۔اور یہ آخری فوجی مہم تھی جو نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھوں روانہ کی۔

رب ہے نام اللہ کا

ربیع الاول 11 ہجری، بمطابق ... مئی 632ء

حزن بہار

اب کے جو بہار مدینہ کے دیوار و در پہ اتری تھی اُس کے تیور کچھ عجیب سے تھے اِس بہار کے دامن میں جو آفت چھپی تھی اُس کو شہر مدینہ کے لوگ نہیں جانتے تھے کہ انھوں نے خود کو رسول اللہ ﷺ کے بغیر کبھی نہ یکھا تھا، کبھی نہ سوچا تھا، کبھی نہ چاہا تھا مگر اسی بہار کے دامن میں وہ گھڑیاں پنہاں تھیں جن کی چاہت کبھی کسی عرب نے نہ کی تھی، بہار اگرچہ کھل کے نکھری تھی مگر اُس کی ہواؤں میں ایک ٹھہراؤ تھا اُس کی روایتی شوخی مفقود تھی اُس کی صداؤں میں اِک حزن تھا جس کو محسوس کرنے والوں نے محسوس کر لیا تھا۔ اس بہار کی تاثیر سے جن شگوفوں کی آنکھ کھلی تھی وہ ششدر سے تھے اُن کے لبوں پہ اِک حیرت سی تھی جسے وہ بیان کرنے سے معذور تھے، مدینہ کے نخلستانوں میں ایک ایسی خامشی کا راج تھا جیسے چرند و پرند دم سادھے کسی انہونی کے منتظر ہوں۔ کھجور کے بلند و بالا درخت حیرت سے زمین کی طرف دیکھتے تھے کہ شاید انھیں خالق کے فیصلے کی سن گن لگ چکی تھی اُن کی نگاہوں میں اِک یاس تھی مگر کون تھا جو سر بہار اُن کے حزن کو جانتا۔ شہر مدینہ کی گلیوں میں اِک

نامعلوم سی دھول تھی جو خلاف واقعہ تھی کہ اُس کا کوئی جواز نہ تھا دیوار و در پہ جھکتے سائے مغموم سے تھے اور دھوپ میں وہ سختی وہ کاٹ نہ تھی جو اُس کا وطیرہ تھا بلکہ سورج بھی کچھ مدہم سا تھا، راتیں بھی کچھ الگ سی تھیں جن میں نجانے کون کون سی آوازیں گونجتیں، لوگ اُن آوازوں سے مانوس نہ تھے مگر اپنی اس حیرت کو وہ کوئی نام دینے کے لیے تیار نہ تھے کہ جو سانحہ اُن پہ گزرنے والا تھا اُس کا انھوں نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا وہ اس تلخ لمحے کو بھولے بیٹھے تھے اُن کی نگاہوں میں یہ نہ ہونا تھا اور چاہے سب کچھ ہو جائے۔ لوگ ایک دوسرے سے کچھ جدا سے تھے اگرچہ وہ ایک جنگ پہ نکلنے کی تیاری کر رہے تھے مگر نجانے کیوں اب کے وہ جوش و خروش مفقود تھا بس ہر ایک سر جھکائے اپنے کام میں منہمک تھا اُسے اِس بات سے کوئی غرض نہ تھی کہ اُس کا دوسرا ساتھی کیا کر رہا ہے رات کو ستارے اگرچہ چمکتے تھے مگر وہ اُن اشکوں کی مانند دکھائی پڑتے جو سرِ مژگاں رُک گئے ہوں کہ ابھی اُن کو بہنے کا اذن نہ تھا کہ اِن نگینوں کے اترنے کا ہمیشہ کوئی مستحکم جواز ہوا کرتا ہے اور شہرِ مدینہ کے لوگ اُس جواز کو کھوجتے مگر اُن کی نگاہ اُس جواز تک نہ پہنچتی جس کے بعد اِن نگینوں کا اترنا لازم ٹھہرتا۔ شہرِ مدینہ کے لوگ مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کی موجودگی کے اس قدر عادی ہو چکے تھے کہ ان کے تصور میں بھی نہ تھا کہ کبھی مسجد نبوی رسول اللہ ﷺ کے وجود سے خالی ہو گی اور صحابہ رسول اللہ ﷺ کے بغیر مسجد میں بیٹھے ہوں گے۔

صحابہ رسول اللہ ﷺ سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ اُن کی خواہش ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت اُن کی نگاہ میں رہیں اور نبی اکرم ﷺ بھی صحابہ سے اسی قدر محبت کرتے تھے وہ بھی ہر وقت صحابہ کے ساتھ ہی رہا کرتے۔ مدینہ کے باسیوں نے رسول اللہ ﷺ سے محبت کی انتہا کر دی تھی انھوں نے جو عہد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا تھا اُس کو پورا کیا تھا جہاں نبی اکرم ﷺ کا پسینہ گرا وہاں اہل مدینہ نے اپنا خون گرایا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے خاندان قریش نے آپ ﷺ کا تعاقب کیا مگر اہل مدینہ نے جی جان سے رسول اللہ ﷺ کی مدافعت کی اور اب جبکہ سارا عرب سرنگوں ہو چکا تھا اہل مدینہ اپنے عہد سے سرخرو ہوئے اور وہ اسی سرشاری میں تھے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور

اُس کے رسول سے کیا ہوا عہد نبھا دیا تھا کہ اچانک انھیں اُس صدمے سے دوچار ہونا پڑا جس کی انھیں ذرا بھر بھی توقع نہ تھی۔ مورخین نے رسول اللہ ﷺ کے آخری ایام کو اس قدر شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے لمحات کو لمحہ بہ لمحہ بیان کیا جانا ممکن ہے۔ چنانچہ ہم انشاء اللہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے اِن آخری ایام کو مقدور بھر بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

جنت البقیع میں حاضری

مورخین نے بیان کیا ہے کہ ماہ صفر کی آخری تاریخوں میں نبی اکرم ﷺ اپنے ایک آزاد کردہ غلام ابومویہبہ کے ساتھ مدینہ کے قبرستان جنت البقیع کی طرف تشریف لے گئے جہاں بہت سے وہ لوگ دفن تھے جن سے رسول اللہ ﷺ کو محبت تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اُس قبرستان میں کافی وقت گزارا اور جتنا وقت آپ ﷺ جنت البقیع میں تشریف فرما رہے ہاتھ اٹھائے بارگاہ رب العزت میں اِن لوگوں کے لیے مغفرت کی دُعا کرتے رہے۔ واپسی پہ آپ ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام ابومویہبہ سے فرمایا؛

اے ابومویہبہ مجھے دنیا کے خزانوں اور دنیا میں ہمیشہ رہنے اور پھر جنت کی چابیاں دی گئیں اور مجھے اس کے درمیان رہنے اور اور اپنے رب سے ملاقات اور جنت کے درمیان اختیار دیا گیا ہے۔

ابومویہبہ نے عرض کی؛ یارسول اللہ ﷺ

میرے ماں باپ آپ ﷺ پہ قربان ہوں آپ دنیا کے خزانوں کی چابیاں اور اس میں ہمیشہ رہنے کو اختیار کرلیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

نہیں بلکہ میں نے تو اللہ سے ملاقات اور جنت کو پسند کیا ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ واپس چل دیئے تبھی شاید انھی لمحات میں اُس مرض کا آغاز ہوا جو رسول اللہ

ﷺ کے لیے مرض آخر ثابت ہوا۔

مرض الموت

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ میں درست طور پہ نہیں جانتا کہ وہ ماہ صفر کی آخری تاریخ تھی یا ربیع الاول کا آغاز تھا جب آپ ﷺ جنت البقیع کے قبرستان میں تشریف لے گئے جہاں سے واپسی پہ آپ ﷺ کو وہ مرض لاحق ہوا جس کی بنا پہ آپ ﷺ نے رفیق اعلیٰ کی طرف اپنا سفر شروع کیا۔تاہم قبرستان سے واپسی پر پہلے تو آپ ﷺ کے سر میں درد شروع ہوا پھر اسی درد کی شدت سے آپ ﷺ کو بخار آ گیا۔

نبی اکرم ﷺ جب جنت البقیع سے واپس ہوئے تو حضرت عائشہؓ کی طرف تشریف لے گئے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو فرمایا؛

ہائے میرا سر؛

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

عائشہ کیا ہوا ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جواب دیا میرے سر میں شدید درد ہے۔

نبی اکرم ﷺ اپنی زوجہ کے پاس بیٹھ گئے اور شگفتگی کے ساتھ فرمایا۔

عائشہ تمھارا کیا جاتا ہے اگر تم میری موجودگی میں ہی انتقال کر جاؤ پہلے میں تمھاری تیمارداری کروں اُس کے بعد میں تجھے کفن پہناؤں پھر تمھارا جنازہ پڑھوں اور اس کے بعد تمھیں دفن کر

دوں۔

تا کہ آپ میرے کفن دفن سے فارغ ہوتے ہی کسی دوسری عورت کو میرے گھر میں ڈال لیں۔

حضرت عائشہ نے تیزی سے جواب دیا تو نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے بلکہ کھل کے مسکرائے۔

اگرچہ یہ آپ ﷺ کا معمول نہ تھا اس کے بعد آپ ﷺ اپنے سر درد کو لیے ہوئے سو گئے مگر اگلی صبح جب بیدار ہوئے تو اُس درد میں کسی قدر اضافہ ہو چکا تھا۔

مورخین اس بارے میں متفرق ہیں رسول اللہ ﷺ کتنے روز بیمار رہے کسی نے بارہ روز لکھا ہے تو کسی نے پندرہ روز کئی ایک نے دس روز بھی لکھا ہے تاہم جس روز آپ ﷺ نے اس مرض کی شدت کو محسوس کیا اُس روز آپ ﷺ حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھے۔ آپ ﷺ کو غش آ گیا تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ بیہوش ہو چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی حالت دیکھتے ہوئے حضرت میمونہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اپنے بھتیجے کو دیکھا پھر فوراً ہی فیصلہ کیا اِن کو ذات الجنب کا عارضہ لاحق ہے میں اِن کے لیے دوائی لاتا ہوں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ دوائی لے کر واپس آئے اور لوگوں سے کہا آؤ یہ دوائی رسول اللہ ﷺ کو پلائیں۔

اس دوائی سے رسول اللہ ﷺ کو کچھ افاقہ ہوا اور آپ ﷺ ہوش میں آ گئے مگر اُس دوائی کا برا ذائقہ ابھی تک آپ ﷺ کی زبان پہ تھا اس لیے آپ ﷺ نے فوراً پوچھا مجھے بتاؤ یہ دوائی مجھے کس نے پلائی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے گھر والے خاموش رہے کوئی کچھ بتانے کو تیار نہ ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم لوگوں کی سزا یہ ہے کہ میرے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے سوا یہ دوائی تم سب لوگوں کو پینی پڑے گی اور اُن سب نے دوائی پی کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا حکم تھا۔

حضرت میمونہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں روزے سے ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے

فرمایا کون سا فرض روزہ ہے تمھیں بھی یہ کڑوی دوائی پینی پڑے گی اور حضرت میمونہ کو بھی یہ دوائی پلا دی گئی۔

سب ازواج مطہرات اُس وقت حضرت میمونہؓ کے حجرے میں ہی موجود تھیں نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا تم سب میری حالت دیکھ رہی ہو میں اب اس قابل نہیں کہ تم لوگوں کے گھر باری باری آسکوں اس لیے تم سب مجھے ایک ہی گھر میں رہنے کی اجازت دے دو۔

نبی اکرم ﷺ کی تمام بیویوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس امر کی اجازت دے دی اور یہ کوئی پوچھنے والی بات نہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے یہ ایام کہاں بتانا چاہتے ہیں۔سب جانتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مراد حضرت عائشہؓ سے ہے۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سہارا لیے ہوئے حضرت میمونہ کے گھر سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں منتقل ہو گئے اور تادم آخر وہیں قیام پذیر رہے۔

نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہؓ کے گھر منتقل ہو چکے تھے مگر مرض تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا؛

عائشہؓ میں نے خیبر میں جو مسموم گوشت کھایا تھا میں ہمیشہ اُس کی تکلیف محسوس کرتا رہا ہوں اور آج تو لگتا ہے اس زہر کے اثر سے میرے اندر کوئی چیز کٹ رہی ہے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عائشہؓ سے فرمایا کسی سے کہو پانی لائے اور مجھ پہ ڈالے شاید مجھے کچھ تسکین ہو اور میں اپنے اصحاب کو کچھ نصیحت کر سکوں۔

چنانچہ صحابہ پانی لانے کے دوڑے۔

نبی اکرم ﷺ ایک لگن میں بیٹھ گئے صحابہ نے پوری سات مشکیں ٹھنڈا پانی جو وہ مدینہ کے ایک کنویں سے لائے تھے رسول اللہ ﷺ کے اوپر ڈال دیں حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کہہ اٹھے بس کرو اب بس کرو۔

اس غسل نے نبی اکرم ﷺ کو فرحت بخشی ذرا افاقہ ہوا تو مسجد تشریف لے صحابہ گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا؛

فضل میرا ہاتھ تھام لو اور منادی کر دو تا کہ لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں۔

نبی اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو صحابہ وہاں آپ ﷺ کے منتظر تھے۔ یاد رہے کہ چودہ روز کی بیماری میں رسول اللہ ﷺ گیارہ روز مسجد میں آتے اور صحابہ کو نماز پڑھاتے رہے صرف آخری تین روز آپ ﷺ تشریف نہیں لائے کہ تب نقاہت بہت بڑھ چکی تھی۔

نبی اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کے سر پہ پٹی بندھی ہوئی تھی اور نبی اکرم ﷺ شدید بخار میں مبتلا تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو خطاب کیا اور فرمایا؛

''مسلمانو؛ مرحبا۔ اللہ تمھیں اپنی رحمت کے سائے میں رکھے تمھاری شکستہ دلی کو دور فرمائے تم کو رزق دے، تمھاری مدد کرے تم کو بلند درجات عطا فرمائے اور تم کو ہمیشہ امن وہ سلامتی سے رکھے دیکھو میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ ہی کو تمھارا خلیفہ بناتا ہوں اور تم کو ڈراتا ہوں کہ مجھے نذیر اور مبین کے منصب پہ ہی فائز کیا گیا ہے دیکھنا اللہ کی بستیوں میں اور اس کے بندوں کے ساتھ غرور و نخوت اختیار نہ کرنا کیونکہ آخرت کی نعمتیں صرف اُن کے لیے ہیں جو اس دنیا میں بڑا بننا پسند نہیں کرتے یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو کہ انھوں نے اپنے انبیاء و رسل کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ اے لوگو؛ اگر میں نے کسی کی پیٹھ پہ کبھی درہ مارا ہو تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے مجھ سے بدلہ لے لو اگر میں نے کسی کو برا بھلا کہا ہے تو میں حاضر ہوں وہ مجھے برا بھلا کہہ لے اگر میں نے کسی کا مال چھینا ہے تو میرا مال حاضر ہے تم مجھ سے مطالبہ کر سکتے ہو۔ تم میں سے کسی کا کسی بھی قسم کا مجھ پر حق ہو تو وہ وصول کر لو یہ اندیشہ نہ کرو کہ میں اس امر پہ تم سے ناراض ہو جاؤں گا خدا کی قسم میرا یہ منصب نہیں ہے بلکہ مجھے یہ امر بہت پسند ہے کہ اگر کسی کا حق میرے ذمے ہے تو وہ مجھ سے وصول کر لے یا پھر

مجھے معاف کر دے تا کہ میں اس حالت میں اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہو سکوں کہ کسی کا مجھ پہ کوئی حق نہ ہو۔

****

تب ایک آدمی کھڑا ہوا اور رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا؛

یارسول اللہ ﷺ میرے تین درہم رسول اللہ کے ذمہ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اس شخص کو تین درہم ادا کر و انھوں نے حکم کی تعمیل کی اور اسی وقت تین درہم اُس شخص کے حوالے کر دیئے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ لوگو اگر کسی نے بیت المال سے کچھ مال لیا ہے جو اُس پہ لوٹانا واجب ہے تو ابھی موقع ہے کہ مجھے واپس کر دو کہ اس دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بدرجہا بہتر ہے۔

ایک شخص اٹھا اور عرض کی؛

یارسول میرے ذمہ بیت المال کے تین درہم ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس شخص سے تین درہم وصول کرو اور بیت المال میں ڈال دو۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو انصار کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کی وصیت کی اور صحابہ کو نماز کے لیے صفیں سیدھی کرنے کا حکم دیا۔ نماز پڑھانے کے بعد نبی اکرم ﷺ واپس حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔

ماہ صفر کا آخری ہفتہ جاری تھا جب مسجد سے واپسی پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا؛

عائشہ؛ ہائے میرا سر، ہائے میرا سر

بیماری کے انھی ایام میں کسی روز نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا؛

کسی سے کہو حسن اور حسین کو بلا لائیں۔

نبی اکرم ﷺ کے نواسے تشریف لائے تو آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور کافی دیر تک اُن کے ساتھ مشغول رہے، پھر حضرت فاطمہ تشریف لائیں اور اُن کی چال رسول ﷺ سے بہت مشابہت رکھتی تھی۔

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ کو اپنے دائیں طرف بٹھایا اور اُن کے کان میں کچھ کہا وہ رونے لگیں۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے اُن سے مزید کوئی بات کی تو مسکرانے لگیں۔

اس کے بعد وہ رخصت ہو گئیں۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے اُسی روز حضرت فاطمہ سے پوچھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کیا فرمایا کہ پہلے تو آپ رونے لگیں اور اُس کے بعد مسکرانے لگیں۔

حضرت فاطمہ نے جواب دیا؛

مجھے یہ راز افشا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔تاہم جب رسول اللہ ﷺ پردہ فرما گئے اور اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو ایک بار پھر حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ سے وہی سوال کیا؟

اب کی بار حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا؛

اب اس بات میں کوئی مذائقہ نہیں کہ وہ بات کہہ ڈالی جائے۔انھوں نے کہا؛

جب میں روئی تو اُس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جبرائیل ہر سال مجھے ایک دفعہ قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے کہ اب کے سال انھوں نے مجھے دو دفعہ قرآن حکیم پڑھایا ہے معلوم ہوتا ہے یہ میرے قرب اجل کی علامت ہے شاید میں اسی مرض میں رخصت ہو جاؤں تو تم میرے بعد تقویٰ اختیار کرنا اور صبر کرنا۔

میں رونے لگی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

فاطمہ کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ تم کو امت محمدیہ کی خواتین کا سردار بنایا گیا ہے۔

اور اس بات پہ میں مسکرانے لگی۔

نبی اکرم ﷺ کی بیماری میں مزید شدت پیدا ہوگئی اُس روز آپ ﷺ کو کئی دفعہ غش آیا۔

یہ اُسی روز دوپہر کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اصحاب سے فرمایا قلم اور قرطاس لاؤ میں تمھیں ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔

حاضرین میں اس بات پہ اختلاف ہوا کہ نبی اکرم ﷺ مرض کی شدت میں ہیں اس لیے ایسی باتیں کر رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس بات سے اختلاف کیا اور کہا ہمارے پاس قرآن موجود ہے۔ چنانچہ لوگ متفرق ہو گئے اور ایک شور بپا ہو گیا جس پہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے تنہا چھوڑ دو۔

ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ اسی روز نبی اکرم ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی کہ مشرکوں کو جزیرۃ العرب کی حدود سے نکال دینا، بیرونی وفود اور سفراء کا احترام کرنا جس طرح کہ میں اُن کا اہتمام واحترام کرتا رہا ہوں۔

حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ اسی روز ایک خاتون نبی اکرم ﷺ سے کوئی بات پوچھنا چاہتی تھی مگر نبی اکرم ﷺ درد کی شدت کی وجہ سے اُسے جواب نہ دے پا رہے تھے تب نبی اکرم ﷺ نے اُس عورت سے فرمایا ابھی چلی جاؤ اور بعد میں آنا۔

اُس عورت نے سوال کیا؟

اگر میں واپس آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو پھر؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

پھر ابوبکر سے پوچھ لینا۔

اسی روز نبی اکرم ﷺ گھر سے نکلے اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو تھامے ہوئے تھے نبی اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور اپنے منبر کی نچلی

سیڑھی پہ ہی بیٹھ گئے اور صحابہ سے آخری بار مخاطب ہوئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا؛

''اے لوگو؛ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ اپنے نبی کی موت سے خائف ہو کیا مجھ سے پہلے مبعوث شدہ انبیاء میں سے کوئی نبی ہمیشہ اس دنیا میں رہا ہے کہ میں ہمیشہ تم لوگوں کے ساتھ رہوں۔آگاہ رہو میں اپنے رب سے جا ملوں گا اور تم سب بھی مجھ سے آملو گے پس میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ پہلے ہجرت کرنے والوں سے بہتر سلوک کرنا اسی طرح مہاجرین کو بھی وصیت کرتا ہوں کہ آپس میں حسن سلوک کے ساتھ رہنا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بے شک انسان خسارے میں ہے سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور معاشرے میں ایک دوسرے کو حق بات کی تلقین کرتے رہے اور باہم صبر کرتے رہے۔بلاشبہ تمام امور اللہ کی مرضی سے جاری ہوتے ہیں اس کی مرضی سے کسی امر میں تاخیر ہو تو اس میں عجلت کی خواہش نہ کرو کیونکہ حق تعالیٰ کسی کی جلد بازی کی بنا پر اپنے کسی کام میں عجلت نہیں فرماتا۔اور جو شخص خدا کی مرضی پہ حاوی ہونا چاہے حق تعالیٰ اس کو مغلوب کر دیتا ہے، جو اللہ کو دھوکہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا مکر اُسی کو لوٹا دیتا ہے پس کیا تم چاہتے ہو کہ اگر تم کو اس سرزمین کی حکومت دی جائے تو تم اس زمین میں فساد پھیلاتے پھرو اور قرابت کے تعلق کو منقطع کر دو۔میں تمھیں انصار سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے تم کو اپنے گھروں میں جگہ دی اور تمھیں باعزت طریق پہ رکھا پس تم پر اُن سے حسن سلوک واجب ہے۔کیا انھوں نے اپنے باغات کے پھلوں میں تمھارا حصہ مقرر نہیں کیا؟ کیا انھوں نے اپنے گھروں میں تمھارے قیام کے لیے گنجائش نہیں نکالی؟ کیا انھوں نے اپنی جانوں پہ تنگی ترشی برداشت کر کے تمھیں خود پہ ترجیح نہیں دی؟ پس خبردار؛ تم میں سے جو کوئی کسی دو آدمیوں پر حاکم مقرر ہوا سے چاہیے کہ انصار

کی بھلائیوں کو قبول کرے اور اُن کی برائیوں سے در گزر کرے خبردار میرے
انصاریوں سے براسلوک مت کرنا کہ اگرچہ میں تم سے پہلے اس دنیا سے جارہا ہوں
مگر جلد ہی تم بھی مجھ سے آملو گے خبردار تم سے حوض کوثر پہ ملاقات ہوگی تو جو شخص کل مجھ
سے میرے حوض پہ ملنے کا خواہش مند ہو اُسے چاہیے کہ وہ اپنی زبان اور ہاتھ سے
لوگوں کو ایذا نہ پہنچائے۔

****

مورخین نے بیان کیا ہے کہ اُس روز مغرب کی نماز رسول اللہ ﷺ نے خود پڑھائی اور یہ آخری نماز تھی جو آپ ﷺ نے مسجد میں ادا کی۔ یہ غالباً صفر کی اٹھائیس یا انتیس تاریخ ہوگی۔ عشاء کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ بے ہوش تھے۔

ہوش آیا تو دریافت فرمایا؛

کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔

حضرت عائشہ نے جواب دیا نہیں یا رسول اللہ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا میرے لیے پانی رکھو۔

لگن میں پانی ڈالا گیا نبی اکرم ﷺ نے غسل فرمایا ارادہ مبارک یہ تھا کہ مسجد میں جا کے مسلمانوں کو نماز پڑھائیں مگر نقاہت حد سے بڑھ چکی تھی اس لیے آپ ﷺ پھر غشی کی حالت میں چلے گئے۔

کافی دیر بعد ہوش آیا تو دریافت فرمایا؛

لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔

جواب دیا گیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ وہ آپ کا انتظار کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا میرے لیے پانی رکھو۔

لگن میں پانی ڈالا گیا۔

نبی اکرم ﷺ پانی کی طرف گئے غسل فرمایا مگر پھر بے ہوش ہو گئے۔

کافی دیر بعد پھر ہوش آیا تو دریافت فرمایا؛

کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ وہ آپ کا انتظار کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا میرے لیے پانی رکھو۔

لگن میں پھر پانی ڈالا گیا نبی اکرم ﷺ نے غسل فرمایا مگر محسوس کیا کہ وہ مسجد میں جانے کے قابل نہیں تو حضرت عائشہ سے فرمایا؛

ابو بکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔

حضرت بلال پاس ہی کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی کو اس قدر کمزور دیکھ کر زارو قطار رو رہے تھے وہ اس دوران کئی دفعہ تشریف لائے تھے حجرے اور مسجد کے درمیان سفر کر رہے تھے وہ آتے اور دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ بے ہوش ہیں پھر جا کر صحابہ کو بتاتے کہ ابھی رسول اللہ ﷺ تشریف نہیں لا سکتے تم لوگ انتظار کرو۔

چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ ابو بکر سے کہیں وہ صحابہ کو نماز پڑھا دیں تو حضرت عائشہ صدیقہ فوراً بولیں؛

یا رسول اللہ ﷺ؛ میرے والد تو بہت رقیق القلب ہیں اُن سے نماز نہ پڑھائی جائے گی وہ روتے ہی رہیں گے آپ یہ حکم کسی اور کو دیں۔

تاہم نبی اکرم ﷺ نے اپنا حکم تبدیل نہیں کیا اور دوبارہ فرمایا؛

ابو بکر سے کہو صحابہ کو نماز پڑھا دیں۔

حضرت عائشہ نے پھر عرض کی؛ یا رسول اللہ ﷺ

آپ عمر سے کہیں وہ نماز پڑھا دیں اور حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ سے فرمایا آپ بھی

رسول اللہ سے کہیں۔

اور حضرت حفصہ نے بھی وہی بات کہہ دی جو حضرت عائشہ کہہ رہی تھیں۔

تب نبی اکرم ﷺ کو غصہ آ گیا اور فرمایا؛

تم تو زنان یوسف ہو؛ میں کہہ چکا کہ ابوبکر ہی نماز پڑھائیں۔

اور اب کی بار کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ بولے۔حضرت بلال بھی دھیرے سے باہر نکل آئے اور آنحضرت محمد ﷺ کا حکم حضرت ابوبکر صدیق کو پہنچا دیا۔

اور حضرت صدیق اکبر واقعتاً بڑے رقیق القلب تھے اور رسول اللہ ﷺ سے حد سے زیادہ محبت کرتے تھے اس لیے جب انھوں نے اپنا قدم آنحضرت محمد ﷺ کے مصلے کی طرف بڑھایا تو اُن کی چیخیں نکل گئیں اور پوری مسجد میں نماز کے بجائے آہ وبقاء کا سماں تھا اللہ کر کے حضرت ابوبکر نے اپنے دل کو ٹھہرایا اور اصحاب رسول نے رات گئے نماز عشا ادا کی۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کے مرض کی شدت میں افاقہ نہ ہوا اور نبی اکرم ﷺ جمعہ ہفتہ اور اتوار کے دن شدید بخار میں ہی مبتلا رہے۔

اغلب یہ ہے کہ یہ ہفتے کی صبح تھی جب حضرت ابوبکر صحابہ کو نماز فجر پڑھا رہے تھے تو نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لے آئے۔

حضرت ابوبکر صدیق نے آہٹ محسوس کی تو وہ فوراً پیچھے ہٹے مگر نبی اکرم ﷺ نے اُن کو اشارہ کیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں اور خود حضرت ابوبکر دائیں جانب بیٹھ گئے تب حضرت ابوبکر رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے رہے اور صحابہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز ادا کرتے رہے۔نماز کے بعد نبی اکرم ﷺ صحابہ کا سہارا لے کر منبر کی پہلی سیڑھی پہ ہی بیٹھ گئے اور صحابہ سے فرمایا؛

”اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ چاہے تو دنیا کی زیب و زینت اختیار کر لے اگر چاہے تو جو انعام و اکرام اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اُسے حاصل کر لے

چنانچہ اللہ کے اُس بندے نے اُس کو اختیار کیا جو اللہ کے پاس ہے"۔

****

صحابہ تو چپ رہے مگر راز دار جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا اشارہ اپنی طرف ہے اور حضرت ابوبکر زار و قطار سے رونے لگے۔

صحابہ نے حضرت ابوبکر کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے۔

حضرت ابوبکر نے فرمایا؛

یا رسول اللہ ﷺ ؛ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہم اپنے باپوں ،اپنی ماؤں اپنی جانوں اور اپنے اموال کو حضور کے عوض بطور فدیہ پیش کرتے ہیں ،اللہ تعالیٰ حضور کو ہمیشہ سلامت رکھے۔

حضرت ابوبکر صدیق کی محبت بھرے لفظ سن کر رسول اللہ ﷺ جاتے جاتے رُک گئے اور فرمایا؛

اپنی صحبت اور اپنے مال میں سے تمام لوگوں سے ابوبکر زیادہ احسان کرنے والا ہے اگر میں زمین میں سے میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اس کے اور میرے درمیان جو اسلامی اخوت کا رشتہ ہے وہ کافی ہے۔

رسول اللہ ﷺ صحابہ کے سہارے چلنے لگے پھر رُک گئے اور پلٹ کر فرمایا؛

مسجد میں کھلنے والے سب دریچے بند کر دو ہاں مگر ابوبکر کا دریچہ اُس کو رہنے دینا۔

رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے گئے۔

وصال مبارک

وہ لمحہ جو اہل مدینہ پہ بہت بھاری تھا آ پہنچا تھا، وہ لمحہ جس کی اُنھیں کبھی خواہش نہ تھی وہ آ پہنچا تھا ، وہ سانحہ جس کی اُنھیں توقع نہ تھی آ پہنچا تھا، وہ اشک جو سر مژگاں ٹھہرے تھے بہنے لگے، وہ بگولے جو صحراؤں میں آوارہ گرد تھے ٹھہر گئے، وہ ساگر جو پرسکون تھے مضطرب ہو اٹھے، وہ ستارے جو آسمان پہ تھے اپنی چمک کھونے لگے، وہ صبا جو مست خرام تھی ٹھٹک کے رُک گئی، ریگزار عرب کے ٹیلے سہم سے گئے تھے، مدینہ کی گلیوں میں ہجر و فراق کی صدائیں تھیں تو شہر کے نخلستانوں میں ہو کا عالم تھا، خامشی کی اِک رِدا تھی جس کا حصار نگاہوں سے اوجھل تھا وہ بہار جس نے حزن کا پیرہن اوڑھ لیا تھا اب اُس کا جواز نگاہوں کے سامنے تھا، لوگ اُس سانحہ پہ اعتبار کرنے کو تیار نہ تھے جو اُن پہ گزر چکا تھا، زمین و آسمان کی وسعتیں اُن پہ تنگ ہو گئیں تھیں، کوئی جائے قرار نہ تھی، یہ بہار اُن کو راس نہ آئی تھی، نہ انھوں نے ایسی بہار کی کبھی خواہش کی تھی جو اُن کو ہجر کے دائمی داغ دے جاتی حزن و یاس کے سائے اس قدر گھرے تھے کہ اہل مدینہ کو سمجھ نہ آتی کہ وہ کس کے گلے لگ کے روئیں، شہر مدینہ کی رونقیں اجڑ گئیں تھیں ، اُن کا محبوب رخصت ہو گیا تھا، اُن کے ارمان بجھ سے گئے تھے اُن کو دنیا کی کوئی چیز اچھی نہ لگتی تھی وہ اس ساعت کے دکھ کو برداشت کرنے کی سعی کرتے مگر اُن کا حوصلہ ٹوٹ جاتا وہ صحن مسجد کو رسول اللہ ﷺ کے وجود سے خالی دیکھنے کے عادی نہ تھے وہ مدینہ کی گلیوں میں رسول اللہ

ﷺ کے نقش پا کھوجنے لگے تھے مگر اب وہاں کچھ نہ تھا اِک بے نام سی دھول تھی جس کا کوئی جواز سمجھ میں نہ آتا تھا، مسجد نبوی میں صحابہ کا ہجوم تھا، چارسو اشکوں کی فراوانی تھی دل ڈوب ڈوب جاتے تھے اور کوئی پرسان حال نہ تھا، آسمانوں پہ فرشتے استقبال کی تیاریوں میں تھے تو ملک الموت درِ رسالت اجازت کا طلبگار تھا۔ پھر اُس کو اجازت عطا کر دی گئی رسول اللہ ﷺ کی تسلی کے لیے حضرت جبرائیل خود موقع پر موجود تھے مورخین نے اُس روز کی جو تفصیلات فراہم کی ہیں اُن کے مطابق بیان کیا گیا کہ؛

پیر دو ربیع الاول کی صبح رسول اللہ ﷺ کی طبیعت قدرے بہتر تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق مسلمانوں کو نماز فجر پڑھا رہے تھے رسول اللہ ﷺ بستر سے اترے اور مسجد میں کھلنے والے دروازے کا پردہ سرکا کر صحابہ کو نماز میں مصروف دیکھا۔ بعض صحابہ کو محسوس ہوا کہ رسول اللہ ﷺ شاید تشریف لانے والے ہیں صحابہ میں اضطراب وخوشی کی لہر دوڑ گئی قریب تھا کہ اس خوشی میں وہ نماز کو چھوڑ دیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو ہاتھ سے اشارہ کیا کہ نماز مکمل کرو اور خود پردہ ہٹا کر واپس ہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کو بہتر حالت میں دیکھ کر خوش ہو گئے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ مدینہ کی مشرقی جانب مقام سنح میں اپنے گھر ہو آئیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اجازت عطا فرما دی۔

اسی اثناء میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا؛

عائشہ تمھارے پاس آٹھ دینار تھے وہ کہاں ہیں۔

حضرت عائشہ نے وہ دینار لا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے نبی اکرم ﷺ نے اسی وقت خیرات کر دیئے اور فرمایا میں مال و دولت کے ساتھ اپنے رفیق اعلیٰ سے نہیں ملنا چاہتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے اور نبی اکرم ﷺ کو بہتر حالت میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے وہ باہر نکلے تو انھوں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو پایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کو رسول اللہ ﷺ کے صحت مند ہونے کی اطلاع کی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انکار میں سر ہلا دیا اور فرمایا؛

بھتیجے میری بات سُن ؛

میں خاندان عبدالمطلب کے چہروں کو خوب پہنچانتا ہوں جب وہ رخصت ہونے والے ہوتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ رسول اللہ ﷺ اس بیماری سے باہر آئیں گے اس لیے میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلو کہ ہم اُن سے بات کریں کہ وہ ہم کو کوئی ذمہ داری سونپنے والے ہیں یا نہیں اگر رسول اللہ ﷺ حکومت و ریاست کو کسی اور کے حوالے کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ ﷺ سے سفارش کرالیں کہ وہ ہم سے اچھا سلوک کرے ہمارا خیال رکھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛

چچا بخدا میں تو کبھی رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال نہ کروں گا اس لیے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے انکار فرمادیا تو پھر ہم کبھی کسی باعزت منصب کو حاصل نہ کرسکیں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ نے آخری راتوں کا احوال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ جب درد سے بے تاب ہوتے آخری دو سورتیں پڑھ کے اپنے جسم پہ پھونک مارتے مگر اس بیماری سے شفا کے لیے دُعا نہ فرماتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے پردہ فرمایا تو جرائیل مسلسل رسول اللہ ﷺ کی عیادت کو حاضر ہوتے رہے رحلت سے تین راتیں پہلے حضرت جرائیل تشریف لائے اور عرض کی؛

یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ آپ پہ سلامتی بھیجتا ہے اور پوچھتا ہے آپ کا کیا حال ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا؛

جبرائیل مجھے شدید درد ہے سارے جسم میں درد ہے۔

اس سے اگلی رات بھی جبرائیل حاضر ہوئے اور نبی اکرم ﷺ پہ سلامتی بھیج کر اُن کا حال دریافت کیا رسول اللہ ﷺ نے وہی جواب دیا جو اگلی رات دے چکے تھے

آخری روز نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور فرمایا؛

علی میں نے فلاں یہودی سے اتنے درہم قرض لیا ہے تا کہ اسامہ کی فوج کو رومیوں کے خلاف روانہ کر سکوں میرے بعد اس یہودی کی رقم ادا کر دینا۔

خبردار بھول مت جانا۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جو آخری عمل کیا وہ مسواک کرنا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ؛

مجھ پر اللہ تعالیٰ کے انگنت احسانات ہیں اِن میں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ حضور ﷺ نے میرے حجرے میں میری باری والے دن میرے سینے اور گردن کے درمیان سر رکھے اپنی روح خالق حقیقی کے سپرد کی۔ قبل ازیں جب میرا بھائی عبدالرحمان بن ابی بکر رسول اللہ ﷺ کی عیادت کے لیے آیا تو وہ مسواک کر رہا تھا وہ ہمارے دروازے کے قریب کھڑا تھا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ غور سے میرے بھائی کی طرف دیکھ رہے ہیں میں آپ ﷺ کا مدعا سمجھ گئی میں نے اپنے بھائی سے مسواک لی میں نے اُسے الٹے سرے سے نرم کیا اسے اپنے دانتوں تلے چبایا پھر جب وہ نرم ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دی رسول اللہ ﷺ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے ایک طرف پانی تھا نبی اکرم ﷺ نے مسواک کی اور پانی سے کلی کی اس کے بعد فرمایا؛

فِی الرَّفِیۡقِ الۡاَعۡلٰی

تب نبی اکرم ﷺ کا جسم بہت تپنے لگا نبی اکرم ﷺ پاس پڑے ہوئے پانی میں اپنا ہاتھ

بھگوتے اور اُسے چہرے پہ ملتے مگر انھیں راحت حاصل نہ ہوتی۔

پھر حضرت جبرائیل حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ملک الموت اجازت طلب کرتا ہے یاد رہے کہ اُس نے آپ ﷺ کی ذات کے سوا کبھی کسی سے اجازت طلب نہیں کی۔

نبی اکرم ﷺ نے سر کے اشارے سے اجازت عطا فرمادی۔

حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے جو آخری الفاظ سنے وہ یہ تھے نماز اور تمھارے غلام اُن کا خیال کرنا۔

چنانچہ دو ربیع الاول پیر کے روز چاشت کے وقت رسول اللہ ﷺ اپنے رفیق اعلیٰ سے جاملے جو آخری منزل ہے جو آسودگی کی منزل ہے جو کامیابی کی منزل ہے۔

مورخین اس امر میں متفرق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کس تاریخ کو وصال فرمایا اگرچہ وہ اس امر میں متفق ہیں کہ وہ پیر کا روز تھا کچھ مورخین کا خیال ہے کہ وہ یکم ربیع الاول کا دن تھا کچھ نے کہا کہ وہ دو ربیع الاول کا دن تھا۔ کچھ مورخین نے بارہ ربیع الاول بھی لکھا ہے مگر تحقیق سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ بارہ ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں ہوسکتا اس لیے مورخین میں سے جمہور علماء نے پیر دو ربیع الاول ہی کی تاریخ لکھی ہے ہم نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تریسٹھ سال کی عمر پائی۔

وصال مبارک کی خبر پل بھر میں شہر مدینہ میں گونج گئی لوگ مسجد نبوی میں جمع ہونے لگے مختلف لوگوں کا ردعمل مختلف تھا غم انسان کو نڈھال کر دیتا ہے ہوش وحواس سے بیگانہ بنا دیتا ہے یہی حال صحابہ کا تھا کہ حضرت عمر جیسے زیرک شخص نے تلوار نکال لی اور فرمایا جس نے کہا رسول اللہ ﷺ انتقال فرما گئے ہیں میں اُس کا سر کاٹ دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ زارو قطار رو رہے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور صحابہ کو خطاب کیا جس کے بعد صحابہ قدرے پر سکون ہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے اپنی بیٹی حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسدِ اقدس ایک یمنی چادر میں لپٹا ہوا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رخ مبارک سے کپڑا اہٹایا اور چہرے مبارک کا بوسہ لیا اور فرمایا؛

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؛ میرے ماں باپ آپ پہ قربان ہوں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں کبھی اکٹھی نہ کرے گا جو موت لکھی تھی وہ تو آ گئی۔

اس کے بعد باہر تشریف لائے اور مسجد نبوی میں جمع مسلمانوں کو دلاسہ دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛

"لوگو میری بات غور سے سنو؛ جان لو کہ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو رفیق اعلیٰ کی طرف چلے گئے اور جو شخص حق تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ حق تعالیٰ تو زندہ ہے اس پر کبھی موت نہ آئے گی۔

****

پھر قرآن حکیم کی اِن آیات کی تلاوت کی"۔

صحابہ کہتے ہیں ہم نے جانا کہ شاید ہم اس آیت کو اس سے قبل ہم جانتے ہی نہ تھے اور اُن کو پہلی مرتبہ آج ہی سن رہے تھے حالانکہ ہم اس کو قرآن میں پڑھتے رہے تھے۔

"وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ آل عمران ۳ ؛ آیات ۱۴۳)

ترجمہ؛

''اور محمد (رسول اللہ ﷺ) بھی تو رسول ہی ہیں (نہ کہ خدا) آپ سے پہلے بھی کئی پیغمبر اس دنیا سے گزر چکے ہیں پھر اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو کوئی الٹے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ کا ہرگز کچھ نہیں بگاڑے گا اللہ عنقریب شکر کرنے والوں کو جزا عطا فرمائے گا''۔

****

حضرت ابو بکر کا خطبہ جاری تھا۔

''اے لوگو؛ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنے دین سے اعتصام کرو اور اپنے رب پر توکل کرو، یقیناً اللہ کا دین قائم ہے اور خدا کا کلام مکمل ہے اور جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد کرے گا۔ اللہ اپنے دین کو عزت دینے والا ہے اور اس کی کتاب ہمارے درمیان موجود ہے جو نور اور شفاء ہے اور اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو ہدایت عطا فرمائی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کو بیان کیا ہے۔ خدا کی قسم؛ مخلوق الٰہی میں سے جو ہم پر چڑھائی کرے گا ہم اس کی پرواہ نہیں کریں گے کہ خدا کی شمشیریں سونتی ہوئی ہیں اور ہم نے انھیں ابھی میانوں میں نہیں کیا اور ہم اپنے مخالفین کے ساتھ اسی طرح جہاد کریں گے جیسے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا کرتے تھے پس جو شخص بغاوت کرے گا ہم اسے کچل دیں گے''۔

****

اس خطبے کو بنظر غائر دیکھیں تو اس کے ایک ایک لفظ سے ایمان کی استقامت جھانکتی ہے امت پہ وہ ایک نازک لمحہ تھا جس سے نکلنے کے لیے امت کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسے راہنما کی ضرورت

تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے علم اور تقویٰ کی بدولت مسلمانوں کو اُن فتنوں سے محفوظ کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اللہ کا تقویٰ، دین پہ استقامت اور کتاب اللہ پہ تمسک کی تلقین کے ساتھ ساتھ دشمن قوتوں کو بھی واشگاف الفاظ میں للکارا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم کمزور پڑ گئے ہیں۔ یاد رہے کہ ہماری تلواریں ابھی میانوں سے باہر ہیں اور اُن لوگوں کے لیے ہماری تلواریں بے چین ہیں جو امت مسلمہ کی دشمنی پہ اتریں ہم باغیوں سے اسی طرح جہاد کرتے رہیں گے جس طرح کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس نازک موقع پر اگر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ہمت نہ بندھاتے تو دین دشمن قوتیں خاص طور پہ منافقین جو ابھی تک اسلام کے خلاف متحرک تھے اِن نازک لمحات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں میں نفاق پیدا کرنے کی کوشش ضرور کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تدفین سے قبل ہی امامت کا مسئلہ حل کر لیا تھا اور انصار و مہاجرین نے متفقہ طور پہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا حکمران چن لیا تھا۔

ثقیفہ بنی ساعدہ

مسلمان امت پہ بھاری وقت آپڑا تھا کیونکہ یہ پہلا دن تھا جب رسول اللہ ﷺ صحابہ کے درمیان موجود نہ تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی ابتدائی زندگی میں اس اجتماع کو زبردست اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ اس موقع پر اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی اصابت رائے، قوت ارادی اور ذہانت وفرزانگی کو کام میں نہ لاتے تو خود اسلام کے مرکز میں فتنہ پھیل جاتا جو بعد میں عربوں کے دوسرے شہروں تک پھیل جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں امت مسلمہ کا ہونے والا یہ اجتماع اسی طرح اہم تھا جس طرح کہ میثاق مدینہ یا صلح حدیبیہ کا معاہدہ اہم تھا۔ یاد رہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے متعلق روایات کا ایک انبار ہم تک پہنچا ہے اِن سب روایات کو نہ تو قابل اعتبار قرار دیا جاسکتا ہے نہ تحریر کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس بات میں اب کوئی شک نہیں کہ اس واقعہ کے بارے میں بہت سی موضوع روایات بعد میں شامل کی گئی ہیں۔ لوگوں نے افسانے تراش لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے جسد مبارک کو یونہی چھوڑ کے حکمرانی حاصل کرنے چلے گئے۔ ایسی باتیں کرنے والے ظالموں نے یہ بھی نہ سوچا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی کن حالات میں گزری وہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ بن کے رہ گئے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اس نازک وقت میں امت کو اُن کی ضرورت ہے اور اس سے قبل

کہ کوئی فتنہ سر اٹھائے وہ اس امکان کو کچل دینا چاہتے تھے۔ پھر سقیفہ بنی ساعدہ میں لوگوں کا اجتماع حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش پہ تو نہ کیا گیا تھا بلکہ وہاں تو صرف انصار مدینہ تھے جو صورت حال پہ غور کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اُس فتنہ کو فرو کرنے کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے وہ بہت سے افسانے جو اس واقعہ سے متعلق تاریخ کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں اُن کو قابل اعتماد قرار نہیں دیا جا سکتا ہم اُن بہت سی روایات میں سے مثال کے طور پہ صرف ایک روایت پیش کریں گے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ساری زندگی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی روایت کے الفاظ ہیں۔

''ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں سعد نہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے نہ اُن کے ساتھ جمعہ ادا کرتے نہ حج کرتے اور نہ اُن کے ساتھ افاضہ کرتے''

****

یا یہ کہ؛

''حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنو سقیفہ میں ایک دوسرے کے خلاف اپنی تلواریں بے نیام کر لی تھیں''

****

اِن روایات کے راوی کون ہیں اُن کے متعلق جسٹس محمد کرم شاہ صاحب نے ''ضیاالنبی'' میں جو تحقیق پیش کی ہے اور جس رائے کا اظہار کیا ہے وہ بہت عمدہ ہے ہم اسی سے استفادہ کرتے ہیں۔

''اوپر پیش کی گئی روایات کے مطالعہ سے قارئین کے دل میں انصار کے بارے میں اور بالعموم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اور حضرت حباب بن منذر

رضی اللہ عنہ کے متعلق بالخصوص طرح طرح کی غلط فہمیوں کا پیدا ہو جانا بعید از قیاس نہیں۔یعنی سب صحابہ اقتدار کے بھوکے تھے اور اس کے لیے مرنے مارنے پہ تل گئے حباب نے مہاجرین کو مدینہ طیبہ سے نکال باہر کرنے کی بار بار دھمکیاں دیں اور اپنی قوم کو اُن کے خلاف خوب بھڑکایا۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بھی پورا پورا زور لگایا کہ وہ کسی طرح خلیفہ بن جائیں اور جب وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہوئے تو ساری عمر الگ تھلگ بسر کر دی اُن کے غصہ اور ناراضگی کا یہ عالم تھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کرتے نہ جمعہ پڑھتے۔قبیلہ اوس نے بے شک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی لیکن اس لیے نہیں کہ وہ اس منصب جلیل کے اہل تھے بلکہ بنو خزرج کے حسد کے باعث کہ انھیں گوارا نہ تھا کہ خلافت کا منصب اُن کے قبضے میں چلا جائے۔اسی طرح کے کئی وسوسے دل میں پیدا ہو سکتے ہیں اور اگر صورت حال درحقیقت ایسی ہی تھی تو پھر اِن لوگوں کو تلاش کرنے میں ہماری مدد کیجئے جن کے مناقب رفیعہ اور اوصاف جمیلہ سے قرآن کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔جن کی للّٰہیت، جن کی خدا شناسی، جن کے جذبہ ایثار و خلوص پر نہ صرف امت مسلمہ بلکہ پوری انسانیت کو ناز ہے۔لیکن جو اہل علم، ابن جریر طبری اور اُن کے ہمصر مؤلفین کے انداز تالیف سے واقف ہیں وہ اس قسم کی غلط فہمیوں کا شکار نہیں ہوتے۔انہیں علم ہے کہ ابن جریر نے اس روایت کو سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم راویوں کے بارے میں تحقیق کریں کہ اِن مرویات پر کہاں تک اعتماد کیا جا سکتا ہے۔اوپر پیش کی گئی روایت کے پہلے روای ہشام بن محمد ہیں یہ کون ہیں اور اُن کے استاد مکرم ابو مخنف کون ہیں؟ یہ علم ہو جائے تو غلط فہمی کی بدلیاں از خود چھٹ جائیں گی اور حقیقت عیاں ہو جائے گی۔چنانچہ حافظ شمس الدین ذہبی نے اپنی کتاب ''میزان الاعتدال فی نقد الارجال'' میں لکھتے ہیں کہ اُن کا پورا نام ہشام بن محمد بن السائب الکلبی ہے علمائے جرح و تعدیل نے اُن

کے بارے میں یوں اظہار خیال کیا ہے۔

امام احمد کہتے ہیں؛

''وہ قصہ گو اور نسب بیان کرنے والا تھا میں یہ خیال نہیں کرتا کہ کوئی شخص اُس سے حدیث روایت کرتا ہے''

علامہ دارالقطنی ہشام بن محمد کے بارے میں لکھتے ہیں؛

وہ متروک ہے۔

ہشام بن محمد کے بارے میں ابن عساکر کی رائے ہے؛

کہ وہ رافضی ہے، غیر ثقہ ہے۔

ہشام بن محمد کے استاد ابو مخنف کے بارے علماء کہتے ہیں؛

اُس کا پورا نام لوط بن یحییٰ ہے وہ شیعہ تھا اور آئمہ فن کے نزدیک ضعیف الحدیث ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسے راویوں کی روایت پر کس طرح اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

****

یہ تو اُن روایات کا پس منظر تھا جن کی بنا پہ مسلمانوں ہی کے ایک طبقے نے وہ عمارت تعمیر کی جس کی وجہ سے سارا دین ہی مشتبہ ہو کے رہ جاتا مگر مسلمانوں نے بہت سے نامور علماء پیدا کیے جنھوں نے جھوٹ اور سچ کو الگ الگ کر دیا اور اصل بات لوگوں تک پہنچائی۔اب حقیقت میں اُس روز کیا ہوا تھا اُس کو بیان کیا جاتا ہے اُس روز جب رسول اللہ ﷺ پردہ فرما گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آتے ہی سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا دیدار کیا اس کے بعد وہ مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئے جو مسجد میں جمع ہو چکے تھے۔بنو ہاشم کے بیشتر لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور قثم بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ اور رسول اللہ

ﷺ کے دوسرے قرابتدار رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کے پاس ہی موجود تھے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے اور صحابہ کو دلاسہ دیا۔دوسری طرف سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار مدینہ اکٹھا ہو گئے تھے اور انھوں نے اس بات کا فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ خلیفہ انھی میں سے ہو گا۔

تاہم جب کچھ انصاریوں نے مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ مہاجرین مکہ اس بات کو قبول نہیں کریں گے تب انصار مدینہ نے کہا اس صورت میں ایک خلیفہ اُن میں سے ہو گا اور ایک خلیفہ ہم میں سے ہو گا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ مسکرا دیئے اور کہا؛

کبھی ایک میان میں دو تلواریں دیکھیں ہیں۔

مہاجرین مکہ میں سے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں موجود تھے اور اس سانحہ عظیم کا ذکر رہے تھے جو مسلمانوں پہ بیت گیا تھا۔تب کسی شخص نے اُن کو بتایا کہ سقیفہ بنو ساعدہ میں انصار اکٹھے ہیں اور انھوں نے حکومت حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو حکمران بنانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر پریشان ہو گئے اور فوراً سقیفہ بنو ساعدہ کی طرف روانہ ہو گئے۔انصار وہاں پہلے سے موجود تھے مگر وہ متفرق تھے اور کسی حتمی فیصلے پر نہ پہنچ سکے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ راستے میں مَیں نے بہت سی باتیں سوچیں جو میں انصار مدینہ سے کہنا چاہتا تھا۔مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے کچھ کہنے سے روک دیا اور کہا تم نے جو کہنا ہے بعد میں کہہ لینا ابھی صرف میں بات کروں گا۔اس حقیقت کو ذہن میں رکھیں کہ موجودہ زمانے میں اسلوب بیان کے بعض پہلوؤں کو ماہرین سیاست نو ایجاد سمجھتے ہیں من جملہ دیگر اسالیب بیان کے ایک

اسلوب یہ بھی ہے کہ مدمقابل سے اس طرح بات کی جائے کہ اُس کے جذبات کو بھی ٹھیس نہ لگے اور اصل بات کو بیان بھی کر دیا جائے۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس اسلوب بیان کے ماہر تھے اس لیے اُن کے ایک خطاب نے سارے منظر کو بدل دیا اور لوگوں نے اپنے دل کی خوشی سے اُن کے ہاتھ پہ بیعت کر لی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا؛

''واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو اپنی مخلوق میں رسول بنا کر بھیجا اور امت کے لیے گواہ بنا کر بھیجا اس غرض سے کہ بندے اللہ کی عبادت اور اس کی واحدنیت کا اقرار کریں۔حالت یہ تھی کہ لوگ مختلف معبودوں کی اس خیال خام سے پرستش کرتے تھے کہ وہ اللہ کے سامنے شفاعت کر کے اِن کو نفع پہنچائیں گے، اِن معبودوں کی حقیقت یہ ہے کہ وہ محض پتھر اور لکڑی سے تراش لیے گئے تھے اللہ پاک نے اس کا ذکر قرآن حکیم میں کیا؛

''اور جن معبودوں کو تم نے اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنا رکھا ہے (وہ کہتے ہیں کہ) ہم تو اُن کی پرستش محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں''۔

نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کو اپنے آباؤ اجداد کا دین ترک کرنا گراں گزرا اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اُن کی قوم سے مہاجرین اولین کو یہ خصوصیت بخشی کہ انھوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی، آپ ﷺ پہ ایمان لائے اور آپ ﷺ کی خدمت کے لیے کمر ہمت باندھ لی۔انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سخت مصیبتیں جھیلیں ایسے حالات میں کہ جب تمام آدمی اُن کی مخالفت کرتے تھے اور اُن کے جانی دشمن بن گئے تھے لیکن وہ اپنی قلت دشمنوں کی سختی کے باوجود ہراساں نہ ہوئے پس یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے روئے زمین پر سب سے پہلے اللہ کی عبادت کی اور سب سے پہلے اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے۔

اے لوگو یادرکھو؛ ہم مہاجرین اولین اشخاص ہیں جو اسلام لائے حسب ونسب اور عزوشرف کے لحاظ سے بھی ہم تمام عربوں سے بڑھ کے ہیں یادرہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں ہم کوتم سے مقدم رکھا ہے بیان کیا گیا ہے؛

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ۔

(سورۃ توبہ۹۔۱۰۰)

ترجمہ؛

اور مہاجرین اور اُن کے مددگار(انصار) میں سے سبقت لے جانے والے،سب سے پہلے ایمان لانے والے"۔

****

یادرکھو عرب کبھی اس بات پہ رضامند نہ ہوں گے کہ حکومت قریش کے علاوہ کسی کے ہاتھ میں ہو اور نہ وہ قریش کے علاوہ کبھی کسی کے مطیع رہے ہیں یادرہے کہ اس کے ساتھ ہم رسول اللہ ﷺ کے قرابتدار ہیں پس رسول اللہ ﷺ کا کنبہ ہی اس بات کا سب سے زیادہ حقدار ہے کہ حکومت اور سیادت اُن کے ہاتھ میں رہے اور کوئی ظالم شخص ہی اس معاملے میں اُن سے جھگڑا کرسکتا ہے۔

اے گروہ انصار تمھاری دینی فضیلت اور سبقت فی الاسلام کے عظیم شرف سے کوئی انکار نہیں کرسکتا تم کو اللہ نے اپنے دین اور اپنے رسول کی مدد کے لیے منتخب کیا ہے اپنے رسول کو ہجرت کے بعد تمھارے پاس بھیجا ہے رسول اللہ ﷺ کے اکثر صحابہ تمھیں میں سے ہیں لہٰذا مہاجرین اولین کے بعد تمھارا مرتبہ سب مسلمانوں سے بلند

ہے پس ہم امراء ہیں اور تم وزراء ہو تم اپنے مشورے پر ضد نہ کرنا ہم تمھارے مشورے کے بغیر معاملات طے نہ کریں گے۔

****

سارے انصاری دم سادھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باتیں سن رہے تھے اور قائل ہو رہے تھے پھر اُن میں سب سے پہلے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ اٹھے اور فرمایا؛

اے اہل انصار؛

خدا کی قسم اگرچہ ہمیں مشرکین سے جہاد اور دین میں سبقت اختیار کرنے کے معاملے میں مہاجرین پر فضیلت حاصل ہے مگر ہم نے یہ سب محض اپنے رب کی رضا کی خاطر کیا ہے اپنے نبی کی اطاعت ہم نے اپنے نفس کی اصلاح کے لیے کی ہے اس لیے ہمارے لیے یہ بات زیبا نہیں کہ ہم اِن باتوں کی وجہ سے فخر و مباہات میں الجھ کے رہ جائیں اور رسول اللہ ﷺ کی جو خدمت ہم نے کی ہے اُس کا صلہ اسی دنیا میں مال و منال کی صورت طلب کریں تب ہمارے پاس آخرت میں کیا باقی رہ جائے گا ہم نے جو کچھ کیا اپنے اللہ کی رضا کی خاطر کیا اور اُسی سے ہم بدلے کے امیدوار ہیں رسول اللہ ﷺ قریش سے ہیں اور آپ کی قوم اس بات کی واقعی حقدار ہے کہ خلافت اُن میں سے ہو اللہ نہ کرے کہ ہم اس معاملہ میں اپنے مہاجر بھائیوں سے جھگڑا کریں اس لیے اے انصار تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو مہاجرین کی مخالفت نہ کرو نہ اُن سے حکومت مانگو۔

****

مورخین کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقریر ہی کافی تھی اُس پہ حضرت بشیر بن سعد

رضی اللہ عنہ کے اِن الفاظ نے جلتی پہ تیل کا کام کیا اور لوگوں کے دل موم ہو گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھانپ چکے تھے کہ معاملہ سلجھ چکا ہے اس لیے انھوں نے انصار کو پکارا اور کہا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہیں تم اِن میں سے جس کو چاہے امامت کے لیے چن لو۔

صحابہ میں ایک شور مچ گیا۔

اور اس سے قبل کہ یہ شور حد سے بڑھتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور انھوں نے کہا؛

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں ہم اس منصب کے اہل نہیں۔ چنانچہ آؤ اِن کے ہاتھ پہ بیعت کر لو۔ بہت سے لوگ تھے جن کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تحفظات تھے اور کچھ لوگ تھے جو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس منصب کا اہل نہ جانتے تھے مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت پہ کسی کو اعتراض نہ تھا۔ چنانچہ جلد ہی پہلے بنو اوس نے اور اس کے بعد بنو خزرج کے اہم لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ عام بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کے بعد ہوئی۔ لمحوں میں یہ معاملہ طے پا گیا جس کی تفصیلات فراہم کرتے ہوئے مورخین نے روایات کا انبار لگا دیا تھا۔ اُن کے بطلان کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے کہ اُس روز کے بعد اہل انصار نے کبھی خلافت کا مطالبہ نہ کیا تاریخ اس بات کی شاہد ہے صحابہ امامت کے مسئلے سے فارغ ہوتے ہی کیا انصار کیا مہاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کی طرف لپکے کہ سب سے اہم معاملہ ابھی باقی تھا۔

تجہیز وتدفین

مسلمانوں نے خلافت کا مسئلہ طے کر لیا تھا۔اب کیا انصار کیا مہاجرین سب مسجد نبوی میں جمع ہو چکے تھے۔لوگوں نے سقیفہ بنی ساعدہ کا جو نقشہ کھینچا ہے اُس منظر کا کوئی عکس اب دکھائی نہ دیتا تھا۔انصار و مہاجرین باہم سیر و شکر ہو گئے تھے۔تب سب سے پہلے اُن کے درمیان اس بات پہ بحث ہوئی کہ نبی اکرم ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے، یہ مسئلہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی حل کیا کہ اُن کو حضرت عائشہ سے معلوم ہو چکا تھا کہ نبی اکرم ﷺ فرما چکے ہیں کہ جہاں اللہ کے نبی کی روح قبض کی جاتی ہے وہیں اُس کو دفن کیا جاتا ہے۔چنانچہ حضرت عائشہ کے حجرے میں قبر کھودی گئی،قبل ازیں صحابہ رسول اللہ ﷺ کو غسل دے چکے تھے سرکار دو عالم آنحضرت محمد ﷺ کو غسل دینے کی سعادت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام شکران رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔اِن صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کو اُس قمیض سمیت غسل دیا جو آپ ﷺ نے دم آخر پہن رکھی تھی۔نبی اکرم ﷺ کے غسل کے لیے غرس نامی کنویں سے پانی لایا گیا جو قبا کے قریب تھا اور نہایت مصفا کنواں تھا۔نبی اکرم ﷺ اکثر اس کنویں کا پانی نوش فرمایا کرتے تھے یہ کنواں حضرت سعد بن خثیمہ کی ملکیت تھا نبی اکرم ﷺ اس کنویں کی تعریف فرمایا کرتے تھے آپ ﷺ نے

ایک دفعہ اس کنویں سے پانی پیا تو فرمایا؛

''غرس کا کنواں بہترین کنواں ہے یہ جنت کے چشموں میں سے بہترین چشمہ ہے اس کا پانی نہایت پاکیزہ ہے''

یہ بھی روایت کیا گیا کہ اس پانی میں بیری کے پتے بھی ملائے گئے۔

بیان کیا گیا ہے کہ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی وصیت تھی کہ جب مجھے غسل دے دیا جائے تو مجھے کفن پہنانے کے بعد مجھے میری مرقد کے کنارے رکھ دیا جائے اس کے بعد دُعا کی جائے۔

چنانچہ صحابہ گروہ درگروہ آتے اور رسول اللہ ﷺ کے مرقد پہ کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے لیے دُعا کرتے درود پاک پڑھتے اور رخصت ہو جاتے اہل بیت کے بعد لوگوں نے ہجوم کرنے کی کوشش مگر چونکہ حجرے میں جگہ زیادہ نہ تھی اس لیے صحابہ آتے رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھتے اور رخصت ہو جاتے۔

یہ سلسلہ کامل سولہ گھنٹے تک جاری رہا مگر ابھی لوگ باقی تھے مگر صحابہ کی مشاورت سے رسول اللہ ﷺ کی تدفین کا عمل شروع کر دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کی قبر کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ جب قبر کھودنے کا وقت آیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو بلایا۔

انھوں نے ایک آدمی تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے بھیجا کہ وہ آئیں اور رسول اللہ ﷺ کے لیے قبر کھودیں وہ بغیر لحد والی قبر کھودنے میں ماہر تھے۔

دوسرا آدمی انھوں نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا جو لحد والی قبر کھودنے میں ماہر تھے اِن لوگوں کو روانہ کرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دُعا کی اے اللہ جو قبر رسول اللہ ﷺ کے لیے بہتر ہو وہ آدمی آئے۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ آئے اور نبی اکرم ﷺ کے لیے لحد والی قبر کھودی۔

اور یہ لوگ تو حضرت عائشہ کے حجرے کے اندر تھے مگر باہر شہر مدینہ میں کہرام مچا ہوا تھا کوئی آنکھ

نہ تھی جو اشکبار نہ ہو۔

حضرت اُم سلمیٰؓ سے روایت ہے کہ ہم نے رات بھر آنکھ نہ جھپکی تھی مدینہ کی بہت سی خواتین تھیں جو ہمارے ساتھ ساری رات روتی رہی تھیں ۔شہر مدینہ کی گلیوں میں لوگ رو رہے تھے، نخلستانوں میں لوگ رو رہے تھے۔ مسجد نبوی آہ و فغاں کی جگہ بن چکی تھی ،لوگ روتے تھے مگر اکتاتے نہ تھے کل سے کسی نے نہ کچھ کھانا کھایا تھا نہ پانی کسی کے حلق سے نیچے اترا تھا۔حضرت اُم سلمی کہتی ہیں کہ میں بہت سی خواتین کے ساتھ بیٹھی رو رہی تھی تب سحری کے وقت جب ہمیں حضرت عائشہ کے حجرے سے کدالوں کے چلنے کی آواز آئی تو ہماری چیخیں نکل گئیں ہم خود پہ قابو نہ رکھ سکیں اور زور زور سے رونے لگیں۔

حضرت اُم سلمی کہتی ہیں اس کے بعد جیسے ہمیں چپ سی لگ گئی ہو یا شاید ہم رو رو کر تھک چکی تھیں کہ فجر کا وقت ہو گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دینا شروع کی مگر جب وہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر پہنچے تو اُن کی چیخیں نکل گئیں وہ زار و قطار رو رہے تھے اور اذان دینا بھول چکے تھے تب ایک بار پھر ہم سے نہ رہا گیا اور ہم سب چیخیں مار مار کے رونے لگیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیر کے روز انتقال فرمایا اور اُن کی تدفین بدھ کی رات ہوئی۔ جب نبی اکرم ﷺ کو غسل دے دیا گیا اور قبر بھی تیار ہو گئی تو لوگوں نے اُس بستر مبارک کو لپیٹا جو رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں استعمال کرتے رہے تھے وہ سرخ رنگ کا ایک کمبل تھا اُسے قبر میں ڈالا گیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ قبر میں اترے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے غلام شقران رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کو اٹھایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھمایا حضرت اوس بن خولہ انصاری رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے درخواست کی مجھے بھی اس سعادت میں شامل کر لو صحابہ نے اجازت دی تو وہ بھی آگے بڑھے اور قبر میں اتر کر رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کو تھاما رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کو قبر میں اتار کر صحابہ باہر نکل آئے قبر بند کر دی گئی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اُس مقدس مٹی

پہ تازہ پانی سے چھڑکاؤ کیا۔صحابہ نے بیان کیا کہ وہ شہرمدینہ کا تاریک ترین دن تھا سورج نکلا ہوا تھا مگر اُس کی روشنی عجیب سی تھی جس میں نہ سختی تھی نہ نرمی۔تاریخ کا درخشاں ترین باب بند ہوا،اُفق اُس چاند سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گیا جو اُس کی روشنی کا جواز تھا،لوگوں کی آنکھیں ابھی اشکوں سے بوجھل تھیں اُن کے دل کی دھڑکن ابھی نارمل نہ ہوئی تھی،وہ خنک بہار اب رخصت ہوئی جس کے دم قدم سے اس شہر کی رونقیں تھیں،وہ سورج اب غروب ہوا جو اُن کے لیے اجالے لایا تھا،شہرمدینہ اُس رونق سے خالی ہو گیا جو رسول اللہ ﷺ کے دم قدم سے تھی، مسجد نبوی کی وہ محافل اختتام کو پہنچیں جن میں صحابہ رسول اللہ ﷺ کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھا کرتے تھے،وہ دن رات خواب ہوئے جب ہر لحہ قرآن اترتا تھا،وہ لمحات بیت گئے جب لوگ اپنے معاملات رسول اللہ ﷺ کے آگے پیش کیا کرتے تھے،لوگ اِن رُتوں کو بھولنے والے نہ تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا حسن اخلاق اُن کی رِگ جاں کا روگ بن گیا تھا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝

القرآن الحکیم (سورۃ والضحیٰ ۹۳ آیات: ۵-۴)

ترجمہ؛

”اور بے شک ہر بعد کی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بہتر ہے اور آپ کا رب عنقریب آپ کو اتنا کچھ دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے“۔

بیعت خلافت

یادرہے کہ پیر کی شام کوسقیفہ بنوساعدہ میں ہونے والے اجتماع میں اگرچہ بنواوس اور بنوخزرج کے اہم لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امارت کی تصدیق کر دی تھی تاہم مسلمانوں کی عام بیعت ابھی باقی تھی۔ چنانچہ جب مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رخصت کر چکے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے لوگوں کا ایک ہجوم اُمڈ آیا تھا جواس بات کا خواہش مند تھا کہ وہ خلیفۃ الرسول کے ہاتھ پہ بیعت کریں۔ جب لوگوں کی کثیر تعداد مسجد میں جمع ہوگئی تو سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور لوگوں کو مخاطب کیا انھوں نے فرمایا؛

''لوگو؛ کل میں نے تم سے ایک ایسی بات کہی جو کتاب اللہ میں پائی جاتی ہے اور نہ میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا لیکن میں اپنی محبت کے جوش میں سمجھتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ زندہ رہیں گے اور ہمارے تمام کاموں کی نگرانی بنفسِ نفیس فرماتے رہیں گے لیکن اللہ نے ہمارے لیے وہ کتاب باقی رکھی ہے جس سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت حاصل کی۔ پس اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہو گے تو اسی طرح ہدایت پاؤ گے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت پائی تمھارا خلیفہ اللہ نے اُس شخص کو بنایا ہے جو تم میں سب سے بہتر ہے ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرب ہیں اور یہی غار میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اس لیے اُٹھو اور اُن کی بیعت کرو۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے درخواست کی وہ منبر رسول اللہ ﷺ پہ تشریف لائیں۔مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آنسو تھے کہ تھمنے میں نہ آتے تھے۔وہ خود کو اس بات کے لیے تیار نہ پاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی جگہ پہ تشریف رکھیں۔اس لیے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرگوشی کی اُٹھیے لوگ بیعت کرنا چاہتے ہیں تو ناچار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اٹھے پھر اُن کو اس بات کی جرأت نہ ہوئی کہ وہاں بیٹھیں جہاں رسول اللہ ﷺ بیٹھا کرتے تھے بلکہ آپ منبر کی اُس سیڑھی سے نچلی سیڑھی پہ بیٹھے جہاں رسول اللہ ﷺ بیٹھا کرتے تھے ۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا منبر پر بیٹھنا تھا کہ لوگوں کا ہجوم ٹوٹ پڑا یوں بیعت عام منعقد ہوگئی یہ سلسلہ کافی دیر جاری رہا جب لوگ کم ہو گئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اٹھے اور ایک نہایت فصیح خطبہ دیا لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اس جیسا خطبہ کبھی نہ سنا تھا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا؛

''لوگو؛ خدا کی قسم نہ میں کبھی دن میں نہ کبھی رات میں امارت کا خواہاں تھا، نہ اس کی طرف مجھے رغبت تھی اور نہ میں نے کبھی پنہاں نہ یا آشکارا اللہ تعالیٰ سے اس امر کی دُعا کی تھی، البتہ مجھے خوف ہوا کہ امت میں کوئی فتنہ برپا نہ ہو جائے اس لیے میں بادل نخواستہ اس بارگراں کو اٹھانے کے لیے تیار ہو گیا۔ورنہ امارت میں مجھے کوئی راحت نہیں بلکہ یہ ایک ایسا بوجھ ہے جو تم لوگوں نے مجھ پہ ڈال دیا ہے جس کو برداشت کرنے کی قوت میں اپنے اندر نہیں پاتا اور اللہ عزوجل کی مدد کے بغیر اس سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔کاش میری جگہ آج کوئی ایسا شخص تمھارا امیر ہوتا جو اس بوجھ کو اٹھانے کی قدرت رکھتا۔ مجھے تم نے اپنا امیر بنا لیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں لہٰذا اگر میں سیدھے راستے پر چلوں تو میری مدد کرنا اور اگر میں غلطی کروں تو میری اصلاح کر دینا۔ یاد رکھو صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے ۔تم میں سے جو کمزور ہے وہ

میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق دلا دوں انشاءاللہ اور تم میں سے جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے حق لے لوں انشاء اللہ۔ یادرکھو جو قوم جہاد فی سبیل اللہ ترک کر دیتی ہے وہ ذلیل کر دی جاتی ہے اور جس قوم میں بے حیائی کا رواج ہو جائے اس پر عام طور پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر رہوں تم میری اطاعت کرنا اور جب میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے راستے سے ہٹ جاؤں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں ہے۔ اب نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور صفیں سیدھی کر لو"۔

حزن یاراں

یہ سب سے بڑا سانحہ تھا جو اب تک مسلمانوں پہ گزرا تھا۔انسانی طبع میں جو تفاوت ہے اس کی بنا پہ مختلف لوگ ایک معاملے میں مختلف ردعمل کا اظہار کرتے ہیں۔یہی حال مدینہ کے صحابہ کا تھا کچھ نے اپنے دلوں کو سنبھالا خود کو تسلی دی خالق کے فیصلے کے سامنے سر جھکایا جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا طرز عمل تھا جب کہ اسی سانحے نے کچھ لوگوں سے ہوش وحواس چھین لیے تھے جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ردعمل تھا۔صحابہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی جدائی کا زخم کبھی مندمل نہ ہو سکے گا انھوں نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ زندگی کی ساعتیں بتائی تھیں اُن کی یاد انھیں چین نہ لینے دیتی تھی۔چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی پیاری صاحبزادی حضرت فاطمہ کے آنسو رکنے میں نہ آتے تھے۔انھوں نے جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ کے حجرے سے نکلتے دیکھا تو اُن سے شکوہ کرتے ہوئے فرمایا تم نے کس طرح گوارا کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر پہ مٹی ڈالو جن کے پسینے کی مہک بھی دنیا کی سب سے اعلیٰ خوشبو سے اعلیٰ تھی۔اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب روتے تو خوب کھل کے روتے۔انھیں اِس بات کی پرواہ نہ ہوتی کہ لوگ اُن کو دیکھ رہے ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھی۔امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اپنی خلافت کے زمانے میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ راتوں کو اس لیے مدینہ کی گلیوں میں گشت فرماتے کہ خود کو لوگوں کے احوال سے باخبر رکھ

سکیں۔تب ایک رات انھوں نے ایک گھر سے آتی ایک آواز سنی غور کرنے پہ معلوم ہوا کوئی عورت رسول اللہ ﷺ کی جدائی پہ اشعار کہہ رہی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن اشعار سے بہت متاثر ہوئے اُس عورت سے کہا دروازہ کھولو اور مجھے بھی اس سعادت میں شامل کرلو میرا دل بھی رسول اللہ ﷺ کی یاد میں بیقرار ہے۔وہ عورت شعر کہتی رہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سردیوں کی اُس سرد رات میں ٹھنڈے فرش پہ بیٹھے اُس عورت سے رسول اللہ ﷺ کا مرثیہ سنتے رہے حتی کہ صبح ہوگئی اور سردی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رگوں میں اتر گئی جس کے باعث خلیفۃ المسلمین کئی راتوں تک بخار میں پھنکتے رہے۔

انھی میں ایک حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی تھے جو رسول اللہ ﷺ کی جدائی پہ گھنٹوں روتے رہتے اور بے حال ہو جاتے اُن کے آنسو تھے کہ ختم ہونے میں ہی نہ آتے تھے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بہت سا وقت گزارا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے احسن اخلاق کے اصلاً گواہ تھے اس لیے اُن کا درد دوسروں سے جدا تھا وہ کہتے ہیں میں نے کامل دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی مگر اِن دس سالوں میں رسول اللہ ﷺ ایک بار بھی مجھ سے ناراض نہیں ہوئے۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے میں نے اپنی زندگی میں اس سے زیادہ چمکدار دن نہیں دیکھا جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تھے اور میں نے اس دن سے تاریک تر کوئی دن نہیں دیکھا جس روز رسول اللہ ﷺ ہم سے رخصت ہوئے تھے۔

انھی میں حضرت زید بن عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے رسول اللہ ﷺ نے انھیں عوالی مدینہ میں کچھ زمین عطا کی تھی جس پر وہ کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔اُس روز وہ اپنے کھیت میں کام کررہے تھے جب انھیں رسول اللہ ﷺ کی رحلت کی خبر پہنچی وہ اس خبر کو سن کر صدمے کی اُس کیفیت میں آ گئے جہاں انسان جذباتی پن میں ہر حد سے گزر جاتا ہے۔حضرت زید بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سے کتنی محبت تھی اس کا ثبوت اُن کی وہ دُعا ہے جو انھوں نے رب العزت سے کی

۔انھوں نے اپنے رب کو پکارا اور کہا اے میرے رب میں مدینے گلیوں کو رسول اللہ ﷺ کے وجود کے بغیر نہیں دیکھ سکتا اس لیے تو میری بینائی سلب کر لے۔روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی اُن کی دُعا کو شرف قبولیت بخشا اور وہ ظاہری بینائی سے محروم ہو گئے مگر اُن کے من میں کس قدر اجالے ہو گئے کون جانتا ہے؟

اور انھی میں سے ایک حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے جو مکہ کی تپتی دوپہروں میں کئی من وزنی پتھر کے نیچے سسکتے مگر اُن کے لبوں سے احد احد کے سوا کوئی صدا نہ نکلتی اُن کا آقا امیہ بن خلف اپنے ہی ظلم وستم سے اکتا کر رہ گیا۔مگر بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے صبر کی آخری حدوں کو نہ پا سکا اور شکست خوردہ لہجے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا تم لوگوں نے میرا یہ غلام برباد کر دیا ہے اسے تم ہی خرید لو۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کر دیا۔جب رسول اللہ ﷺ رحلت فرما گئے تو بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے بھی مسجد نبوی کا سونا صحن برداشت نہ ہوا اور انھوں نے اپنے کپڑوں کی پوٹلی اپنے کندھوں پہ ڈالی اور وطن چھوڑنے کا ارادہ کر لیا کہ اس شہر میں اب اُن کا محبوب نہ رہا تو اس شہر میں رہنے کا کیا جواز۔لوگ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے رتبے سے آگاہ تھے اس لیے وہ خلیفۃ المسلمین کی طرف دوڑے اور انھیں آگاہ کیا کہ بلال حبشی رضی اللہ عنہ مدینہ چھوڑ کے جا رہے ہیں مسجد نبوی میں اب اُن کی آذان کی مسحور کن صدا کبھی نہ گونجے گی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور جا کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا راستہ روک لیا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے امیر سے عجیب سی بات کہی جسے سن کر انھوں نے ایک لفظ بھی نہ کہا اور الٹے پاؤں لوٹ گئے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا؛

میں مانتا ہوں کہ مجھے آپ نے خریدا تھا آپ نے مجھے آزاد کرایا تھا تو اگر آپ نے مجھے اپنے لیے آزاد کرایا تھا تو میرا بازو تھام کے جہاں جی چاہے لے جائیں اور اگر آپ نے مجھے اللہ کے لیے آزاد کرایا تھا تو میرا راستہ چھوڑ دیں رسول اللہ ﷺ کے بغیر یہ شہر مجھے مار ڈالے

گا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے راستے سے ہٹ گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ملک شام میں حلب نامی شہر میں جا اترے۔حلب ہو یا کوئی اور شہر محبت کے جس رشتے سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بندھے تھے انھیں کبھی چین نہ آیا نہ قرار کا کوئی لمحہ اُن کی زندگی سے رسول اللہ ﷺ کی جدائی کے بعد گزرا۔ وہ حلب میں ٹھہرے رہتے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ اُن کے خواب میں آئے اور فرمایا بلال رضی اللہ عنہ مجھے تم سے ایسی بے وفائی کی توقع نہ تھی تم نے ہمیں چھوڑ دیا ۔بلال رضی اللہ عنہ ننگے پاؤں ہی نکل بھاگے نہ رات کا اندھیرا انھیں روک سکا نہ راستے کی شدت اور ویرانی نے اُن کے پائے ثبات میں لغزش آنے دی۔وہ دیوانہ وار مدینے کی طرف بھاگے کہ وفا تو اُن کی پور پور میں رچی تھی پھر بھلا وہ بے وفائی کا الزام کیسے برداشت کرتے۔پھر چڑھتے سورج کی کرنوں میں اہل مدینہ میں سے کسی نے دیکھا کہ کوئی مسافر ہے جس کے جسم میں سفر کی صعوبتوں کے انگنت نشان ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کے مرقد مبارک کے قریب بے ہوش پڑا ہے۔کچھ لوگوں نے اُن کو پہچان لیا اور پل بھر میں سارے شہر میں یہ بات پھیل گئی کہ موذن رسول لوٹ آئے ہیں۔

لوگوں نے انھیں پانی پلایا اُن کو کھانا کھلایا بلال رضی اللہ عنہ حبشی اب ہوش میں تھے اور خود کو شہر خوباں میں پاتے تھے مگر اُن کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو کسی آبشار کا تسلسل لیے ہوئے تھے۔کچھ لوگوں نے اُن سے فرمائش کی کہ ایک بار وہ مسجد نبوی میں اُسی سوز و لحن سے اذان دیں جس طرح کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں دیا کرتے تھے۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی اس فرمائش کو سختی کے ساتھ رد کر دیا اور فرمایا تب تو میں سر گھماتا تو رسول اللہ ﷺ کو پاتا تھا اب مجھ میں اتنی سکت نہیں کہ میں اذان دے سکوں جب کہ سننے والوں میں رسول اللہ ﷺ موجود نہ ہوں۔

لوگوں کی فرمائش بڑھتی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے انکار میں بھی شدت آتی رہی۔

پھر لوگوں نے سوچا کوئی ایسا حیلہ کیا جائے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ انکار نہ کر سکیں

بلآ خرمشاورت کے بعد لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کے لیے کہیں تو وہ انکار نہ کر سکیں گے۔

لوگ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو لے آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا کر دیا۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں کھلایا تھا اُن کے ناز نخرے اٹھائے تھے وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے نواسے کس قدر عزیز ہیں اس لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی ہر وقت اِن شہزادوں کو اٹھائے پھرتے تھے۔حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہ رقت طاری ہو گئی وہ اُن کو اپنے سینے سے لگائے کتنی ہی دیر روتے رہے۔

لوگوں نے اشارہ کیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو یاد آیا کہ وہ کس مقصد کے تحت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سامنے آئے ہیں تو انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان کی فرمائش کر دی۔

اب انکار کی گنجائش ختم ہو چکی تھی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ چپکے سے اٹھے اور اُن سیڑھیوں کا رخ کیا جن پہ کھڑے ہو کر وہ عہد نبوی میں اذان دیا کرتے تھے۔پھر سات ماہ بعد مسجد نبوی کے منبر و محراب سے وہ آواز گونجی جو رسول اللہ ﷺ کے پردہ فرماتے ہی غائب ہو گئی تھی۔آواز دور تک گئی تھی اور لوگ چونک گئے تھے یوں لگتا تھا عہد رسالت واپس آ گیا ہے کچھ بھی تو نہیں ہوا کوئی سانحہ نہیں گزرا سب کچھ ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔

پردہ نشین خواتین بے پرواہ گھروں سے باہر نکل آئیں۔

لوگ زار و قطار رو رہے تھے یوں لگتا تھا رسول اللہ ﷺ کا وصال آج ہوا ہے پرانے زخم ہرے ہو گئے تھے شہر کے ہر کونے سے آہ و بکا اور سسکیوں کی صدائیں گونجنے لگیں۔روایات میں آتا ہے شہر مدینہ کے لوگ جتنا اُس روز روئے اتنا کبھی نہ روئے تھے۔ادھر بلال رضی اللہ عنہ بار بار اٹکنے لگے تھے پھر جدائی کا بوجھ اُن کی حد استطاعت سے بڑھ گیا اور وہ اذان کبھی مکمل نہ ہو سکی بلال

اشھد ان محمد رسول اللہ سے آگے نہ بڑھ سکے وہ غش کھا گئے سیڑھیوں سے نیچے آ رہے لوگ اُن کی طرف دوڑے۔ وہ بیہوش تھے۔ ہوش آنے پر وہ مدینہ چھوڑ کر دمشق چلے گئے اور بعد میں وہیں انتقال فرمایا۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

''اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا''

دکھ ہو یا سکھ عرب اُس کو بیان کرنے پر پوری قدرت رکھتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے وصال پر انھوں نے جس طرح کے شعر کہے دنیا بھر کی ادبی و علمی تاریخ سے اس کی مثال بیان کرنا مشکل ہے۔ ہمارے ہاں مورخین اہل عرب کے کلام کو نقل کرنے سے گریزاں رہے پتا نہیں کیوں! ہم یہاں حضرت حسان کے کچھ شعر درج کرتے ہیں جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر کہے۔



عرب زبان و بیان کی جن رفعتوں پہ فائز تھے اُن کی معاصر اقوام اُس کا تصور بھی نہ کر سکتی تھیں، عرب صاحبِ فصاحت تھے اسلوبِ بلاغت کے موجد تھے شعر اُن کے لیے اُن سانسوں کی طرح اہم تھے جن کا آہنگ زندگی کا پتا دیتا ہے۔ چنانچہ جس قبیلے کی محافظت پہ کوئی عمدہ شاعر مقرر نہ ہوتا عرب اُس قبیلے کی تکریم کے لیے تیار نہ ہوتے تھے۔ وہ زندگی کے ہر اہم موقعے کو نظم کیا کرتے اسی کی بدولت اہل عرب کی تاریخ محفوظ رہ سکی۔ زبان دانی اہل عرب کی متاع فخر تھی رسول اللہ ﷺ کے وصال مبارک پہ بھی عرب شعرا نے اپنے دکھ کا اظہار کیا۔ دربار رسالت کے خاص شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ نے رسول اللہ ﷺ کی جدائی کو جب شعر کا جامہ پہنایا تو ایک عمدہ مرثیہ وجود میں آیا جس میں حزن و فراق کے سارے رنگ سمو دیئے گئے۔ آیئے ہم بھی حزن و فراق کے اِن شہ پاروں سے دُکھ کے چند اشک کشید کریں۔

بِطَيْبَةَ رَسْمٌ لِلرَّسُوْلِ وَمُعْهَدُ
مُنِيْرٌ وَقَدْ تَعْفُوْا الرَّسُوْمُ وَتَهْمُدُ

مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ روشن رہنے والے منزل و مقام کے نشانات ہیں دوسرے لوگوں کے زمانہ کے ساتھ معدوم ہو جائیں گے

وَلَا تَمْتَحِیْ الْاٰیَاتُ مِنْ دَارِ حُرْمَةٍ
بِهَا مِنْبَرُ الْهَادِیْ الَّذِیْ كَانَ یَصْعَدُ

اس حرمت والی جگہ میں یہ نشانات کبھی ناپید نہ ہوں گے یہاں رسول اللہ ﷺ کا وہ منبر ہے جس پہ آپ خطبہ دیا کرتے تھے۔

وَ وَاضِحُ آثَارٍ وَ بَاقِیْ مَعَالِمٍ
وَرُبْعٌ لَّهٗ فِیْهِ مُصَلًّى وَ مَسْجِدُ

اس میں روشن آثار اور باقی رہنے والی نشانیاں ہیں اس میں آپ کا وہ گھر ہے جس میں آپ کے نماز پڑھنے کی جگہ اور سجدہ گاہ ہے۔

بِهَا حُجْرَاتٌ كَانَ يَنْزِلُ وَسْطَهَا
مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ يُسْتَضَاءُ وَ يُوْقَدُ

اس میں وہ حجرے ہیں جن میں اللہ کا نور نازل ہوتا تھا جس سے خوب ضیا حاصل کی جاتی تھی۔

مَعَارِفُ لَمْ تُطْمَسْ عَلَى الْعَهْدِ آيُهَا
أَتَاهَا الْبِلىٰ فَالآىُ مِنْهَا تَجَدَّدُ

یہاں ایسے معارف ہیں کہ زمانہ گزرنے پر بھی اس کے نشانات نہ مٹائے جاسکیں گے ان میں آترتی آیات تازہ بتازہ رہیں گی۔

عَرَفْتُ بِهَا رَسْمَ الرَّسُوْلِ وَعَهْدَهُ
وَقَبْرًا بِهَا وَارَهُ فِىْ التُّرْبِ مُلْحِدُ

میں نے یہاں رسول اللہ ﷺ کے نشانات آثار اور قبر دیکھی ہے جس میں دفنانے والے نے آپ کے جسد اطہر کو چھپا دیا۔

ظُلِلْتُ بِهَا اَبْكِىْ الرَّسُوْلَ فَاَسْعَدَتْ
عُيُوْنٌ وَمِثْلَاهَا مِنَ الْجَفْنِ تُسْعِدُ

یہاں میں رسول اللہ ﷺ پر رو رہا ہوں میری آنکھوں نے میری مدد کی اور میری پلکوں نے بھی میری بات مانی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

يُذَكِّرْنَ آلَاءَ الرَّسُوْلِ وَمَا اَرٰى
لَهَا مُحْصِيًا نَفْسِىْ فَنَفْسِىْ تَبَلَّدُ

یہ عورتیں تو رسول اللہ ﷺ کی نعمتوں کی یاد دلا رہی ہیں لیکن میں تو آپ کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتا میں تو ششدر رہوں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

مُفَجَّعَةٌ قَدْ شَفَّهَا فَقْدُ اَحْمَدٍ
فَضَلَّتْ لِاٰلَاءِ الرَّسُوْلِ تُعَدِّدُ

سخت دردمند ہوں، حضور کے پردہ فرما جانے نے میرے نفس کو نڈھال کر دیا ہے اب یہ حال ہے کہ میں رسول اللہ کی نعمتیں شمار کر رہا ہوں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَمَا بَلَغَتْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ عَشِيْرَةً
وَلٰكِنْ لِنَفْسِىْ بَعْدُ مَا قَدْ تَوَجَّدُ

میرا نفس تو کسی نعمت کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتا لیکن میرا نفس پھر بھی آپ کے حزن وملال کا شکار ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَطَالَتْ وُقُوْفًا تَذْرِفُ الْعَيْنُ جُهْدَهَا
عَلٰى طَلَلِ الْقَبْرِ الَّذِىْ فِيْهِ اَحْمَدُ

میرے دل نے وقوف تبدیل کر دیا ہے جبکہ آنکھ پوری کوشش کے ساتھ آنسو بہا رہی ہے اس قبر پر جہاں آپ آسودہ حال ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَبُوْرِكْتَ يَا قَبْرَ الرَّسُوْلِ وَ بُوْرِكَتْ
بِلَادٌ ثَوٰى فِيْهَا الرَّشِيْدُ الْمُسَدَّدُ

اے لحد مبارک تجھے برکت حاصل ہوگئی اور اِن شہروں کو بھی برکت حاصل ہوگئی جہاں رسول اللہ ﷺ کا ٹھکانہ ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَبُوْرِكَ لَحْدٌ مِّنْكَ ضُمِّنَ طَيِّبًا
عَلَيْهِ بِنَاءٌ مِنْ صَفِيْحٍ مُنَضَّدُ

اُس لحد کو برکت حاصل ہوگئی جس نے پاکیزہ ہستی کو اپنے اندر سمولیا جس پر چوڑے پتھروں کو ترتیب سے جوڑا گیا تھا۔

تَهِيلُ عَلَيْهِ التُّرْبِ اَيْدٍ وَاَعْيُنٌ
عَلَيْهِ وَقَدْ غَارَتْ بِذٰلِكَ اَسْعُدُ

قبر پہ ہاتھوں سے مٹی ڈالی جارہی ہے اور اس عمل سے نیک بختیاں حاصل ہورہی ہیں۔

لَقَدْ غَيَّبُوْا حِلْما وَعِلْمًا وَرَحْمَةً
عَشِيَّةَ عَلَّوْهُ الثّٰرى لَا يُوَسَّدُ

اُس رات لوگوں نے علم حلم اور رحمت کو چھپادیا اور اُس پہ مٹی ڈال دی اور رسول اللہ ﷺ کے لیے وہاں کوئی تکیہ بھی نہ رکھا۔

وَرَاحُوْا بِحُزْنٍ لَيْسَ فِيهِمْ نَبِيُّهُمْ
وَقَدْ وَهَنَتْ مِنْهُمْ ظُهُوْرٌ وَاَعْضُدُ

وہ غمگین ہیں کہ اُن میں اب اُن کے نبی نہیں ہیں اُن کی کمریں اور بازو دوہرے ہو گئے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

يُبَكُّوْنَ مَنْ تَبْكِى السَّمٰوٰاتُ يَوْمَهٗ
وَمَنْ قَدْ بَكَتْهُ الْاَرْضُ فَالنَّاسُ اَكْمَدُ

اُس ذات پہ زمین بھی روئی آسمان بھی رویا اور ہم بھی بہت ہی دلگرفتہ تھے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

وَهَل عَدَلَتْ يَوْمًا رَزِيَّةُ هَالِكٍ
رَزِيَّةَ يَوْمٍ مَاتَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ

مصیبت کا کوئی دن اُس دن کی ہمسری نہیں کر سکتا جس روز رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡

تَقَطَّعَ فِيهِ مُنْزَلُ الْوَحْيِ عَنْهُمُ
وَقَدْ كَانَ ذَنُوْرٍ يَغُوْرُ وَيُنْجِدُ

ہم اُس ذات سے خالی ہو گئے تھے جن کو وحی کی جاتی تھی وہ ایسے نور والے تھے پست و بلند کو منور کر دیتے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

يَدُلُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ مِنْ يَّقْتَدِيْ بِهٖ
وَيُنْقِذُ مِنْ هَوْلِ الْخَزَايَا وَيُرْشِدُ

وہ لوگوں کو رحمان کے راستے پہ لگاتے لوگوں کو ذلت و رسوائی سے بچاتے اور اُن کو شرف عطا فرماتے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اِمَامٌ لَهُمْ يَهْدِيْهِمُ الْحَقَّ جَاهِدًا
مُعَلِّمُ صِدْقٍ اِنْ يُطِيْعُوْهُ يَسْعَدُوْا

وہ لوگوں کے امام تھے پوری کوشش سے لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتے جو اُن کی اطاعت کرتا سعادت مند بن جاتا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

عَفُوٌّ عَنِ الزَّلَّاتِ یَقبَلُ عُذْرَهُمْ
وَاِنْ یُحْسِنُوْا فَاللّٰهُ بِالْخَیْرِ اَجْوَدُ

وہ لوگوں کی لغزشیں معاف کردیتے اُن کا عذر قبول کرلیتے تو اللہ تعالیٰ بھلائی میں اُن کے ساتھ اور زیادہ سخاوت کرتا۔

وَاِنْ نَابَ اَمْرٌ لَمْ یَقُوْمُوْا بِحَمْلِهٖ
فَمِنْ عِنْدِهٖ تَیسِیْرُ مَا یَتَشَدَّدُ

اگر کوئی ایسا امر واقع ہوجاتا جس کو لوگ نہ اٹھاسکتے تو حضور کی طرف سے اُن کے لیے آسانی پیدا کردی جاتی۔

فَبَیْنَاهُمْ فِیْ نِعْمَةِ اللّٰهِ بَیْنَهُمْ
دَلِیْلٌ بِهٖ نَهْجُ الطَّرِیْقَةِ یُقْصَدُ

لوگ اِس حالت میں تھے کہ وہ نعمت اُن کے بیچ تھی جن کی راہنمائی واضح راستے پر چلانے کو کافی تھی۔

عَزِیْزٌ عَلَیْہِ اَنْ یُجُوْرُوْا عَنِ الْھُدٰی
حَرِیْصٌ عَلٰی اَنْ یَّسْتَقِیْمُوْا وَیَھْتَدُوْا

لوگوں کا راہ راست سے بھٹک جانا آپ پر بہت شاق گزرتا تھا آپ اس بات کے حریص تھے کہ لوگ ہدایت حاصل کریں۔

عَطُوْفٌ عَلَیْھِمْ لَا یُثَنِّیْ جَنَا حَہٗ
اِلٰی کَنَفٍ یَحْنُوْ عَلَیْھِمْ وَیَمْھُدُ

آپ ﷺ لوگوں پر حد سے زیادہ مہربان تھے کسی سے بے رخی نہ برتتے بلکہ اُن کے لیے راستہ ہموار کرتے۔

فَبَیْنَا ھُمْ فِیْ ذٰلِکَ النُّوْرِاِذ غَدَا
اِلٰی نُوْرِھِمْ سَھْمٌ مِنَ الْمَوْتِ مُقْصِدُ

ابھی لوگ اسی نور میں تھے کہ موت کا ایک سیدھا تیر اُن کے اِس نور کو آلگا۔

فَاَصبَحَ محمودا اِلیٰ اللّٰہِ رَاجِعًا
یُبَکِّیۡہِ جَفۡنُ الۡمُرۡسَلَاتِ وَیَحۡمِدُ
آپ لوگوں کی ستائش کے مستحق تھے آپ کی وفات پر فرشتوں کی پلکیں بھی بوجھل تھیں۔

وَاَمۡسَتۡ بِلَادُ الۡحِرۡمِ وَحۡشًا بِقَاعُهَا
لِغَیۡبَۃِ مَا کَانَتۡ مِنَ الۡوَحِیۡ تَعۡهَدُ
جب وحی اُن سے مفقود ہوئی تو حرم کے تمام علاقے سنسان ہوگئے کہ لوگ اِس کے عادی ہوچکے تھے۔

قِفَا رًا سِوٰی مَعۡمُوۡرَۃِ اللِّحۡدِ ضَافَهَا
فَقِیۡدٌ یُبَکِّیۡہِ بَلَاطٌ وَ غَرۡقَدُ
سب علاقے بنجر ہوگئے سوائے اُس لحد کے جو آباد ہوگئی جس پر شجر و حجر رو رہے تھے۔

مَسْجِدُهٗ فَالْمُوْحِشَاتُ لِفَقْدِهٖ
خَلَاءٌ لَهٗ فِيْهِ مَقَامٌ وَ مَقْعَدُ

آپ ﷺ کی مسجد خالی ہے اور یہ تمام علاقے آپ کے نہ ہونے سے خوفزدہ ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ اٹھا بیٹھا کرتے تھے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَبِالْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى لَهٗ ثَمَّ اَوْحَشَتْ
دِيَارٌ وَ عَرَصَاتٌ وَرَبْعٌ وَ مَوْلِدُ

آپ کی وجہ سے جمرہ کبریٰ کے تمام علاقے متوحش ہوگئے آپ کی وجہ سے گھر خالی زمینیں قطعے اور جائے پیدائش سب متوحش ہوگئے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

فَبَكِّىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا عَيْنُ عَبْرَةً
وَلَا اَعْرِفَنْكِ الدَّهْرَ دَمْعُكِ يَجْمُدُ

اے آنکھ تو رسول اللہ ﷺ پہ ایسے آنسو بہا کہ کبھی بھی تجھے علم نہ ہونے پائے کہ تیرے آنسو خشک ہوگئے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَمَالِكِ لَا تَبْكِيْنَ ذَا النِّعْمَةِ الَّتِىْ
عَلَى النَّاسِ مِنْهَا سَابِغٌ يَتَغَمَّدُ

تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تُو اس نعمت پہ تمام لوگوں پر برستی تھی جس میں سب چھپ جاتے تھے۔

فَجُوْدِىْ عَلَيْهِ بِالدُّمُوْعِ وَ اَعْوِلِىْ
لِفَقْدِ الَّذِىْ لَا مِثْلَهٗ الدَّهْرَ يُوْجَدُ

اے آنکھ؛ تو حضور کے فراق میں آنسو بہانے میں سخاوت کر اور خوب آہیں بھر اس ذات کے پردہ فرمانے پر جس کی زمانے میں مثل نہیں۔

وَمَا فَقَدَ الْمَاضُوْنَ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
وَلَا مِثْلُهٗ حَتَّى الْقِيَامَةِ يُفْقَدُ

سابقہ امتوں نے حضرت محمد ﷺ جیسی کسی ہستی کو گم نہیں کیا نہ قیامت تک آپ کی مثل کوئی گم کیا جائے گا۔

اَعَفَّ وَ اَوْفٰی ذِمَّۃً بَعْدَ ذِمَّۃٍ
وَاَقْرَبَ مِنْہُ نَائِلاً لَا یُنَکَّدُ

جو آپ سے پاکدامن اور ایک ذمہ داری کے بعد دوسری ذمہ داری ادا کرنے والا ہو اور آپ سے زیادہ عطیہ دینے والا ہو۔

وَاَبْذَلَ مِنْہُ لِلطَّرِیْفِ وَتَالِدٍ
اِذَاضَنَّ مِعْطَاءٌ بِمَاکَانَ یُتْلِدُ

آپ سے زیادہ نئی اور وراثت والی دولت کو خرچ کرنے والا ہو جب کہ بعض لوگ موروثی دولت خرچنے میں بھی بخیل ہوتے ہیں۔

وَاَکْرَمَ صَیْتًا فِی الْبُیُوْتِ اِذَا انْتَمٰی
وَ اَکْرَمَ جَدًّا اَبْطَحِیًّا یُسَوَّدُ

خاندانوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ شہرت والا جب خاندانوں کی طرف نسبت کی جائے جو مکہ کے رہنے والے معزز سردار تھے۔

وَ اَمْنَعَ ذِرْوَتٍ وَاَثْبَتَ فِیْ الْعُلَا
دَعَائِمَ عِزٍّ شَاهِقَاتٍ تُشَيَّدُ

بلندیوں کا زیادہ محافظ اور بلندیوں پر قائم رہنے والا عزت کے بلند ستون جنھیں خوب مضبوط کیا گیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاَثْبَتَ فَرعًا فِیْ الْفُرُوْعِ وَمَنْبِتًا
وَعُوْدًا غَذَاهُ الْمُزْنُ فَالْعُوْدُ اَغْيَدُ

شاخوں میں سے شاخ جڑ اور لکڑی کے اعتبار سے زیادہ مضبوط جسے بادلوں نے غذا دی تو لکڑی لچکدار ہوگئی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

رَبَّاهُ وَلِيْدًا فَاسْتَتَمَّ تَمَامُهُ
عَلٰى اَكْرَامِ الْخَيْرَاتِ رَبٌّ مُمَجَّدُ

اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہی انھیں آغوش تربیت میں لے لیا تھا اس لیے بزرگ و برتر رب نے آپ کو اعلیٰ صلاحیتوں پر مکمل کیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

تَنَا ھَتْ وَصَاۃُ الْمُسْلِمِیْنَ بِکَفِّہٖ
فَلَاالْعِلْمُ مَحْبُوْسٌ وَّلَاالرَّأیُ یُفْنَدُ

آپ کے دست اقدس کی وجہ سے مسلمانوں کی لکڑی نہایت مضبوط ہوگئی کہ نہ آپ کا علم محدود ہے اور نہ ہی رائے میں کوئی نقص ہے۔

✧✧✧✧✧✧✧✧

اَقُوْلُ وَلَا یُلْقِیْ لِقَوْلِیْ عَائِبٌ
وَمِنَ النَّاسِ اِلَّا عَازِبُ الْعَقْلِ مُبْعَدُ

میں بات کر رہا ہوں اور لوگوں میں کوئی بھی اس پر عیب نہیں لگا سکتا مگر وہی جو عقل و دانش سے کورا ہے۔

✧✧✧✧✧✧✧✧

وَلَیْسَ ھَوَایِٔ نَازِغًا عَنْ ثَنَائِہٖ
لَعَلِّی بِہٖ فِیْ جَنَّۃِ الْخُلْدِ اَخْلُدُ

میرا نفس اس کی تعریف کے معارض نہیں امید ہے اس تعریف کی وجہ سے جنت خلد میں ہمیشہ رہوں گا۔

✧✧✧✧✧✧✧✧

مَعَ الْمُصْطَفٰی اَرْجُوْ بِذَاكَ جِوَارَہٗ
وَفِیْ نَیْلِ ذَاكَ الْیَوْمِ اَسْعٰی وَاَجْهَدُ

اس تعریف کے ذریعے حضور ﷺ کے جوار کی امید کرتا ہوں اور اسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہوں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

مَا بَالُ عَیْنِکَ لَا تَنَامُ کَاَنَّمَا
کُحِلَتْ مَا قِیْهَا بِکُحْلِ الْاَرْمَدِ

تیری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے وہ سوتی بھی نہیں گویا اس کی اطراف میں آشوب چشم کا سرمہ لگا دیا گیا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

جَزَعًا عَلَی الْمَهْدِیِّ اَصْبَحَ ثَاوِیًا
یَا خَیْرَ مَنْ وَطِئَ الْحَصٰی لَا تَبْعُدِ

رسول کریم ﷺ پر آہ و بکا کرنے کی وجہ سے جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا ہے اس نے ٹھکانہ کر لیا ہے اے زمین پر چلنے والوں میں سے بہترین سے دور ہو جا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَجْهِیْ یَقِیْکَ التُّرْبَ لَهْفِیْ لَیْتَنِیْ
غُیِّبْتُ قَبْلَکَ فِیْ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ

میرا چہرہ آپ کو مٹی سے بچائے صد افسوس کاش میں آپ سے قبل مدینہ کے قبرستان بقیع غرقد میں غرق ہو چکا ہوتا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

بِاَبِیْ وَ اُمِّیْ مَنْ شَهِدْتُ وَفَاتَهٗ
فِیْ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ النَّبِیُّ الْمُهْتَدِیْ

میرے ماں باپ ہدایت یافتہ نبی پر قربان جس کے وصال پر میں حاضر تھا جن کا وصال پیر کے روز ہوا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

فَظَلِلْتُ بَعْدَ وَفَاتِهٖ مُتَبَلِّدًا
مُتَلَدِّدًا یَا لَیْتَنِیْ لَمْ اُوْلَدِ

آپ ﷺ کے وصال کے بعد میں حیران و پریشان اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہوں کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اَاُقِیْمُ بَعْدَكَ بِالْمَدِیْنَةِ بَیْنَهُمْ
یَا لَیْتَنِیْ صُبِّحْتُ سُمَّ الْاَسْوَدِ

کیا میں آپ کے بعد بھی مدینہ طیبہ میں لوگوں کے درمیان رہ سکوں گا کاش مجھے صبح ہی سیاہ سانپوں کا زہر پلا دیا جاتا۔

اَوَحَلَّ اَمْرُ اللّٰهِ فِیْنَا عَاجِلاً
فِیْ رَوْحَةٍ مِنْ یُوْمِنَا اَوْمِنْ غَدِ

یا اللہ کا امر ہم میں جلدی ہی نازل ہو جائے آج ہی شام کے وقت یا کل تک۔

فَتَقُوْمُ سَاعَتُنَا فَنَلْقٰی طَیِّبًا
مَحْضًا ضَرَائِبُهٗ کَرِیْمُ الْمَحْتَدِ

ہماری ساعت قائم ہو جائے اور ہم ملیں اس پاکیزہ ہستی سے جس کی فطرت خالص اور جس کی اصل شریف ہے۔

يَا بِكْرَ آمَنَةَ الْمُبَارَكِ بِكْرُهَا
وَلَدَتْهُ مُحْصَنَةٌ بِسَعْدِ الْأَسْعُدِ

اے آمنہ کے لال؛ جو بڑی برکتوں والا ہے جنھیں اس پاک دامن عورت نے بڑی سعادتوں کے ساتھ جنا۔

نُوْرًا اَضَاءَ عَلَى الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا
مَنْ يُهْدَ لِلنُّوْرِ الْمُبَارَكِ يَهْتَدِى

وہ ایسا نور تھا جس نے تمام عالم کو منور کر دیا جسے بھی اس نور مبارک کی طرف سے ہدایت کے راستے پر لگایا جاتا ہے وہ ہدایت پا جاتا ہے۔

يَا رَبِّ فَاجْمَعْنَا مَعًا وَ نَبِيَّنَا
فِىْ جَنَّةٍ تَثْنِىْ عُيُوْنَ الْحُسَّدِ

اے ہمارے رب؛ ہمیں اور ہمارے نبی کو اُس جنت میں جمع کر دے جس سے حاسدوں کی آنکھوں کو دور کر دیا جاتا ہے۔

فِیۡ جَنَّۃِ الۡفِرۡدُوۡسِ فَاکۡتُبۡھَا لَنَا
یَا ذَاالۡجَلَالِ وَذَا الۡعُلَا وَالسُّؤۡدَدِ

جنت الفردوس میں اسے ہمارے لیے لکھ دے اے جلال بلندی اور سرداری کے حامل۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاللّٰہُ اَسۡمَعُ مَا بَقِیۡتُ بِھَا لِکٍ
اِلَّا بَکَیۡتُ عَلَی الۡعُلَاالنَّبِیِّ مُحَمَّدٍ

اللہ کی قسم؛ جب تک زندہ رہوں گا اوراس میں سے کسی فوت ہونے والے کے بارے میں سنوں گا تو میں نبی کریم ﷺ پر روؤں گا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

یَا وَیۡحَ اَنۡصَارِ النَّبِیِّ وَرَھۡطِہٖ
بَعۡدَ الۡمُغَیَّبِ فِیۡ سَوَاءِ الۡمَلۡحَدِ

نبی ﷺ کے انصار اور آپ کی جماعت کا کتنا برا حال ہے اس کے بعد حضور کو لحد مبارک میں اتارا گیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

ضَاقَتْ بِالْاَنْصَارِ الْبِلَادُ فَاَصْبَحُوْا
سُوْدًا وَجُوْهُهُمْ كَلَوْنِ الْاِثْمِدِ

انصار کے لیے تمام شہر تنگ ہو گئے ان کے چہرے یوں سیاہ ہو گئے جیسے سرمہ کا رنگ ہوتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَ لَقَدْ وَلَدْنَاهُ وَ فِيْنَا قَبْرُهُ
وَ فُضُوْلَ نِعْمَتِهِ بِنَا لَمْ نَجْحَدُ

ہم نے ہی آپ کو جنا اور ہمارے ہاں ہی آپ کی قبر ہے ہم آپ کے احسانات کا انکار نہیں کرتے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاللّٰهُ اَكْرَمَنَا بِهٖ وَهَدٰى بِهٖ
اَنْصَارَهٗ فِىْ كُلِّ سَاعَةِ مَشْهَدِ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے ذریعے عزت دی اور آپ کے وسیلہ سے انصار کو ہر لمحہ ہدایت سے نوازا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

صَلَّی الْاِلٰہُ وَمَنْ یُخَفُ بِعُرْشِہٖ
وَالطَّیِّبُوْنَ عَلَی الْمُبَارَکَ اَحْمَدِ

اللہ تعالیٰ، عرش الٰہی کو گھیرنے والے فرشتے اور پاکیزہ لوگ نبی احمد ﷺ پر درود بھیجیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

نَبِّ الْمَسَاکِیْنَ اَنَّ الْخَیْرَ فَارَقَھُمْ
مَعَ النَّبِیْ تَوَلّٰی عَنْھُمْ سَحَرَا

مساکین کو باخبر کردو کہ خیر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہی رخصت ہوگئی جس نبی نے صبح ہی اُن سے منہ پھیر لیا تھا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

مَنْ ذَالَّذِیْ عِنْدَہٗ رَحْلِیْ وَرَاحِلَتِیْ
وَرِزْقُ اَھْلِیْ اِذَا لَمْ یُؤْنِسُوْا الْمَطَرَا

اب وہ کون ہوگا جس کے ہاں میرے لیے سامان سفر اور سواری ہوتی تھی اور جس کے ہاں میرے گھر والوں کا رزق ہوتا جب وہ بارش کو محسوس بھی نہ کرتے تھے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

اَمْ مَّنْ نُعَاتِبُ لَا نَخْشٰی جَنَا دِعَہٗ
اِذَا اللِّسَانُ عَتَا فِی الْقَوْلِ اَوْ عَثَرَا

یا وہ کون ہوگا جس سے ہم ناراض ہو جائیں تو ہمیں اس کے فتنہ کا کوئی ڈر نہیں ہوگا جب زبان حد سے تجاوز کرے یا لغزش کھائے۔

کَانَ الضِّیَاءَ وَ کَانَ النُّوْرَ نَتْبَعُہٗ
بَعْدَ الْاِلٰہِ وَکَانَ السَّمْعَ وَالْبَصَرَا

وہ ایسی ضیا اور ایسے نور تھے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد ہم اسی کی اتباع کرتے آپ ہمارے کان اور ہماری آنکھ تھے۔

فَلَیْتَنَا یَوْمَ وَارَوْہُ بِمَلْحَدِہٖ
وَغَیَّبُوْہُ وَاَلْقَوْا فَوْقَہُ الْمَدَارَا

جس روز صحابہ نے آپ ﷺ کو قبر میں دفن کیا اور آپ کو چھپا دیا اور مٹی ڈال دی گئی۔

لَمْ يَتْرُكِ اللّٰهُ مِنَّا بَعْدَهٗ اَحَدًا
وَلَمْ يُعِشْ بَعْدَهٗ اُنْثٰى وَلَا ذَكَرَا

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے بعد ہم میں سے کسی کو نہ چھوڑتا آپ ﷺ کے بعد نہ عورت کو زندہ رکھتا اور نہ مرد کو۔

ذَلَّتْ رِقَابُ بَنِیْ النَّجَارِ كُلِّهِمْ
وَكَانَ اَمْرًا مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ قَدْ قُدِرَ

تمام بنونجار کی گردنیں جھک گئیں تھیں یہ اللہ کا وہ حکم تھا جو مقدر ہو چکا تھا۔

وَاقْتُسِمَ الْفَيْئُی دُوْنَ النَّاسِ كُلِّهِمْ
وَ بَدَّدُوْهُ جِهَارًا بَيْنَهُمْ هَدَرًا

اُس روز مال غنیمت تمام لوگوں کے بغیر تقسیم کیا گیا اور انھوں نے اسے علی الاعلان لغو قرار دے کر تتر بتر کر دیا۔

اَلَیْتُ مَافِیْ جَمِیْعِ النَّاسِ مُجْتَهِدًا
مِنِّیْ اَلَیَّةَ بِرِّ غَیْرِ اِفْنَادِ

میں نے قسم اٹھائی ہے اِن چیزوں کے بارے میں جو تمام لوگوں میں ہیں میں انھیں بجا لانے کی کوشش کروں گا یہ قسم سچی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

تَاللّٰهِ مَا حَمَلَتْ اُنْثٰی وَلَا وَضَعَتْ
مِثْلَ الرَّسُوْلِ نَبِیِّ الْاُمَّةِ الْهَادِیْ

اللہ کی قسم نہ کسی عورت نے ایسا حمل اٹھایا اور نہ ایسا بچہ جنا جو رسول اللہ ﷺ جیسا ہو جو امت کے ہادی اور رسول ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَلَا بِرَا اللّٰهُ خَلْقًا مِنْ بَرِیَّتِهٖ
اَوْفٰی بِذِمَّةِ جَارٍ اَوْ مِیْعَادِ

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں کوئی ایسا بچہ پیدا نہیں کیا جو پڑوسی کے ذمہ اور وعدہ کو آپ سے زیادہ پورا کرنے والا ہو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

مِنَ الَّذِیْ کَانَ فِیْنَا یُسْتَضَاءُ بِہٖ
مُبَارَکَ الْاَمْرِ ذَا عَدْلٍ وَاِرْشَادِ

اس ذات سے بڑھ کر جو ہمارے درمیان تشریف فرما ہے اس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اس کا ہر کام بابرکت، وہ عدل اور رشد وہدایت والے تھے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

اَمْسٰی نِسَاؤُکَ عَطَّلْنَ الْبُیُوْتَ فَمَا
یَضْرِبْنَ فَوْقَ قَفَا سِتْرٍ بِاَوْتَادِ

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات نے اپنے گھروں کو معطل کر دیا ہے اب وہ پردوں پر میخیں نہیں لگاتیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

مِثْلَ الرَّوَاہِبِ یَلْبَسْنَ الْمَبَاذِلَ قَدْ
اَیْقَنَّ بِالْبُوسِ بَعْدَ النِّعْمَۃِ الْبَادِیْ

اب یہ ان راہبوں کی طرح ہوگئی ہیں جو بوسیدہ کپڑے پہنتی ہیں انھیں نعمت کے بعد کھلی مصیبت پر یقین ہوگیا ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖

يَا افْضَلَ النَّاسِ اِنِّیْ كُنْتُ فِیْ نَهَرٍ
اَصْبَحْتُ مِنْهُ كَمَثَلِ الْمُفْرَدِالصَّادِیْ

اے تمام بنی آدم سے افضل، میں دریا میں تھا اب میں اس دریا سے دور ہوکر تنہا اس آدمی کی طرح ہوگیا ہوں جو سخت پیاسا ہو۔ [*21]

ضمیمہ جات

11 ہجری، بمطابق ... مئی 632ء

عرضِ دِگر

ہم یہاں کچھ اُن امور کا تذکرہ کر دینا ضروری سمجھتے ہیں جو قصداً یا سہواً تحریر ہونے سے رہ گئے ہیں۔ چند ایسے امور کی طرف اپنی توجہ مبذول کرنا چاہتے ہیں جن کی تفصیلات واقعاتی تسلسل میں شاید محو ہو گئی ہوں۔ ہم یہاں رسول اللہ ﷺ کے غلاموں، رسول اللہ ﷺ کی سواریوں، رسول اللہ ﷺ کے ہتھیاروں، مدینہ کی مسجدوں اور رسول اللہ ﷺ کے عام معمولات وغیرہ کا کچھ تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد اور راہنمائی فرمائے۔ آمین

مدینہ کی مسجدیں

مسجد اسلام کی بنیاد ہے، مسلمانوں کے یقین کی اساس ہے، اللہ سے رابطے کی خاص جگہ ہے ،شکرادا کرنے کا مقام ہے، فرض ادا کرنے کی جگہ ہے، اپنی جبینوں کو اللہ کی راہ میں جھکانے کا مقام ہے۔ مسجد مسلمانوں کی پہچان ہے آج دنیا میں کروڑوں مساجد ہیں۔ اللہ کے بندے اپنی مسجدوں پہ دل کھول کے دولت خرچ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے ہر بڑے شہر میں ایسی درجنوں مساجد ملیں گی جن کی تاریخی اور تعمیری حیثیت جداگانہ ہوگی۔ مساجد کی تعمیر مسلمان بادشاہوں کا شوق رہا ہے۔ ہمارے خطے میں مغل حکمرانوں نے بہت سی عمدہ اور عالیشان مساجد تعمیر کیں۔ آج کی دنیا میں مساجد کی تعمیر کو ایک جداگانہ فن کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ تاہم ہمارا موضوع عہد رسالت کی مساجد ہیں۔ تب مسجدیں نہایت سادہ تعمیر کی جاتی تھیں جیسا کہ مسجد نبوی کی تعمیر رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے ہاتھوں سے کی مگر اُس کی تعمیر نہایت سادگی سے کی گئی کھجور کے تنوں سے ستون بنائے گئے اور کھجور کے پتوں سے ہی چھت ڈالی گئی کچی مٹی کی اینٹوں سے چنائی کی گئی۔

صحابہ بیان کرتے ہیں کہ جب بارش ہوتی تو مسجد نبوی کی چھت ٹپکا کرتی مسجد نبوی کا فرش کنکریوں سے اور سنگریزوں سے بچھایا گیا۔ صحابہ کہتے ہیں جب بارش ہو جاتی تو مسجد کے فرش پہ پڑے سنگریزے ہماری جبینوں کو چبھا کرتے۔ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ ہجرت کی تو مدینہ

پہنچ کے اگلے ہی روز قبا میں اسلام کی پہلی مسجد کی بنیاد رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ مسجد قبا کی بنیاد تقویٰ پہ رکھی گئی۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد جب حوالی مدینہ کے قبائل نے اسلام قبول کیا تو رفتہ رفتہ مدینہ کے ہر محلے میں مسجد تعمیر ہونے لگی۔ مورخین نے مسجد قبا اور مسجد نبوی کے علاوہ جن مساجد کا تذکرہ کیا ہے اُن کی کچھ تفصیل بیان کرنا یہاں مقصود ہے۔

****

☜ مسجد شمس

جب نبی اکرم ﷺ نے مدینہ ہجرت کی تو آپ ﷺ نے مدینہ کے یہودیوں سے مساویانہ بنیادوں پہ ایک معاہدہ کیا جسے میثاق مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مگر مدینہ کے یہودیوں کے دلوں میں شر تھا۔ وہ حقیقت کی بجائے اپنے نفس کی پوجا کرنے والے لوگ تھے۔ انھوں نے اپنے دین کا حلیہ بھی بدل کے رکھ دیا تھا اور نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں سے بھی شدید حسد کرتے تھے جس کی بنا پہ وہ زیادہ دیر تک اُس معاہدے پہ قائم نہ رہ سکے جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کو مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ یہودیوں کے قبیلے بنی نضیر نے انکار کیا تو نبی اکرم ﷺ کی سربراہی میں اسلامی فوجوں نے اُس علاقے کا محاصرہ کر لیا جہاں بنونضیر مقیم تھے۔ یہ محاصرہ کئی روز جاری رہا اب مسلمانوں کو تو ہر چند گھنٹے بعد عبادت کے لیے کھڑا ہونا پڑتا تھا اس لیے مسلمانوں نے وہاں عارضی طور پہ ایک خیمہ خاص نماز کے لیے مختص کیا جس میں نبی اکرم ﷺ کے نماز ادا کیا کرتے۔ مسلمان وہاں

سات راتوں تک رکے رہے۔اس کے بعد بنونضیر کوشکست ہوگئی۔یہودیوں کے جانے کے بعد جب مسلمان اِن علاقوں میں آباد ہوگئے توانھوں نے اُسی جگہ جہاں نبی اکرم ﷺ کا نماز والا خیمہ نصب تھا مسجد بنالی۔روایت ہے کہ حرمت شراب کی آیت اُسی جگہ اور اُسی خیمے میں نازل ہوئی جہاں بعد میں صحابہ نے مسجد شمس بنائی۔

****

☜ مسجد احزاب

یہ غزوہ احزاب کے اُن سخت دن دِنوں اور اندیشوں سے بھری راتوں کا تذکرہ ہے جب سارے عرب نے رسول اللہ ﷺ کے شہر مدینہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔اگر چہ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر مسلمانوں نے خندق کھود کر فوری طور پہ خودکو دشمن کے شر سے محفوظ کر لیا تھا تاہم خدشے اور اندیشے بہرحال موجود تھے، دشمنانِ اسلام محاصرے کو طول دیئے ہوئے تھے۔انھی دِنوں ایک رات نبی اکرم ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ وادئ بطحان میں سلع نامی پہاڑی پہ تشریف لے گئے اور وہاں چند پتھر اکٹھے کر کے جگہ صاف کی گئی۔جہاں نبی اکرم ﷺ نے صلواۃ الخوف ادا کی۔نبی اکرم ﷺ نے طویل رکوع اور طویل سجدے کیے۔ بعد میں صحابہ نے اسی جگہ ایک مسجد تعمیر کر دی جسے لوگ مسجد احزاب کے نام سے یاد کرتے۔ چونکہ جس رات نبی اکرم ﷺ نے سلع پہاڑی پہ نماز ادا کی اُس سے اگلے روز کافر بھاگ کھڑے ہوئے تھے اس لیے صحابہ نے اس جگہ مسجد بنالی تھی۔بعض صحابہ اس مسجد کو مسجد فتح کے نام سے بھی یاد کرتے تھے۔

****

☜ مسجد بنی قریظہ

بنونضیر کو اگرچہ مدینہ سے جلاوطن کیا جا چکا تھا مگر اِس یہودی قبیلے کے وہ چند لوگ جنھوں نے اسلام قبول کرلیا تھا وہ مدینہ ہی میں مقیم تھے اور انھی خوش قسمت لوگوں میں بنوقریظہ کی ایک یہودی عورت بھی تھی جو کافی بوڑھی تھی مگر اُس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ جب اُس بستی میں اترے تو وہ بوڑھی عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے گھر کو عزت عطا فرمائیں اور وہاں نماز پڑھیں تاکہ میں ہمیشہ اُسی جگہ نماز پڑھا کروں جہاں آپ ﷺ نماز پڑھیں گے۔نبی اکرم ﷺ نے اُس عورت کی درخواست قبول کرلی کہ نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی سوالی کو انکار نہ کیا تھا۔نبی اکرم ﷺ اُس عورت کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں نماز ادا کی۔اس کے بعد وہ عورت جتنا عرصہ زندہ رہی اُسی جگہ نماز ادا کرتی رہی جہاں نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کی تھی۔اُس عورت کی وفات کے بعد لوگوں نے اُس عورت کے گھر کو مسمار کردیا اور وہاں ایک مسجد تعمیر کی جسے مسجد بنوقریظہ کہا جانے لگا۔

****

☜ مسجد اجابہ

ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ مدینہ کی ایک آبادی محلّہ عالیہ میں تشریف لے گئے جو جنت البقیع کے شمالی جانب تھا۔آپ ﷺ کے ساتھ حضرت محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی غسان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔نبی اکرم ﷺ نے اس محلے میں نماز ادا کی۔آپ

ﷺ کے اصحاب نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہی نماز ادا کی۔ نماز سے فراغت کے بعد نبی اکرم ﷺ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ رب العزت سے دُعا کی اے اللہ میری امت کو ڈوبنے سے محفوظ رکھنا، اسے قحط سے بچانا اور خوف سے نجات دینا۔ چونکہ نبی اکرم ﷺ نے اِس جگہ اپنی امت کے لیے دُعا فرمائی اور نماز ادا کی اس لیے صحابہ نے وہاں ایک مسجد تعمیر کر لی جسے مسجد اجابہ کا نام دیا گیا۔

****

☜ مسجد سجدہ

شہر نبوی مدینہ میں الجیری نامی ایک انصاری کا باغ تھا جہاں نبی اکرم ﷺ کبھی کبھی آرام کرنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے۔ ایک روز نبی اکرم ﷺ الجیری کے باغ میں آرام فرما رہے تھے کہ آپ ﷺ اچانک اٹھے وضو کیا اور اُسی باغ میں نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اس نماز میں نبی اکرم ﷺ نے طویل رکوع اور طویل سجدے کیے بعد میں اہل محبت نے اسی مقام پہ مسجد تعمیر کر دی۔ چونکہ نبی اکرم ﷺ نے اُس باغ میں جو نماز ادا کی اُس میں طویل تر سجدے کیے تھے اس لیے صحابہ نے اُس مسجد کو مسجد سجدہ کا نام دیا۔

****

☜ مسجد بنی ظفر

صحابہ نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ باب بقیع کے قریب محلّہ واقم تشریف لے گئے

۔وہاں نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے ساتھ نماز ادا کی۔ وہاں ایک صحابی بہت عمدہ آواز میں قرآن پڑھتے تھے نبی اکرم ﷺ کتنی ہی دیر اُن سے قرآن سنتے رہے۔محلّہ بنی واقم میں جہاں نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز ادا کی وہاں بعد میں لوگوں نے مسجد بنا لی۔ مورخین نے اس مسجد کو مسجد بنی ظفر کے نام سے یاد کیا ہے۔

****

☜ مسجد جمعہ

نبی اکرم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ نے کئی روز تک مدینہ سے ملحق آبادی قبا میں ہی قیام فرمایا۔قبا میں نبی اکرم ﷺ نے مسجد تعمیر کی جسے مسجد قبا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔تاہم اس کے بعد جب نبی اکرم ﷺ شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ چونکہ وہ جمعہ کا روز تھا اس لیے نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے ساتھ بنو سالم کے محلے میں ایک کھلی جگہ جس کا نام رانونا ہے پر جمعہ کی نماز ادا کی ازاں بعد لوگوں نے اسی جگہ ایک مسجد تعمیر کی جس کا نام مسجد جمعہ رکھا گیا۔

****

☜ مسجد بنی حرام الکبیر

مدینہ ایک بڑا شہر تھا اُس کے لوگ مختلف علاقوں میں رہتے تھے جہاں اُن کے کھجوروں یا انگور کے باغات تھے۔ چنانچہ انصار مدینہ کا ایک قبیلہ جبل سلع کے دامن میں آباد تھا اُن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے اپنے علاقے میں ایک مسجد تعمیر کی جس میں رسول اللہ ﷺ

نے ایک سے زیادہ نمازیں ادا کیں اور کئی بار جبل سلع کے دامن میں آباد اُس انصار کے قبیلے کی طرف تشریف لے گئے اور اُن کی مسجد میں نمازیں ادا کیں مورخین نے اُس مسجد کا نام مسجد الکبیر بیان کیا ہے۔

****

☜ مسجد قبلتین

مورخین نے بیان کیا ہے جس روز نبی اکرم ﷺ پہ تحویل قبلہ کی آیات اتریں اُس وقت آپ ﷺ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ لوگوں کو دین اسلام کی دعوت پہنچانے کے لیے مدینے سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ صحابہ کے ساتھ قبیلہ بنو حرام کے ہاں اترے اور نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔جب آپ ﷺ ظہر کی دو رکعتیں ادا کر چکے تو آپ ﷺ پہ تحویل قبلہ کی آیات اتریں اور آپ ﷺ نے نماز میں ہی اپنا رخ تبدیل کرلیا۔مومنین نے اُس مقام پہ ایک مسجد تعمیر کی جسے مسجد قبلتین کہا جاتا ہے۔یہ مسجد آج تک مسلمانوں کے سجدوں سے آباد ہے اور شہر مدینہ کے قریب موجود ہے۔حاجی مسجد قبلتین کی زیارت کو جاتے ہیں۔

****

☜ مسجد سقیا

شہر نبوی کے باہر ایک مشہور کنواں تھا جس کا نام سقیا ہے۔ایک روز نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ دعوت دین کے سلسلے میں کسی گاؤں سے واپس ہوئے تو صحابہ اس کنویں پہ

اترے تاکہ اپنی پیاس بجھا سکیں۔نماز کا وقت ہو چکا تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا۔صحابہ نے بھی وضو کیا اور اس کنویں کے کنارے پہ نماز ادا کی۔نماز کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ساکنانِ مدینہ کے لیے دُعا کی۔صحابہ نے بعد میں یہاں ایک مسجد تعمیر کی جس کا نام مسجد سقیا رکھا گیا جو دراصل اُس کنویں کا نام تھا جس سے رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تھا۔

****

☜ مسجد بنی البقیع

بیان کیا گیا ہے کہ جبل اُحد کے دامن میں اُس چھوٹی سی مسجد کے کچھ آثار آج تک موجود ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کی تھی۔رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی اس مسجد کو تعمیر کیا گیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد میں نماز ادا کی تھی اس بات کے شواہد موجود ہیں۔اس مسجد کا نام البقیع بیان کیا گیا ہے۔

****

☜ مسجد زباب

مسجد ذباب مدینہ کے اُس مقام پہ تعمیر کی گئی تھی جہاں شہر مدینہ کے لوگوں اپنے مہمانوں کو رخصت کرنے آیا کرتے تھے۔روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد میں نماز ادا کی تھی اب اس مسجد کے آثار نہیں ملتے۔

****

☜ مسجد غمامه

مسجد غمامہ دراصل اُس میدان میں تعمیر کی گئی جہاں رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں نماز عید ادا کیا کرتے تھے۔ایک مدت تک اس مسجد کے آثار باقی رہے۔یہ مسجد غمامہ کے نام سے مشہور ہوئی اب اس کے آثار مفقود ہو چکے ہیں۔

****

☜ مسجد ابی بن کعب

نبی اکرم ﷺ ایک بار بنی جدیلہ کے ہاں تشریف لے گئے تب بنی جدیلہ اسلام قبول کر چکے تھے۔نبی اکرم ﷺ نے اُن کے علاقے میں ایک کنویں پہ نماز ادا کی جہاں بعد میں اہل محبت نے ایک مسجد تعمیر کی۔تاریخ کی کتابوں میں اس مسجد کا نام مسجد ابی بن کعب بیان کیا گیا ہے جو بیر شامی نامی کنویں پہ تعمیر کی گئی تھی۔اب اس مسجد کے آثار موجود نہیں۔

****

دیگر۔۔۔

اِن کے علاوہ مورخین نے اِن مساجد کا تذکرہ بھی کیا ہے مسجد ابی ذر غفاری، مسجد جہنیہ، مسجد نبی ساعدہ، مسجد بنی حارثہ، مسجد حرارہ، مسجد واقم، مسجد القرصہ، مسجد بنی زریق، مسجد الخربہ، مسجد بنی غفار، مسجد شیخین، مسجد بنی دینار، مسجد بنی عمرو، مسجد بنی بیاضہ، مسجد بنی حطمہ، مسجد بنی واقف مسجد بنی الحبلی، مسجد بنی انیف، مسجد بنی امیہ الاوسی، مسجد بنی حارث، مسجد النع، مسجد بنی عدی مسجد بنی حازن، مسجد بقیع الزبیر، مسجد صدقۃ الزبیر، مسجد بنی خذرہ، مسجد بنی راتج، مسجد دارالسعد، مسجد

النور، مسجد التوبہ، مسجد بین التیجاء۔

آئمہ مساجد

پہلے ہم چند اُن خوش نصیبوں کا تذکرہ کرتے ہیں ہیں جنھیں عہد رسالت میں اپنی قوم کی امامت کے فرائض تفویض کیے گئے تھے۔تاریخ کی دبیز تہوں سے اس سلسلے میں ہمیں جو نام دستیاب ہوئے ہیں ہم اُن کی تفصیلات کو ذیل میں درج کر رہے ہیں۔

****

☜ حضرت اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ

حضرت اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ ہجرت سے پہلے ہی اپنی قوم کی امامت کے منصب پہ فائز ہو چکے تھے۔اُن کا تعلق قبیلہ بنوخزرج سے تھا اور خاندان بنونجار تھا۔انھوں نے ہی سب سے پہلے اپنی قوم کی نماز جمعہ میں امامت کی۔

****

☜ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش سے تھا۔وہ خاندان بنوعبدالدار سے تعلق رکھتے تھے۔جب اہل مدینہ کے کچھ قبائل نے اسلام قبول کر لیا تو نبی اکرم ﷺ نے انھیں اِن قبائل کی اصلاح کے لیے مقرر کیا۔وہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہی ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے

تھے تاکہ وہ اہل مدینہ کو اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کر سکیں۔ وہ بنو اوس کو نماز بھی پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ غزوہ اُحد میں منصب شہادت پہ فائز ہوئے۔

****

☜ حضرت سالم بن مولیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت سالم بن مولیٰ رضی اللہ عنہ ابی حذیفہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام تھے جن کا تعلق بنو امیہ سے تھا ۔حضرت سالم رضی اللہ عنہ بہت زاہد و عابد اور متقی تھے اُن کو بہت سا قرآن یاد تھا جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک اُن کی بہت قدر و منزلت تھی ۔ نبی اکرم ﷺ جب قبا سے مدینہ کو تشریف لے گئے تو انھوں نے اپنے اس محبوب صحابی حضرت سالم بن مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کو مسجد قبا میں ہی رکنے کا حکم دیا تاکہ وہ اس بستی کے لوگوں کو نماز پڑھا سکیں۔

****

☜ حضرت حنظلہ بن ابی حنظلہ رضی اللہ عنہ

حضرت حنظلہ بن ابی حنظلہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی مسجد قبا میں صحابہ کو نماز پڑھایا کرتے تھے بہت سی درست روایات اس امر کی تائید کرتی ہیں۔

****

☜ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ

اُن کا تعلق قبیلہ بنو خزرج سے تھا۔ خاندان بنو سالم تھا رسول اللہ ﷺ نے اُن کو بھی مسجد قبا میں ہی نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

****

☜ حضرت عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنو اوس سے تھا اُن کا خاندان بنوخطمہ تھا نبی اکرم ﷺ کی محبت نے بنوخطمہ کے لوگوں نے اپنے محلے میں ایک مسجد قائم کر لی تھی نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اپنی قوم کا امام مقرر کیا۔

****

☜ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

حضرت معاذ بن جبل کو بھی نبی اکرم ﷺ نے اُن کی قوم پہ امام مقرر کیا تھا۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنوخزرج کی شاخ بنوخثم سے تھا۔بنوخثم نے بھی رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارک میں ہی اپنے محلے میں مسجد تعمیر کر لی تھی ۔ نبی اکرم ﷺ نے بنوخثم پہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کیا جو اُن کو نماز پڑھایا کرتے ۔

****

☜ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ مدینہ کے شمالی محلّہ بنوعبدالاشہل میں اپنی قوم عبدالاشہل کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔بنوعبدالاشہل نے مسجد بنائی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسید بن حضرت رضی اللہ عنہ کو اُن پہ امام مقرر کیا۔چنانچہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو نماز پڑھانے لگے۔

****

☜ حضرت ابوزید انصای رضی اللہ عنہ

حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار مدینہ سے تھا۔جب عمان کے عرب قبائل نے اسلام

قبول کیا تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اِن کے ساتھ روانہ ہو جائیں اور انھیں دین اسلام سے آگاہ فرمائیں اور انھیں نماز پڑھائیں۔

****

☜ حضرت شداد بن ثمامہ رضی اللہ عنہ

حضرت شداد بن ثمامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اپنی قوم بنوکعب بن اوس کو نماز پڑھایا کرتے۔ نبی اکرم ﷺ نے انھیں نو ہجری میں اپنی قوم کی امامت پہ فائز کیا۔

****

☜ حضرت عمرو بن سلمی رضی اللہ عنہ

عمرو بن سلمی رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو جرم سے تھا۔رسول اللہ ﷺ کے حکم سے وہ اپنی قوم کو نماز پڑھانے لگے۔چنانچہ حضرت عمرو بن سلمٰی رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے امام بنے۔

موذنین

☜ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کی داستان محبت بہت طویل ہے وہ صبر و عزیمت کے وہ سنگ میل تھے جن کے تذکرے سے آج تک تاریخ کے صفحات مہکے جاتے ہیں۔تاہم اس کا بہت تذکرہ گزر چکا ہے یہاں اُس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہاں ہم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا تعلق اس حوالے سے کر رہے ہیں کہ اُن کی پرسوز آواز میں جب شہر مدینہ میں اذان کے الفاظ ہوا کی لہروں کے دوش پہ سفر کرتے ہوئے صحابہ تک پہنچتے تو صحابہ کے قدم رُک جاتے اور وہ محبت کے اُس مرکز کی طرف دوڑ پڑتے جہاں بلالی صدائیں اُن کو بلانا چاہتی تھیں۔حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں تمام عمر مسجد نبوی میں اذان دیا کرتے۔

****

☜ حضرت عمرو بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ

اکثر و بیشتر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد کے لیے روانہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو ہی مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا کرتے تھے جس کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ چونکہ وہ نابینا تھے اور جہاد پہ نکلنے سے قاصر تھے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مدینہ

میں ہی رُک جاتے اور صحابہ کو نماز پڑھایا کرتے اس دوران وہ خود ہی اذان بھی دیا کرتے۔ چنانچہ ہم حضرت عمرو بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہٗ کو بھی مسجد نبوی کے موذنین میں شمار کرتے ہیں۔

****

☜ حضرت سعد بن عائذہ رضی اللہ عنہٗ

حضرت سعد بن عائذہ رضی اللہ عنہٗ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہٗ کے غلام تھے۔ اغلب یہ ہے کہ کسی جنگ کے نتیجے میں وہ اُن کے حصے میں آئے تھے۔ بعد میں حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہٗ نے انھیں آزاد کردیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے وہ مسجد قبا میں اذان دیا کرتے۔

****

☜ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہٗ

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہٗ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر مسجد الحرام کا موذن مقرر کیا وہ بہت ہی خوش الحان نوجوان تھے وہ ساری زندگی مسجد الحرام میں موذن مقرر رہے پھر خالق نے کچھ ایسا اہتمام کیا کہ اُن کی نسل سے کوئی نہ کوئی خوش الحان ضرور پیدا ہوتا رہا اور مسجد الحرام میں اذان دیتا رہا۔ اگر چہ میرے پاس اس بات کی کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں مگر لوگ کہتے ہیں کہ آج تک مسجد الحرام میں ابو محذورہ ہی کی نسل سے موذن مقرر کیا جاتا ہے۔

اعمائدین حکومت

آغاز میں ہر انقلابی تحریک کی طرح اسلام کو بھی بہت سی مشکلات کا سامنا تھا۔اسلام کمزور تھا اور اُس کے دشمن مضبوط۔تاہم اسلام حق تھا اور صبح کے اجالے کی طرح نکھرا ہوا تھا۔جبکہ دشمن باطل کے پیروکار تھے،اور اندھیری راہوں کے مسافر تھے۔جیسا کہ زمانے کا دستور رہا ہے کہ نئے اجالے کہن تیرگیوں کو نگل لیا کرتے ہیں۔اس لیے اسلام کے اجالوں نے بھی عربوں کے دل روشنی سے بھر دیئے تھے اور وہ اسلام کے دامن عافیت سے وابستہ ہو گئے تھے۔فتح مکہ کے بعد عرب تیزی سے اسلام کی طرف لپکے کہ عقائدی معاملات میں وہ صدیوں سے اہل قریش کی پیروی کے اس قدر عادی ہو چکے تھے کہ جب تک قریش اسلام کے خلاف ڈٹے رہے عربوں کی اکثریت اسلام قبول کرنے سے گریزاں نظر آئی۔تاہم جونہی قریش سرنگوں ہوئے اور عربوں کے روحانی مرکز مکہ مکرمہ پہ مسلمانوں کا قبضہ مستحکم ہو گیا تو اب عربوں کے پاس اسلام سے دور رہنے کا کوئی جواز نہ تھا۔چنانچہ عمان سے لے بحرین تک،نجد سے لے کر یمن تک،خیبر سے لے کر جدہ تک اور ایلہ سے لے کر صنعا تک ہر طرف اسلام کے اجالے پھیل گئے۔مسلمانوں کی ریاست انتہائی تیزی سے بڑھی مگر رسول اللہ ﷺ نے ایک مدبر سیاست دان کی طرح فوراً ہر علاقے میں حکمران مقرر کرتے چلے گئے جنھوں نے اِن علاقوں کے نظم و نسق پہ خصوصی توجہ دی اور وہاں کے نومسلم لوگوں کو اسلام کی حقانیت سے اس طور پہ آگاہ کیا کہ

چند ہی سال میں اِن علاقوں سے ایک ایسا اسلامی لشکر نکلا جس نے سندھ سے لے کر تاشقند تک اور سسلی کے جزیروں سے لے کر افریقہ کے عمیق جنگلوں تک اسلام کے پیغام کو منتقل کر دیا ۔ایران اور روم کی شکست کے بعد ویسے بھی دنیا کی کوئی تہذیب اسلام کے مقابل نہ تھی اس لیے دنیا نے انتہائی تیزی سے اسلام قبول کیا اور اسلام کے ہراول دستوں نے اپنے فرض کو نہایت چابکدستی سے ادا کیا۔ یہاں ہم صرف اُن حکمرانوں کا تذکرہ کریں گے جن کو خاص رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حکمرانی کے پروانے عطا کیے گئے۔

****

☜ حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ

فتح خیبر سے واپسی پہ نبی اکرم ﷺ نے وادیٔ القریٰ کے یہودیوں سے معاہدہ کیا جنھوں نے مقابلے کے بغیر ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کو وادیٔ القریٰ کے لوگوں پر حکمران مقرر کیا۔حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش سے تھا،اور اُن کا خاندان بنوامیہ تھا۔وہ سات ہجری میں وادیٔ القری کے گورنر مقرر کیے گئے۔

****

☜ حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ

اس سے قبل جب خیبر کے تمام قلعے سرنگوں ہو گئے اور یہودی جان گئے کہ اب اُن کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کی رعایا بن کے رہنا ہو گا تو انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے صلح کی درخواست کی جسے منظور کر لیا گیا اور نبی اکرم ﷺ نے اُن کو اپنی زمینوں پہ کام کرنے کی اجازت دے دی۔ نبی اکرم ﷺ چونکہ یہودیوں کی خصلت سے اچھی طرح آگاہ تھے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اُن پہ حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کو حکمران مقرر کیا۔حضرت سواد بن

غزنیہ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار مدینہ سے تھا وہ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے اور وہ نبی اکرم ﷺ کے ننھالی خاندان بنونجار میں سے تھے۔

****

☜ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

سات ہجری میں ہی جب خیبر فتح کرکے نبی اکرم ﷺ واپس لوٹے تو آپ نے راستے میں پڑنے والے یہودیوں قبائل کی سرکوبی کو بھی ضروری تصور کیا۔تاہم خیبر کے قلعوں کے سرنگوں ہوجانے کے بعد اب کسی یہودی قبیلے میں مقابلے کا دم خم نہ تھا اس لیے اُن میں سے اکثر و بیشتر نے بغیر مقابلے کے ہی ہتھیار ڈال دیئے تھے۔انھی میں اہل تیماء میں شامل تھے جنھوں نے مقابلہ کرنے کی بجائے رسول اللہ ﷺ سے رحم کی درخواست کی تھی۔رسول اللہ ﷺ نے اُن کی درخواست کو منظور کرلیا اور اپنے چچازاد حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو اُن پہ حکمران مقرر کردیا۔

****

☜ حضرت حکیم بن سعید رضی اللہ عنہ

نبی اکرم ﷺ نے سات ہجری میں ہی حضرت حکم بن سعید قریشی کو قری عربیہ نامی علاقے کا حکمران مقرر کیا۔حضرت حکم بن سعید رضی اللہ عنہ کا تعلق بنوامیہ سے تھا۔

****

☜ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ

پھر مکہ فتح ہوگیا اور اللہ کے مقدس گھر سے بتوں کی گندگی کو دور کردیا گیا دین ابراہیم کی تجدید پایہ تکمیل کو پہنچی۔مکہ سے واپسی پہ نبی اکرم ﷺ قریش کے انیس سالہ نوجوان حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو شہر مکہ کا گورنر مقرر کیا۔قریش کے بہت سے بلند پایہ سردار موجود تھے جو شہر مکہ کی

حکمرانی کا خود کو حقدار خیال کرتے تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے اُن سب کو نظر انداز کیا اور شہر مکہ کی حکمرانی کے لیے نئے ولولوں والے ایک نوجوان کو پسند کیا اور حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے ثابت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا انتخاب سو فیصد درست تھا۔

****

☜ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ

فتح مکہ کے بعد عرب کی سرزمین پر ابھی دو دشمن اسلام کے خلاف پوری سرگرمی سے عمل پیرا تھے اِن میں سے ایک تو بنو ہوازن تھے اور دوسرے بنو ثقیف تھے جو خود کو اپنے مضبوط قلعے کی وجہ سے مسلمانوں سے محفوظ خیال کرتے تھے۔ تاہم یہ دونوں قبائل زیادہ دیر تک اسلام کے اس بڑھتے ہوئے سیل رواں کا مقابلہ کرنے قابل نہ تھے اس لیے پہلے بنو ہوازن اور پھر بنو ثقیف بھی سرنگوں ہوئے۔ بنو ہوازن ایک خونریز جنگ کے بعد سرنگوں ہوئے جب کہ بنو ثقیف نے خود مدینہ حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا اس طرح عرب بھر میں اسلام کی حکمرانی قائم ہو گئی۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو بنو ہوازن پر حکمران مقرر کیا۔ اور حضرت ہبیرہ بن شبل کو بنو ثقیف پہ حکمران مقرر کیا۔

****

☜ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

نو ہجری میں اب اسلام کو دور دراز کے علاقوں تک حکمران مقرر کرنے کی ضرورت پیش آ رہی تھی۔ اس لیے کہ اسلام کے اجالوں کا سفر اب رکنے والا نہ تھا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے "دبا" کے علاقے میں بنواز د پر حضرت حذیفہ بن الیمان کو حکمران مقرر کیا۔

****

☜ حضرت حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ

نوہجری میں نبی اکرمﷺ نے حضرت حارث بن نوفل کو جدہ کا گورنر مقرر کیا۔حضرت حارث بن نوفل کا قبیلہ قریش سے تھا اور وہ خاص بنو ہاشم سے تعلق رکھتے تھے۔

****

☜ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

نوہجری میں نبی اکرمﷺ نے حضرت عمرو بن العاص کو عمان کا حکمران مقرر کیا۔اُن کا تعلق قریش سے تھا اور انھیں قبیلہ بنو سہم پہ حکمران مقرر کیا گیا۔

****

☜ حضرت عبد بن جلندی رضی اللہ عنہ

نوہجری میں ہی نبی اکرمﷺ نے حضرت عبد بن جلندی اور حضرت عبداللہ بن جلندی کو اہل عمان پہ حکمران مقرر کیا۔وہ دونوں سگے بھائی تھے اور انھوں نے نبی اکرمﷺ کے قاصد کی دعوت پہ اسلام قبول کیا تھا۔

****

☜ حضرت علا بن حضرمی رضی اللہ عنہ

نوہجری میں نبی اکرمﷺ نے حضرت علاء بن حضرمی کو حضر موت کے علاقے کا حکمران مقرر کیا اس علاقے کو بحرین کہا جاتا تھا۔

****

☜ حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ

حضرت ابان بن سعید کو نبی اکرمﷺ نے بحرین کے ایک اور علاقے پر حکمران مقرر کیا حضرت ابان بن سعید کا تعلق قریش سے تھا۔

****

☜ حضرت منذر بن ساوی رضی اللہ عنہ

دس ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت منذر بن ساوی کو بنو تمیم پر حکمران مقرر کیا جو بحرین کے ایک اور صوبے میں سکونت پذیر تھے۔

****

☜ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

دس ہجری کو ہی نبی اکرم ﷺ نے حضرت شرجیل بن حسنہ کو ایلا کے علاقے بنو کندہ پر حکمران مقرر کیا۔

****

☜ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

دس ہجری میں ہی نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو بنو جُشم پر حکمران مقرر کیا جو یمن میں مقیم تھے۔

****

☜ حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ

دس ہجری میں ہی نبی اکرم ﷺ نے حضرت یعلی بن امیہ کو بنو حنظلہ پر حکمران مقرر کیا جو الجند کے علاقے میں مقیم تھے۔

****

☜ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

دس ہجری میں ہی نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن سعید کو صنعاء کا حکمران مقرر کیا حضرت

خالد بن سعید کا تعلق قریش سے تھا۔

****

☜ حضرت باذان رضی اللہ عنہ

حضرت باذان یمن ایک صوبے میں ایران کی پارسی حکومت کی طرف سے حکمران تھے انھوں نے اسلام قبول کرلیا تو نبی اکرم ﷺ نے اُن کی سابقہ حکمرانی کو برقرار رکھا اور اُن کی قوم پہ انھی کو حکمران مقرر کیا کیونکہ حضرت باذان ہی کی کوششوں سے اُن کی قوم نے اسلام قبول کیا تھا۔انھوں نے دس ہجری میں وفات پائی تو نبی اکرم ﷺ نے اُن کے بیٹے شہر باذان کو اہل یمن کی حکمرانی سونپ دی۔

****

☜ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو نجران کا حکمران مقرر کیا حضرت ابوعبیدہ بن جراح کا تعلق قریش سے تھا۔

****

☜ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ

دس ہجری میں ہی نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم کو نجران کے ایک قبیلے بنوالحارث پر حکمران مقرر کیا۔حضرت عمرو بن حزم کا تعلق انصار مدینہ سے تھا اور بنوخزرج سے تعلق رکھتے تھے۔

****

☜ حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوسفیان بن الحرب کو جرش کی حکمرانی سونپی۔اس سے قبل وہ قریش کے سردار تھےاور برسوں اسلام کے مقابل اپنےلشکروں سمیت اترتے رہےانھوں نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا۔

****

☜ حضرت سعید بن قشیب رضی اللہ عنہ

دس ہجری کو ہی نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعید بن قشیب کو بنواز د نامی قبیلے پر حکمران مقرر کیا یہ قبیلہ بھی جرش کے علاقے میں ہی مقیم تھا۔

****

☜ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

اُن کا تعلق یمن سے تھا انھوں نے اپنے ساتھیوں سمیت حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو زبید، رمع اور عدن کے علاقوں کا حکمران مقرر کیا۔

****

☜ حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ

نبی اکرم ﷺ نے دس ہجری کے آخیر میں حضرت زیاد بن لبید کو حضر موت کے علاقے کا گورنر مقرر کیا حضرت زیاد بن لبید کا تعلق بنوخزرج سے تھا۔

****

☜ حضرت عامر بن شہر رضی اللہ عنہ

نو یا دس ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت عامر بن شہر کو ہمدان کے علاقے کا حکمران مقرر کیا۔

****

☜ حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ

دس ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت مہاجر بن ابی امیہ کو بنو کندہ پر حکمران مقرر کیا۔حضرت مہاجر بن ابی امیہ کا تعلق قریش سے تھا اُن کا خاندان بنو مخزوم تھا۔

****

☜ حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ

اُن کا تعلق قبیلہ طے سے تھا وہ عربوں کے مشہور سخی حاتم طائی کے بیٹے تھے انھوں نے اپنے قبیلے سمیت عیسایت اختیار کر رکھی تھی۔تاہم دیگر عربوں کی طرح آخر اُن کو بھی اسلام قبول کرنا پڑا ۔نبی اکرم ﷺ نے عدی بن حاتم کو ہی اُن کی قوم بنو طے پر حکمران مقرر کر دیا۔

عاملین و مصلحین

فتح مکہ کے بعد عربوں نے رفتہ رفتہ اسلام قبول کر لیا تھا چنانچہ ایک ڈیڑھ سال میں ہی سارا عرب اسلام قبول کر چکا تھا۔ مسلمانوں کی اس ریاست کا مرکز مدینہ تھا نبی اکرم ﷺ نے عرب قبائل سے صدقات وزکواۃ ومحصولات کی وصولی کے لیے بعض صحابہ کا انتخاب کیا۔ ذیل میں ہم اس فرض منصبی کوادا کرنے والے صحابہ کی کچھ تفصیلات تحریر کرتے ہیں۔

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو مال صدقات وزکواۃ وصول کرنے کے لیے صنعاء کے علاقے کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ کو حضر موت سے مال زکواۃ و صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے نجران کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے نجران کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنوحمیر کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت مالک بن عبادہ ہمدانی رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنوحمیر کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عقبہ بن عمیر ہمدانی رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنوحمیر کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت مالک بن مرہ رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنوحمیر کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عامر بن شہر ہمدانی رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنوہمدان کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے نجران اور زبید کے درمیانی علاقے میں عک اور اشعر کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے مارب (یمن) کی طرف روانہ کیا۔

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت یعلی بن امیہ تیمی رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے جند (یمن) کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے نجران کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عکاشہ بن ثور غوثی رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے سکاسک کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے نجران کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت الاعلی بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بحرین کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت اقرع بن حابس تیمی رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بحرین کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ولید بن ابی عقبہ رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنو مصطلق کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنو اسد و بنو حمیر کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت مالک بن نویرہ تیمی رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنو تمیم کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبرقان بن بدر تیمی رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنو حنظلہ کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت قیس بن عاصم تیمی رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنوسعد کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت بریدہ بن الحسیب رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنواسلم اور بنوغفار کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنواسلم وبنوغفار کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عباد بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنوسلیم وبنومزینہ کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت رافع بن مکیث جہنی رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنوجہنیہ کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ قریشی کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنوفزارہ کی طرف روانہ کیا۔

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنوکلاب کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت بسر بن سفیان کعبی رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنوکعب کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت نعیم بن عبداللہ النحام رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنوکعب کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابن لبیہ ازدی رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنوذبیان کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عینیہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنوتمیم کی طرف روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت قضاعی بن عمرو عذری رضی اللہ عنہ کو مال زکواۃ وصدقات کی وصولی کے لیے بنواسد کی طرف روانہ کیا۔



ہجرت سے قبل جب اہل مدینہ اسلام کی طرف راغب ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں اپنے نقیب مقرر کیے۔آپ ﷺ نے مدینہ کے ہر خاندان ہر محلّہ اور ہر قبیلہ سے نقیب مقرر کیے تفصیلات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بنونجار میرے ننھیال ہیں اس لیے بنونجار کا نقیب میں خود ہوں۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعید بن ربیع رضی اللہ عنہ کو بنوحارث کا نقیب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بنوحارث کا نقیب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ کو بنوزریق کا نقیب مقرر کیا۔

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کو بنو سلمہ کا نقیب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بنو خزرج کا نقیب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بنو ساعدہ کا نقیب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بنو ساعدہ کا نقیب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو بنو قواقلہ کا نقیب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ کو بنو سلمہ کا نقیب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو عبدالاشہل کا نقیب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ ے حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کو بنو غنم کا نقیب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت رفاعہ بن عبدالمنذ ر رضی اللہ عنہ کو بنوظفر کا نقیب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کو بنوظفر کا نقیب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت مالک بن عمرو رضی اللہ عنہ کو عمرو بن مالک کا نقیب مقرر کیا۔

رسول اللہ کے غلام

رسول اللہ ﷺ غلامی کو سخت ناپسند کرتے تھے اس لیے جب صحابہ کوئی غلطی کرتے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے جرم کا اعتراف کرتے تو نبی اکرم ﷺ اُن کو ہدایت کرتے کہ غلام آزاد کرو۔ نبی اکرم ﷺ نے کبھی کوئی غلام نہ خریدا تھا کچھ غلام تو جنگوں کے نتیجے میں مال خمس سے رسول اللہ ﷺ کے حصے میں آتے اور کچھ مسلمان خود کو رضا کارانہ طور پہ رسول اللہ ﷺ کی چاکری پہ وقف کر دیتے تاہم اِن میں سے اکثر کو رسول اللہ ﷺ آزاد کر دیتے۔ نبی اکرم ﷺ کے غلاموں میں سے جو نام ہمارے علم میں آئے اُن کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حضرت انس، حضرت ربیعہ بن کعب، حضرت عقبہ بن عمرو، حضرت سابق، حضرت سالم حضرت ثعلبہ، حضرت اُم ایمن، حضرت اسود بن مالک، حضرت بکیر، حضرت عامر، حضرت سعد، حضرت ہلال بن حارث اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

مال خمس میں سے حاصل ہونے والے بیشتر غلاموں کو اُن کے اسلام قبول کر لینے کے بعد نبی اکرم ﷺ آزاد کر دیتے نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلاموں کی جو تفصیلات ہم تک پہنچی ہیں انھیں ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں۔ کوئی پچاس کے قریب ایسے نام ہم تک پہنچے ہیں

جواُن غلاموں کے ہیں جنھیں مختلف مواقعہ پہ رسول اللہﷺ نے آزادفرمایا۔

زیدبن حارث،ابورافع اسلم،ثوبان،ابوکشبہ،شقران،رباح،مدغم،ذکوان،افلح،ابومہیبہ آنسہ، ضمیرہ بن ابی ضمیرہ،عبیداللہ اسلم،عبیدبن غفار،فضالہ الیمانی،ابوعسیب احمر،اسامہ بن زید، ایمن بن اُم ایمن،زیدبن بولا،سابق،سلیمان فارسی،مہران،ابوعبدالرحمان نافع واقد،ابو اشیلہ،ابوالحمراء،ابوالسمح،ابوعبید،حنین،بدر،حاتم،باذام،دوس،ردیع،سعد،سعیدغیلان، کریب،ناہیہ،محکول،نہیک،لقیع،وردان،ابوصفیہ،ابوقیلہ اورابولقیط شامل ہیں۔

****

مناسب معلوم ہوتا ہے یہاں کچھ تذکرہ اُن خواتین کا بھی کر دیا جائے جنھیں رسول اللہ ﷺ کی کنیزیں بننے کا شرف حاصل ہوا۔

اِن میں اُم ایمن تھیں جنھیں رسول اللہﷺ اپنی ماں کہا کرتے،اُن کے علاوہ حضرت سلمیٰ خضرہ،میمونہ بنت سعد،لیلیٰ،شرین،سلامہ،رزینہ،عنقودہ،سدیسہ،سانیہ،امۃ اللہ بنت رزینہ، امیمہ،خولہ،خیلہ،اُم ضمرہ اوراُم عیاش شامل ہیں

یادرہے کہ رسول اللہﷺ نے اپنی تمام خادماؤں کوآزادکردیا تھا۔

تذکرہ نائبین

نبی اکرم ﷺ نے جب مدینہ کو ہجرت کی تو سوائے بنو اوس اور بنو خزرج کے انصاری قبائل کے سارا عرب ہی رسول اللہ ﷺ کا دشمن بنا ہوا تھا۔خاص طور پہ خود آپ ﷺ کا اپنا خاندان قریش تو جیسے ہاتھ دھو کر آپ ﷺ کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔انھوں نے آپ ﷺ کو مدینہ میں بھی چین نہ لینے دیا اور بار بار شہر مدینہ پہ چڑھائی کی اس پہ مستزاد بدوی عربوں کی سرکشی تھی جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو ہر دم سرگرم رکھتی۔بہت سا وقت تو اس طرح گزرا کہ ہر شب کو شہر مدینہ بیرونی حملہ آور کے خدشات کا سامنا رہتا۔اور اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو جنگی مہمات پہ نکلنا پڑتا۔چنانچہ جب آپ ﷺ کسی دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے شہر سے باہر جاتے تو کسی صحابی کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کرتے اس ضمن میں کچھ مزید تفصیلات ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں۔

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ بدر کے موقع پر حضرت ابو الباباہ بشیر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ ابوا کے موقع پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ بواط کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ عشیرہ کے موقع پر حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ صفوان کے موقع پر زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ بنو سلیم کے موقع پر حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ بنو قینقاع کے موقع پر حضرت ابو البابہ بشیر بن عبد المنذ ر رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ سویق کے موقع پر حضرت ابوالبابہ بشیر بن عبدالمنذ رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ بنو غطفان کے موقع پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ بحران کے موقع پر حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ اُحد کے موقع پر حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر حضرت عثمان بن عفان کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ بدر الصغریٰ کے موقع پر حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ دومۃ الجندل کے موقع پر حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ بنو مصطلق کے موقع پر حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت نمیلہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابو رہم کلثوم بن حصین غفاری رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو شہر مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

قاصدِ حق

رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ جس قدر جلد ہو سکے پوری قوم کو اسلام کا زریں پیغام منتقل کر دیا جائے تا کہ اسلام جو ایک عالمگیر دین ہے اُس کی تعلیمات تمام دنیا کے لوگوں تک پہنچ جائیں ۔چنانچہ سات ہجری کے پہلے یا چھ ہجری کے آخری مہینے میں نبی اکرم ﷺ نے عرب و غیر عرب حکمرانوں کے نام خطوط تحریر کرائے جو رسول اللہ ﷺ کے قاصد مختلف اوقات اور مختلف مواقعہ پر لوگوں تک منتقل کرتے رہے۔عام طور پر جو صحابہ رسول اللہ ﷺ کے قاصد کے طور پر مختلف علاقوں میں تشریف لے جاتے اُن کی کچھ تفصیلات یہاں تحریر کیے جا رہے ہیں۔

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو اہل حبشہ کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو ہرقل قیصر روم کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو خسرو پرویز شاہ ایران کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو مقوقس شاہ مصر کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ ے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو اہل حبشہ کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ کو حارث بن ابی شمر شاہ غسان کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ کو ہوذہ بن علی کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جیفر بن الجلندی کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو منذر بن ساوی حاکم بحرین کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو حارث بن کلال حمیری کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جریر بن عبداللہ بجیلی رضی اللہ عنہ کو ذوالکلاع الحمیری کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عیاش بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو نعیم بن عبد الکلال کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو حاکم بصریٰ کی طرف بطور قاصد روانہ کیا۔

کاتبین وحی

یہ ایک بہت ہی بڑا منصب تھا جو گنتی کے چند صحابہ ہی کو حاصل ہوا اس لیے کہ صحابہ میں ایک بڑی اکثریت ایسی تھی جو لکھنے پڑھنے سے نابلد تھے اس لیے کہ اہل عرب میں اس کا رواج نہ تھا ۔تاہم جو صحابہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے انھیں کاتبان وحی ہونے کی سعادت حاصل ہوئی کاتبان وحی اُن اصحاب کو کہا جاتا ہے جو قرآن لکھا کرتے تھے اس لیے کہ جب نبی اکرم ﷺ پر قرآن کی کوئی آیت اتاری جاتی تو رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو حکم دیتے اس کو کہیں لکھ لو۔ چنانچہ مختلف اصحاب مختلف مواقعہ پہ کاتب وحی کی خدمات سرانجام دیتے رہے ذیل میں ہم کاتبان وحی کے نام تحریر کر رہے ہیں۔

☜ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ قرآن تحریر کیا کرتے تھے۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی قرآن تحریر کیا کرتے تھے۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی قرآن تحریر کیا کرتے تھے۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن تحریر کیا کرتے تھے۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ قرآن تحریر کیا کرتے تھے۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی قرآن تحریر کیا کرتے تھے۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ بھی قرآن تحریر کیا کرتے تھے۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت حنظلہ بن الربیع الاسدی رضی اللہ عنہ بھی قرآن تحریر کیا کرتے تھے۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ ے حکم سے حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ بھی قرآن تحریر کیا کرتے تھے۔

****

☜ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ بھی قرآن تحریر کیا کرتے تھے۔

☜ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ قرآن تحریر کیا کرتے تھے۔

متفرقات

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق بہت ہی عمدہ تھے آپ ﷺ لوگوں سے ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے اس لیے لوگ بھی آپ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ دنیاوی جاہ وجلال سے مزین حکمرانوں کی طرح نبی اکرم ﷺ نے کبھی محافظوں کی فوج اپنے گرد اکٹھی نہ کی۔ تاہم اس باوجود رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والے جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کی تعداد بھی بہت کثیر ہے اس لیے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے فکرمند رہا کرتے خاص طور پہ چند صحابہ نے خود کو رسول اللہ ﷺ کی محافظت پہ تعینات کر رکھا تھا۔

☜ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے محافظ تھے۔

****

☜ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے محافظ تھے۔

****

☜ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے محافظ تھے۔

☜ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے محافظ تھے۔

****

☜ حضرت ذکوان بن عبدالقیس رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے محافظ تھے۔

****

☜ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے محافظ تھے۔

****

☜ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے محافظ تھے۔

****

☜ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے محافظ تھے۔

****

سواری کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس سات گھوڑے تھے جو آپ ﷺ مختلف اوقات میں استعمال کرتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ کے گھوڑوں کے نام یہ ہیں۔

سکب،لحیف،شجاء،ظرب،لزاز،مرتجز اور ورود

****

رسول اللہ ﷺ کے پاس پانچ خچر بھی تھے جو رسول اللہ ﷺ کی سواری کے لیے استعمال ہوتے تھے رسول اللہ ﷺ کو یہ خچر مختلف حکمرانوں کی طرف سے تحفے میں ملے تھے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے پاس تین اونٹ تھے اور تین گدھے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی سواری کے لیے استعمال ہوتے۔

****

آپ ﷺ کے پاس بہت سی بکریاں تھیں مگر جب آپ ﷺ کی بکریوں کی تعداد سو سے بڑھ جاتی تو آپ ﷺ اضافی بکریاں ذبح کرا دیتے اور اُن کا گوشت صحابہ کو کھلا دیتے۔

****

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے پاس نو تلواریں تھیں جن سے آپ ﷺ دشمن سے جنگ کرتے مگر آپ ﷺ چونکہ رحمت العالمین بھی تھے اس لیے آپ ﷺ نے کبھی کسی کو زخم نہ لگایا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی تلواروں کے نام ذیل میں تحریر کیے جا رہے ہیں

ماثور، العضب، قلعی، البستار، الحتف، الرسوب، الحزم اور ذوالفقار۔

****

رسول اللہ ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کی زرہوں کے نام ذیل میں تحریر کیے جا رہے ہیں

ذات الفضول، ذات الوشاح، السوریہ، ذات الحواشی، فضہ، البتراء اور الخرنق۔

****

رسول اللہ ﷺ کے پاس چھ کمانیں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

الزوراء،الروحاء،الصفر اء،البیضاء،الکتوم اورشوحط

****

رسول اللہﷺ کے پاس دو ڈھالیں تھیں جن کے نام الزلوق اور الفتق بیان کیے گئے ہیں۔

11 ہجری، بمطابق ... مئی 632ء

ذرا سوچیے تو!!!

پس مژگاں چھپے اشک کو زمیں شناس ہونے میں اِک لمحہ لگتا ہے مگر اُس اشک کے پروان چڑھنے کے پس منظر میں پوری ایک داستان موجود ہوتی ہے۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر اشک جو کسی عارض سے گزرا وہ اِک داستاں کی طرح ہے جو بیتے وقت کی اُس نارسائی کی دستک ہے جس کے پس منظر میں تشنگی کے کئی جہاں موجود ہو سکتے ہیں اور انھی جہانوں میں دکھ پروان چڑھتے ہیں، اشک تو محض اُن دکھوں کا عکس ہوتے ہیں جن کی تشنگی انسان کے رگ و پے سے اس جواہر فطرت کو جنم دیتی ہے۔ تاہم ہر اشک کو گوہر مقدس ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا اس لیے کہ پست اہداف کے متلاشی لوگوں کی نارسائی بھی اشکوں میں ہی ڈھلتی ہے اور محبوب سے جدائی کا اشک اپنے دامن میں خلوص اور وارفتگی کی اُس دولت کو سمیٹے ہوئے ہیں جسے مادیت سے دور کا بھی کوئی علاقہ نہیں۔ اشک کی ہزاروں قسمیں اور ہزاروں مدارج ہیں جن کی تفصیل کا یہاں کوئی موقع نہیں، ہم صرف اُن اشکوں کے ذکر تک خود کو محدود کرتے ہیں جنھوں نے ہماری پلکوں میں ڈیرہ جما رکھا ہے کہ آخر کچھ اشک ہمارے حصے میں بھی تو

آئے ہیں جنھیں کوئی جانے نہ جانے ہم تو مقدس جانتے ہیں۔

ہمارے اُن اشکوں کی وجہ لوگوں کی دین سے دوری ہے!

ہمارے اُن اشکوں کی وجہ لوگوں کی رسول اللہ ﷺ سے دوری ہے!

ہمارے اُن اشکوں کی وجہ لوگوں کے دلوں کی سختی ہے!

ہمارے اُن اشکوں کی وجہ لوگوں کا جہل اور ہٹ دھرمی ہے!

ہمارے اُن اشکوں کی وجہ امت کا تنزل ہے!

ہمارے اُن اشکوں کی وجہ لوگوں کی قرآن سے دوری ہے!

ہمارے اُن اشکوں کی وجہ لوگوں کی حرص و ہوس ہے!

ہمارے اُن اشکوں کی وجہ لوگوں کی غفلت کی نیند ہے!

ہمارے اُن اشکوں کی وجہ لوگوں کی بہیمت اور وحشت ہے!

ہمارے اُن اشکوں کی وجہ تاج شرف پہ جمی راکھ ہے!

ہمارے اُن اشکوں کی وجہ لوگوں کی موت سے بے اعتنائی ہے!

ہمارے اُن اشکوں کی وجہ لوگوں کی اپنی ذات سے جفا ہے!

اور ہمارے اشک لوگوں کے دلوں میں گداز پیدا کرنے میں ناکام رہے ہیں تو یہ لفظ لوگوں کی کیا اصلاح کریں گے جن کی لوگوں کو خواہش ہی نہیں۔ یہ وہ تذکرہ ہے جس کے متعلق لوگوں کا گمان ہے کہ وہ عشق مصطفیٰ میں مبتلا ہیں اس لیے انھیں کیا ضرورت ہے کہ وہ تاریخ کی راہداریوں میں ٹھوکریں کھاتے پھریں اُن کے لیے رسول اللہ ﷺ وہی ہیں جو اُن کا مولوی جمعے کے روز اُن کو بتاتا ہے اور جوش بیان میں اپنا منہ لال کیے ہوئے مخالف مسلک کے لوگوں کو گالیاں دے رہا ہوتا ہے۔

لوگوں کے دلوں سے تحقیق اور مروت کے سنہری اصول اوجھل ہو چکے ہیں ''وہ ہم مسلم تم کافر کے نعرے'' پہ مطمئن زیست کیے جاتے ہیں اور اُن کے دامن میں کوئی اشک ندامت نہیں

ہے۔

سیرت المزمل کے اِن اختتامی صفحات میں امت کا نوحہ خود مجھے بھی اجنبی لگتا ہے مگر جس قدر طویل مسافت میں نے طے کی ہے اُس کے بدلے اگر مجھے قاری سے ایک بھی اشک ندامت فراہم نہیں ہوتا تو میری اس آبلہ پائی کا کیا فائدہ۔

اللہ کے ہاں اپنے درجات بلند کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ سے محبت ضروری ہے یہ بات کسی کو بتانے کے لائق نہیں ہے کہ سبھی کو دعویٰ محبت ہے مگر کوئی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے شب وروز کو پیروی کے لیے تلاش کرے، کوئی ہے جو اپنے مولوی کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی پیروی اختیار کرے، کوئی ہے جو اپنے پیر کے حکم پہ قول رسول کو ترجیح دے، کوئی ہے جو اس بات کا دعویٰ کرے کہ دنیا خواہ کچھ کہے میں رسول اللہ ﷺ کی محبت میں مروجہ اصولوں سے بغاوت کی راہ اختیار کرتا ہوں۔ کوئی ہے جو خاص حوض کوثر کا متلاشی ہو اور ساقی دو جہاں سے پیالہ وصول کرنا چاہتا ہو؟

سب کہیں گے کہ وہ ہمیں تو ہیں جو حوض کوثر پہ اپنی پیاس بجھائیں گے؛

مگر جب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں تو بھول جاتے ہیں کہ ہمارے چہرے تو ہمارے اعمال نے سیاہ کر رکھے ہیں ہم کس طرح رسول اللہ ﷺ کا سامنا کریں گے، کیا ہمیں اپنے اندر سے اِن سوالوں کی بازگشت سنائی دیتی ہے؟

کیا صرف محبت کا دعویٰ کافی ہے؟

کیا صرف مسلمان کے گھر پیدا ہو جانا کافی ہے؟

کیا صرف عید کی نماز ہمارے لیے کافی ہو جائے گی؟

کیا صرف مسلک کی بنا پہ دوسرے مسلمان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا ہماری نجات کے لیے کافی ہے؟

کیا دنیا جہان کی غلاظت لیے ہمیں حوض کوثر پہ جانے دیا جائے گا؟

کیا رسول اللہ ﷺ کو جاننے کے لیے صرف مولوی رہ گیا ہے؟

کیا محبت میں کچھ کھویا نہیں جاتا آپ نے رسول اللہ ﷺ کی محبت کی خاطر کیا کھویا ہے؟

کیا علم کی اُس میراث سے کچھ حصہ آپ نے بھی پایا ہے جو رسول اللہ ﷺ اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں؟

کیا آپ کی پلکیں کبھی اللہ کے خوف سے بھیگی ہیں؟

کیا کسی سحر **''حِیَّ عَلیٰ الفَلَاح''** کی صدا نے آپ کی نیند توڑی ہے؟

کیا دنیا کی کسی خواہش کو آپ نے آخرت پہ قربان کیا ہے؟

کیا دنیا کی کسی لذت سے اللہ کے ڈر سے گریز کیا ہے؟

کیا کسی نوالے نے آپ کو کبھی حرام وحلال کے خیال سے پریشان کیا ہے؟

کیا آپ جانتے ہیں کہ قرآن دستورِ حیات ہے؟

اگر آپ جانتے ہیں تو اُس دستور کی پیروی میں معاشرتی مزاحمتوں سے آپ کس قدر اُلجھے ہیں؟

کیا آپ جانتے ہیں کہ بینک سے ملنے والا منافع سود ہے؟

کیا آپ نے کبھی کسی سے خاص اللہ کی خاطر نفرت کی ہے؟

کیا آپ نے کبھی کسی سے خاص اللہ کی خاطر محبت کی ہے؟

کیا آپ نے کبھی رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارک کو زیادہ سے زیادہ جاننے کی اختیاری سعی کی ہے۔

کیا آپ نے سوچا ہے کہ شاید دوسرے مسلک والے ہی کی کوئی بات درست ہو؟

کیا آپ نے اُس پیغام تک پہنچے کی کوئی عملی تدبیر کی ہے جو قرآن میں آپ کو دیا گیا ہے؟

کیا آپ مادی برتری کو اللہ کی رضا سمجھتے ہیں؟

کیا آپ نے کبھی گلاب کے حسن اور رنگ بدلتے آسمان کی کیفیات کے پس منظر میں جھانکنے کی کوشش کی ہے؟

کیا آپ نے کبھی برستی برسات کا مشاہدہ کرتے ہوئے خالق کی عنایات گنی ہیں؟

کیا آپ خالق سے ہردم ثنا کی رہتے ہیں؟

آپ خالق کی رضا کے لیے اپنے قدموں کو مہمیز فراہم کرتے ہیں؟

کیا آپ نے وہ کچھ بھول کر جو اُس نے آپ کو نہیں دیا وہ کچھ یاد کرنے کی کوشش کی ہے جو اُس نے آپ کو عطا کر رکھا ہے مگر دوسرے اُس سے محروم ہیں؟

کیا آپ کو یاد ہے کہ موت ایک تلخ حقیقت ہے؟

ذرا سوچیۓ تو؟

ذرا سوچیۓ تو؟

ذرا سوچیۓ تو؟

اشاریہ

*1

اہل نجران کی طرف نبی اکرم ﷺ نے جو خط تحریر کیا اس کا متن ہم نے ابن کثیر سے تحریر کیا۔

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر

البدایہ والنہایہ (جلد دوم ؛ ص 561)

****

*2

ابن کثیر نے کہا کہ یہ تیرہ نام ہیں جو میں نے لکھے ہیں ایک نام شاید راوی کو بھول گیا ہو وہ مجھ تک نہیں پہنچا۔"

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر

البدایہ والنہایہ (جلد دوم ؛ ص 565)

****

*3

بنو تمیم کے سردار عطارد بن حاجب کا یہ خطبہ اور اس کا ترجمہ ہم نے سیرت ابن ہشام

سے تحریر کیا ہے۔"

سیرت ابن ھشام از بن ھشام

(جلد دوم ص ؛ 687)

****

*4

بنو تمیم کے سردار عطارد بن حاجب کے اس خطبے کا جواب حضرت ثابت بن قیس بن شماس نے دیا خطبہ اور اس کا ترجمہ ہم نے سیرت ابن ہشام سے تحریر کیا ہے۔"

سیرت ابن ھشام از بن ھشام

(جلد دوم ص ؛ 689)

****

*5

بنو تمیم کے شاعر زبرقان بن بدر کے اشعار ہم نے سیرت ابن کثیر سے تحریر کیے۔"

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر

البدایہ والنہایہ (جلد دوم ؛ ص 547)

****

*6

حضرت حسان بن ثابتؓ کے یہ اشعار ہم نے سیرت ابن کثیر سے تحریر کیے ہیں۔"

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر

البدایہ والنہایہ (جلد دوم ؛ ص 551)

****

*7

تمیم الدری کو نبی اکرم ﷺ نے جاگیر عطا کرنے کے لیے دو وثیقے عطا فرمائے جو میں نے ''مکتوبات نبوی ''نامی کتاب سے تحریر کیے۔

مولانا سید محبوب رضوی

مکتوبات نبوی

****

*8

یاد رہے کہ بنو عبد القیس کے وفد کے بارے میں کئی روایات ہیں جو باہم متفرق ہیں ہم نے ابن سعد سے کچھ باتیں تحریر کی ہیں۔''

محمد بن ابن سعد

طبقات ابن سعد (جلد دوم ؛ ص 62)

****

*9

ابن سعد نے لکھا ہے کہ بنو سلامان شوال دس ہجری کو مدینہ آئے بعض دیگر مورخین کا خیال ہے کہ وہ صفر دس ہجری میں آئے تھے ہم نے ابن سعد کی روایت کو اختیار کیا ہے۔

محمد بن ابن سعد

طبقات ابن سعد (جلد دوم ؛ ص 62)

****

*10

رملہ بن حارث کا گھر بہت بڑا اور حویلی نما تھا اس لیے باہر آنے والے وفود کو عام طور پہ

انھی کے گھر ٹھہرایا جاتا تھا۔"

محمد بن ابن سعد

طبقات ابن سعد (جلد دوم ؛ ص 68)

****

*11

بنوسلامان کے وفد کی تعداد بعض مورخین نے سات لکھی ہے اور بعض نے سترہ ہم نے ابن سعد کی روایت کو اختیار کیا ہے۔"

محمد بن ابن سعد

طبقات ابن سعد (جلد دوم ؛ ص 68)

****

*12

حضرت فروہ بن عمرو جذامیؓ کا جو قاصد رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ابن کثیر نے اُس کا نام فانی لکھا ہے۔"

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر

البدایہ والنھایہ (جلد دوم ؛ ص 604)

****

*13

حضرت فروہ بن عمرو جذامی کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے جو انھوں نے سولی پہ چڑھنے سے پہلے کہے تھے۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلدچہارم ص ؛567)

****

*14

حضرت فروہ بن عمرو مسیک کے یہ اشعار ہم نے علامہ ابن کثیر کی تاریخ سے تحریر کیے ہیں۔"

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر

البدایہ والنہایہ (جلد دوم ؛ ص 584)

****

*15

بنوسعد العشیر ہ کے حضرت زباب سے یہ اشعار ہم نے طبقات ابن سعد سے تحریر کیے ہیں۔"

محمد بن ابن سعد

طبقات ابن سعد (جلد دوم ؛ ص 86)

****

*16

حضرت عمرو بن حزم کو اہل یمن کی طرف بھیجتے ہوئے آنحضرت محمد ﷺ نے جو تحریر لکھوائی اسے ہم نے ابن ہشام سے تحریر کیا ہے۔"

الرسیرۃ ابن ھشام از ابن ھشام

(جلد دوم ص ؛ 595,596)

تاریخ الامم والملوك

(جلد سوم ص ؛ 158,159)

دلائل النبوۃ

(جلد پنجم ص ؛ 413, 415)

****

*17

نبی اکرم ﷺ کے اس خطبے کو ہم نے سبل الہدیٰ سے نقل کیا ہے۔

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی (942ھ المتوفیٰ)

سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد

(جلد4ص؛ 512)

****

*18

یوم عرفہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کے لیے جو دعائیں کیں انھیں ہم نے ضیا النبی سے تحریر کیا۔

جسٹس محمد کرم شاہ الازھری

ضیا النبیﷺ (جلد 4 : ص ؛ 760)

****

*19

یہ روایت ہم نے امام بخاری کی صحیح سے نقل کی ہے

امام محمد بن عبداللہ بخاری

صحیح بخاری جلد اول ؛ ص 145

****

*20

حضرت عمرو بن معدیکرب کے یہ اشعار الروض الانف سے تحریر کیے گئے ہیں

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف--- جلد چہارم ص ؛558)

****

*21

رسول اللہ ﷺ کی کے وصال مبارک پر حضرت ثابت بن حسان کا یہ نوحہ الروض الانف سے تحریر کیا گیا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف--- جلد چہارم ص ؛695)

****

ماخذ ومصادر ومراجع

القرآن الحکیم

سیرۃ النبی ﷺ ***** مولانا شبلی نعمانیؒ

سنن ابی داوٗد ***** امام ابی داوٗدؒ

موطا امام مالک ***** امام محمد مالکؒ

مشکوٰۃ شریف ***** امام محمد رازیؒ

صحیح مسلم شریف ***** امام مسلمؒ

جامع ترمذی	*****	امام ترمذیؒ
تاریخ ابن خلدون	*****	علامہ ابن خلدونؒ
تاریخ الامم والملوک	*****	امام ابن جریر طبریؒ
تاریخ اسلام	*****	اکبر شاہ نجیب آبادیؒ
تاریخ اسلام	*****	معین الدین شاہ ندویؒ
انسان کامل	*****	محمد منیر قریشیؒ
مسلمان امتیں	*****	ڈاکٹر اسرار احمدؒ
سیرت ابن ہشام	*****	ابن ہشامؒ
نقوش (رسول نمبر)	*****	ادارہ
مجموعہ مضامین	*****	پروفیسر احمد رفیق اختر

اسلام اور عصر حاضر ***** مولانا وحیدالدین خانؒ

ضیاالقرآن ***** جسٹس محمد کرم شاہؒ

تفہیم القرآن ***** سیّدابوالاعلیٰ مودودیؒ

خلافت وملوکیت ***** سیّدابوالاعلیٰ مودودیؒ

سنت کی آئینی حیثیت ***** سیّدابوالاعلیٰ مودودیؒ

الجہاد فی الاسلام ***** سیّدابوالاعلیٰ مودودیؒ

خطبات ***** سیّدابوالاعلیٰ مودودیؒ

سیرت سرورکونینﷺ ***** سیّدابوالاعلیٰ مودودیؒ

پردہ ***** سیّدابوالاعلیٰ مودودیؒ

اسلام کے بنیادی تصوارت ***** سیّدابوالاعلیٰ مودودیؒ

پیغمبر اعظم و آخرؐ ***** ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

محمد عربی ﷺ ***** مولانا وحید الدین

محسن انسانیتؐ ***** نعیم صدیقی

تدبر قرآن ***** مولانا امین احسن اصلاحیؒ

کشت زربار ***** پروفیسر احمد رفیق اختر

خطبات بہاولپوری ***** ڈاکٹر حمید اللہؒ

بلوغ الارب ***** علامہ محمود شکری آلوسیؒ

العقد الفرید ***** ابن عبد ربہؒ

رویات تمدن قدیم ***** سیّد علی عباس جلالپوری

الامینؐ ***** محمد رفیق ڈوگر

سیرت الرسول ﷺ	*****	محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ
کائنات اور انسان	*****	علی عباس جلالپوریؒ
حجۃ البالغہ	*****	شاہ ولی اللہ دہلویؒ
تمدن ہند	*****	علی بلگرامیؒ
سیرت عائشہؓ	*****	سیّد سلمان ندویؒ
تحقیق ماللہند	*****	علامہ البیرونیؒ
کرم کی برسات	*****	ڈاکٹر محمد خالد عاربی
ابوسفیانؓ	*****	الطاف حسن گیلانی
تاریخ اسلام	*****	شیخ محمد رفیق
تاریخ مدینہ	*****	محمد صادق بہاولپوری

مقالات	*****	سرسید احمد خان
تاریخ اسلام	*****	حسن ابراہیم
جزیرۃ العرب	*****	علامہ ہمدانی
تاریخ اسلام	*****	ڈاکٹر حسن ابراہیم
المروج الذہب	*****	المسودیؒ
تفصیل الازمنہ	*****	یوسف بن عبدالملکؒ
العرب قبل از اسلام	*****	علامہ جرجی زیدانؒ
الروض الانف	*****	امام سہیلیؒ
شرح سنن ابی داؤد	*****	امام خطابیؒ
قانون اسلام	*****	سرسید احمد خانؒ

عہدنامہ قدیم

عہدنامہ جدید

احکام القرآن ***** امام رازیؒ

الاحکام السطانیہ ***** امام ماوردیؒ

کتاب المثالب ***** ابن ہشام

اعلام النبوۃ ***** امام ماوردیؒ

الطرق الحکمتیہ ***** علامہ ابن قیمؒ

البیان والتبیان ***** امام جاحظ

الکامل ***** علامہ ابن کثیرؒ

کتاب البیان ***** امام لیثیؒ

ضرب الامثال ***** میدانیؒ

کتاب العمدہ ***** علامہ ابن رشیقؒ

کتاب الاوائل ***** اسماعیل بن عبداللہ موصلیؒ

الوفاء ***** ابن جوزیؒ

مفردات القرآن ***** علامہ راغب اصفہانیؒ

الجامع الصغیر ***** امام سیوطیؒ

شرح المواہب اللدنیہ ***** امام زرقانیؒ

البیان والتعریف ***** ابراہیم بن محمد الحسینیؒ

الصحاح اللغتہ ***** امام جوہریؒ

مقاتل الفرسان ***** ابوعبیدہؒ

دیوان	*****	حضرت حسان بن ثابتؓ
الشفاء	*****	قاضی عیاضؒ
طبقات الکبری	*****	ابن سعدؒ
سیرت حلبیہ	*****	امام حلبیؒ
مدارج النبوۃ	*****	محدث دہلویؒ
جمع الوسائل	*****	ملاعلی قاریؒ
المواہب اللدنیہ	*****	امام قسطلانیؒ
جواہر البحار	*****	امام بیہقیؒ
السیرۃ النبویہ	*****	ابن عساکرؒ
شعب الایمان	*****	امام بیہقیؒ

المعجم الصغیر	*****	امام طبرانیؒ
فتح الباری	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
اخبار مکہ	*****	امام فاکہیؒ
الکفایہ فی العلم الراویہ	*****	خطیب بغدادیؒ
التمہید	*****	ابن عبدالبرؒ
الثقات	*****	ابن حبانؒ
سبل الہدی والرشاد	*****	امام صالحیؒ
المنصف	*****	ابن ابی شیبہؒ
شرح مسلم	*****	امام نوویؒ
شمائل الرسول	*****	امام ابن کثیرؒ

صفوۃ الصفوۃ	*****	ابن جوزیؒ
امتاع الاسماع	*****	امام طبرانی
میزان الاعتدال	*****	امام ذہبیؒ
الاستیعا ب	*****	ابن عبدالبرؒ
التفسیر الکبیر	*****	امام رازیؒ
کتاب الزہد	*****	ابن مبارکؒ
السنن	*****	دارمیؒ
الآحاد ولمثانی	*****	امام شیبانیؒ
المسند	*****	ابن جعدؒ
السنن الکبریٰ	*****	امام نسائیؒ

تہذیب الکمال	*****	امام مزیؒ
المسند	*****	اسحاق بن راہویہؒ
تہذیب الاسماء	*****	امام نوویؒ
الاصابہ	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
الریاض النضرۃ	*****	امام زرقانیؒ
شرح المؤطا	*****	طبرانیؒ
معجم الاوسط	*****	عبدالرزاقؒ
الادب المفرد	*****	امام بخاریؒ
لسان المیزان	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
تذکرۃ الحفاظ	*****	امام ذہبیؒ

المسند ***** ابو عوانہؒ

مسلمانوں کا ہزار سالہ اقتدار ***** پروفیسر ارشد جاوید

رسول اکرمﷺ کی سیاسی زندگی ***** ڈاکٹر حمید اللہؒ

قرآن اور جدید سائنس ***** ڈاکٹر حشمت جاہؒ

رسولِ عربی اور عصر جدید ***** سیّد محمد اسماعیلؒ

علم کی اسلامی تشکیل ***** خورشید احمد ندیم

میزان ***** جاوید احمد غامدی

شرح الشفا ***** ملا علی قاریؒ

تاریخ الخمیس ***** دیار بکریؒ

الایمان ***** ابن مندہؒ

السنن ***** ابن ماجہؒ

ترکۃ النبیؐ ***** ابواسماعیل بغدادیؒ

الرسولؐ ***** عبدالحلیم محمودؒ

روح المعانی ***** علامہ محمود شکری آلوسیؒ

قیامت اور جدید سائنس ***** ڈاکٹر حشمت جاہؒ

الدیباج ***** امام سیوطیؒ

مکارم اخلاق ***** ابن ابی الدنیاؒ

السنن الکبریٰ ***** امام بیہقیؒ

الخصائص الکبریٰ ***** امام سیوطیؒ

المسند ***** امام احمد بن حنبلؒ

الطبقات	*****	ابن خیاطؒ
الجامع الصحیح	*****	امام ترمذی
السنن	*****	ابوداؤدؒ
شرح معنی الآثار	*****	امام طحاویؒ
مجمع الزوائد	*****	ہیثمیؒ
فیض القدیر	*****	مناویؒ
الترغیب والترہیب	*****	منذریؒ
مشکل الآثار	*****	امام طحاویؒ
اسلامی ریاست	*****	پروفیسر خورشید احمدؒ
کیمیائے سعادت	*****	امام غزالیؒ

البیان فی التفسیر القران	*****	ابن جریر طبریؒ
مشکواۃ المصابیح	*****	الخطیبؒ
الجوامع السیاسیہ	*****	امام ابن تیمیہؒ
بیان العلم وفضلی	*****	ابن عبدالبرؒ
تاریخ السلامی السیاسی	*****	حسن ابراہیم الدکتورؒ
النظم الاسلامیہ	*****	حسن ابراہیم الدکتورؒ
کتاب الخراج	*****	الامام ابو یوسفؒ
تحفۃ الاشراف	*****	المزیؒ
حسن المحاضرۃ	*****	امام سیوطیؒ
مقائس اللغۃ	*****	ابن فارسؒ

اعلام الموقین	*****	ابن قیمؒ
سنن الدارمی	*****	الدارمیؒ
الزھد	*****	امام احمد بن حنبلؒ
تفسیر ابن کثیر	*****	از ابن کثیرؒ
تاریخ الکامل	*****	ابن اثیرؒ
فتوح البلدان	*****	امام بلازریؒ
المذاہب الاربعہ	*****	عبدالرحمانؒ
کتاب النوبیہ	*****	ابن ہشامؒ
عیون الاخبار	*****	ابن قتیبہؒ
شذرات الذہب	*****	ابن عمادؒ

الشفاء	*****	قاضی عیاضؒ
غریب الحدیث	*****	امام ابن اثیرؒ
وفا الوفا	*****	امام سمہودیؒ
کتاب الاصنام	*****	ابن قتیبہ
لسان العرب	*****	ابن منظورؒ
الرسول القائد	*****	خطاب محمود شیثؒ
البدر الطالع	*****	امام شوکانیؒ
الاداب	*****	امام بیہقیؒ
دلائل النبوۃ	*****	ابن ندیمؒ
الشمائل	*****	امام ترمذیؒ

المنار	*****	رضا رشیدؒ
علم الراویہ	*****	خطیب بغدادیؒ
السنۃ قبل التدوین	*****	خطیب العجاجؒ
الکشاف	*****	زمخشریؒ
مسند الفردوس	*****	دیلمیؒ
معجم الکبیر	*****	طبرانیؒ
تفسیر در منشور	*****	امام جلال الدین سیوطیؒ
المبسوط	*****	شمس الائمہؒ
المراسیل	*****	سجستانیؒ
غریب الحدیث	*****	خطابیؒ

صحیح ابن حبان	*****	از ابن حبانؒ
عمل الیوم ولیلۃ	*****	للنسائیؒ
تاریخ الادب الجاہلی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
مفتاح الجنۃ	*****	امام سیوطیؒ
علوم الحدیث	*****	صبحی صالحیؒ
شرح معانی الاثار	*****	امام الطحاویؒ
تاریخ الادب الاسلامی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
شرح مسلم	*****	شبیر احمد عثمانیؒ
فلسفہ التشریخ فی الاسلم	*****	صبحی صالحیؒ
الاحدیث المھشرہ	*****	شمس الدین سخاویؒ

حدیث دفاع	*****	میجر جنرل اکبر خانؒ
اسلامی طریق جنگ	*****	میجر جنرل اکبر خانؒ
الفیض القدیر	*****	المناویؒ
الکامل فی الضعفاء	*****	ابن عدیؒ
محاسن التاویل	*****	قاسمی جمال الدینؒ
مسلمانوں کا نظم مملکت	*****	حسن ابراہیمؒ
سود	*****	سیّد مودودیؒ
حیات محمدؐ	*****	محمد حسنین ہیکلؒ
الوثائق الساسیہ	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
تجدید احیائے دین	*****	سیّد مودودیؒ

الاحکام القرآن ***** محمد بن احمد قرطبیؒ

مسلم نشاۃ ثانیہ ***** ڈاکٹر محمد امین

مسلمان اور سائنس کی تحقیق ***** حبیب احمد صدیقیؒ

نامور مسلمان سائنس دان ***** حمید عسکریؒ

نظام الحکومت نبویہ ***** شیخ عبدالحیؒ

الاسلام والحضاوۃ العربیہ ***** کرد علیؒ

سائنس وطب میں مسلمانوں کا عروج ***** حفیظ الرحمٰن صدیقیؒ

فیض الباری ***** محمد انور شاہؒ

سو مسلم سائنس دان ***** رفیق انجمؒ

شاندار سائنسی کارنامے ***** زکریا ورقؒ

تخریج الحدیث	*****	مولانا محمد سعیدؒ
سنت کا تشریحی مقام	*****	محمد ادریس میرٹھیؒ
احادیث الموضوعہ	*****	ملا علی قاریؒ
ترجمان القرآن	*****	مولانا ابوالکلام آزادؒ
رسول عربیؐ	*****	مولانا ابوالکلام آزادؒ
رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
منصب امامت	*****	شاہ اسماعیل شہیدؒ
یورپ پر اسلام کے احسانات	*****	غلام جیلانی برقؒ
حسنت جمیع خصالہ	*****	طالب ہاشمیؒ
دعوت دین اور اس طریق کار	*****	امین احسن اصلاحیؒ

فی ظلال القرآن	*****	سیّد قطب شہید ؒ
احسن التفاسیر	*****	احمد حسن دہلوی ؒ
قصص الانبیاء	*****	محمد حفظ الرحمٰن ؒ
مدارج النبوہ	*****	معین فراحی ؒ
سیرت الرسول	*****	محمد بن عبد الواہاب ؒ
الرحیق المختوم	*****	صفی الرحمان مبارک پوری ؒ
محمد عربیؐ	*****	محمد احمد برانق ؒ
اسلامی ریاست	*****	امین احسن اصلاحی ؒ
ترجمان السنۃ	*****	بدر عالم میرٹھی ؒ
اسلام کا معاشرتی نظام	*****	خالد علوی ؒ

اسلام کا سیاسی نظام	*****	محمد اسحٰق سندیلوی ؒ
تفہیمات	*****	سیّد مودودیؒ
سیرت نبویؐ	*****	ڈاکٹر مصطفیٰ صباحیؒ
پیغمبر انسانیت	*****	شاہ محمد جعفر پھلواریؒ
سیرت رسول عربی	*****	علامہ نور بخش توکلیؒ
خطبات مدارس	*****	سید سلیمان ندویؒ
عہد نبوی نظام حکمرانی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
سیرۃ المصطفیٰؐ	*****	محمد ادریس کاندھلویؒ
تاجدار دو عالمؐ	*****	عزائم عبد الرحمانؒ
اسلام کا اقتصادی نظام	*****	حفظ الرحمٰنؒ

معجزات سرورکونین	*****	طالب ہاشمیؒ
ارشادات دانائے کونین	*****	طالب ہاشمیؒ
منصب امامت	*****	طالب ہاشمیؒ
اخلاق پیغمبری	*****	طالب ہاشمیؒ
معارف الحدیث	*****	محمد منظور نعمانیؒ
فصاحت نبوی	*****	ڈاکٹر ظہور احمد اظہرؒ
رہبر کامل	*****	مولانا عبدالمجید خادمؒ
اسوہ رسول اکرمؐ	*****	ڈاکٹر محمد عبدالحئیؒ
اخلاق نبوی	*****	سیّد محمد اسحاقؒ
نبی رحمت	*****	سیّد ابوالحسن ندویؒ

محمد رسول اللہؐ ***** شیخ محمد رضا مصریؒ

محمد رسول اللہ ﷺ ***** توفیق الحکمؒ

پیغمبر انقلاب ***** مولانا وحید الدین خانؒ

عبقریت محمدؐ ***** عباس محمود العقادؒ

نبی اکرمؐ کی معاشی زندگی ***** ڈاکٹر نور محمد غفاریؒ

خاندان نبوت ***** محمد ادریسؒ

معرکہ اسلام اور جاہلیت ***** صدر الدین اصلاحیؒ

مغازی رسولؐ ***** حضرت عروہ بن زبیرؓ

تاریخ مکہ ***** منظور احمد شاہؒ

منصب نبوت ***** سیّد ابوالحسن ندویؒ

شمائل کبریٰ	*****	عبدالحکیم خانؒ
سیرۃ اکبریٰ	*****	مولانا ابوالقاسمؒ
راہ عمل	*****	مولانا جلیل احسنؒ
زادراہ	*****	مولانا جلیل احسنؒ
وفود عرب	*****	طالب ہاشمیؒ
سیرت سیّدہ فاطمہؓ	*****	طالب ہاشمی
معارف القرآن	*****	مفتی محمد شفیعؒ
ترجمہ قرآن	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
البستان	*****	واثق باللہ
کتاب السماء ولغات	*****	امام نووی

محمد رسول اللہؐ	*****	محمد صادق ابراہیمؒ
رسول مبینؐ	*****	محمد احسان الحق سلیمانیؒ
سیرت محمدیؐ	*****	سر سید احمد خانؒ
سیرت سرورِ کونینؐ	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

WESTERN AUTHORS.

Dalbeer...Mater ,Eather,Motion.

J.G.Freezer... Man God and Immortalilty.

S. Hussan Naser... Islamic Science.

J.Heksely... Religion Without Revolation.

Philps Hitty... History of Arabs.

Springler...Fall of west.

Carbin... EN Iranien Islam.

Sir jamees jeen...Modren Islimic Thought.

Johan Wellosan...Philosophy of Reilgion.

R.I.Gulick..Muhammad The educator.

Cob..Islamic Contribution to word culture.

Briffault...The making of Humanity.

Bosworth... The Lagacy of Islam.

S, Charles Darwen...Origion of Species.

Mont Watt...History of Islamic Spain.

B.Russal...The Conquest of Happiness

Michael H Hart... The 100

M,White...The limitaaions of Sciens

Ameer Ali... The Spirit of Islam.

Edendton...The age of analysis.

James jeans...The Mysterious Univers.

Hanes Berg...Modren scientefec thought.

W Back...Modern Science & natur Life.

Zohansicy...Gentic and origen of Species.

Karal Marx...Das Kapital.

Lebon...The Erab Civilazation.

Genetic Code .... Issaac Asimov.

Trawleing...History of Religion.

B, Russiall History of civiliazation.

Freud... Toam and Tabuos.

Freud....Pleasure thinking.

Robert Semith....Religion of Erabs.

well deurant...The age of faith.

Walteare...The History of China.

Freud...His Dream & Sex Theories.

Pierre Lecomde... Human Destiny.

Pro, Brian..New Horizons in Psychology.

P.Nik... Fondamentals of Politics.

Glance at Historical Materialism.ASpirken.

Pro, Hageel... Wonder Of Life

Dr. Hehoom... Human Understanding.

Fraied.... Totam and Taboos

Fried.....Pleasure Thinking

Robert Smith...Religion of the semites.

RussallBurtrand ...The Conquest of Happiness.

JOHAN WILLSON ...Philosophy and Religion

Tyndall...Matter and Motion.

MORTEN WHITE....The Limitations of Science.

ARUTHOR ENDEKTAN...The age of Analysis

Sir Jameus Jeens...Modren Scitefic Thought.

Dob Zohans..Genetic and The origin of species.

Raney Grew...Civilization of the east.

Sir Leonard Woolley...Abraham.

Freazer...The Golden Bough.

Edward Mc Nall.... Westren Civilization.

Breufalt.... The Making of Humanity.

Dr, Dedat ... The Ultimate Miracle.

A. Curte...Discover Behind The iron Curtain.

Dr,Harwey Day...The Hidden Power of vibration.

Russal...History of Westren Philosophy.

Jon Stevens... Secred Calligraphy of east.

Dr,simith... Divin Origin.

B Russal...History of Arebs.

Dr,Zafar, Towards understandin Qurran.

DR, mir Aneesudin... The Holly Quran.

Dr M Taqi... The Noble Quran.

Asimov... Exploring the earth and cosmos.

S,Hawhing...A Brief History of Time.

Al,Gore ... Erth in Balance.

J.Sylvester... The Gene Age.

R.Hill.... Physical Methalogy.

David Burine... Micro Life.

STephen Jay Gold... The Panda Thumb.

Rachel Carson... Silent Spring.

Mir,Steween... Geodetic Survey.

J.Parker ... Erth Sciences.

Aavagardo.... Water Realities.

Lyantan Keith...Between Two Words.

Allan Baratan...Recovery and Recycil.

Oliver Owen... Natural Conservations.

A.J.Longly....Environment of Technology.

Richard Wedford....Envionmetel Management

Robert Raymond...Out of Fiery.

P.R.Trevidi....Energy Resources.

Dr.Shafi Hader... Four Tools for a Musilm.

Dr.Shafi Hader... Scince in Quraan.

M.A.Qazi.... Quranic Concept.

A.Ryabchikov....Changing Face of earth.

Dr.Shafi Hader... Deep Thinking.

S.Manzoor...Scientific Significance in Quraan.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Miracle Life.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Fate of Cosmos.

Muhammad Shihabuddin nadvi... Cloning.

Syed Mubarak... Quranic Phlosephy.

Ellisow Hawks...Mysteries Of Science.

E.L.Abel... Moon Madnes.

Abdul Mobin Khan... Basic Immunology.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Life.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Universe.

Barnaby Rogerson... The Prophet Muhammad

Ingird Mattson.... The Study of Qurran.

Dr, Mohammad Rana... History of Islam.

Adrinne Jansen... Asian Face Of Islam.

Thomos C,... Years of Innovation.

Erich.V, ... Miracles Of God.

I.A. Ibrahim... Understanding Islam.

Dr,Kazmi ...Guinness Concept.

Dr.Shafi Hader..Quraan and Quality Concepts

Judit Bower...Enviromental Systems.

Syed Mubarak...Quranic Therapy.

Shah Manzoor... Quranic Verses.

B.Person...History of Prophet Mohammad.